مؤسس

وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشہ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمہ



مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

مدیر اعلیٰ مدظلہ العالی

فائل 2006ء

مارچ واپریل، اکتوبر

www.muftiakhtarrazakhan.com

پیشکش تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشینِ مفتیِ اعظم ہند جگر گوشۂ مفسرِ اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ **محمد اختر رضا خان قادری ازہری** رحمۃ اللہ علیہ

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

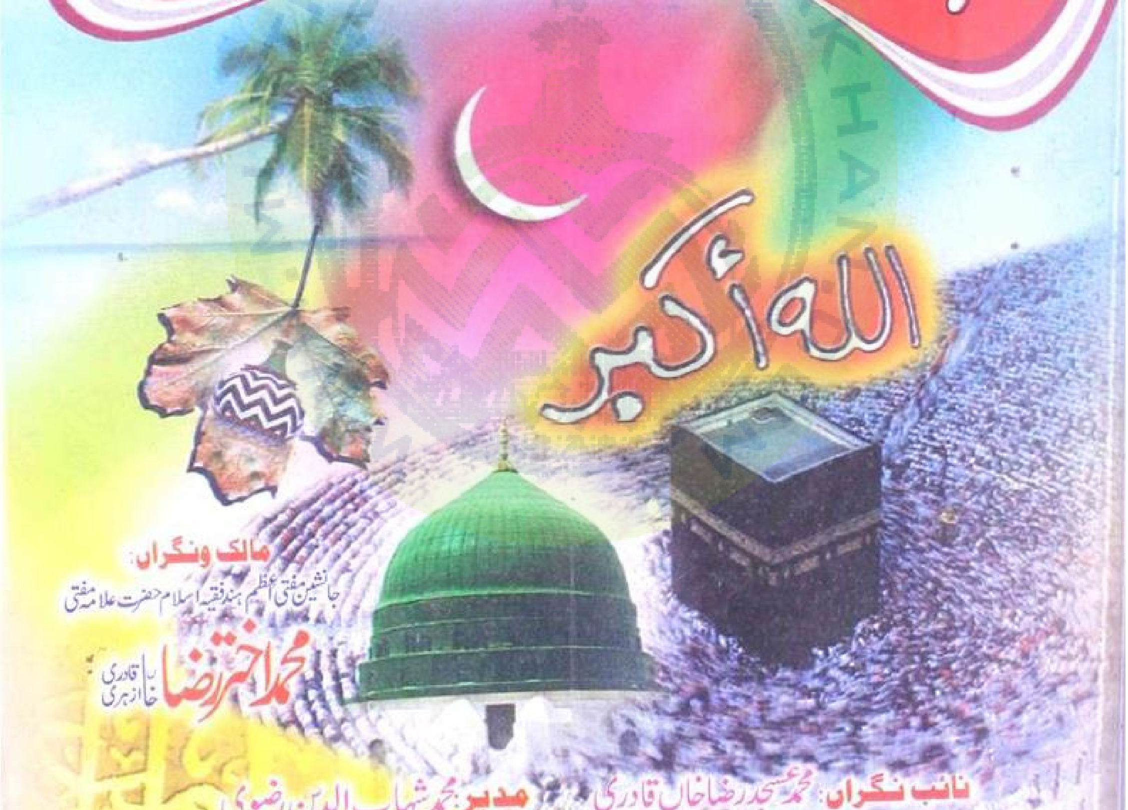
تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

31.3.06

ماہنامہ سنی دنیا

آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا
علمی دینی اور اصلاحی ترجمان



مالک ونگراں:
جانشین مفتی اعظم ہند فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی
محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

نائب نگراں: محمد عسجد رضا خاں قادری **مدیر:** محمد شہاب الدین رضوی

مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

مرکز سواد اعظم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

کا

علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ سنی دنیا

جلد: ۲۶

شمارہ: ۲

مارچ، اپریل ۲۰۰۶ء

زیر سر پرستی: جانشین مفتی اعظم ہند فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی **محمد اختر رضا** خاں قادری ازہری

مالک و نگراں: محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر: محمد شہاب الدین رضوی

☆ فی شمارہ: ۱۰ روپے ☆ زر سالانہ: ۱۰۰ روپے ☆ بیرونی ممالک: ۳۰۰ روپے ☆ لائف ممبری: ۲۰۰۰ روپے ☆

رابطہ کا پتہ

دفتر سنی دنیا ۸۲، سوداگران بریلی شریف (یوپی) فون 2458543 فیکس: 0581-2472166

W.site: markazeahlesunnat.com
W.site: hazrat.org

چیک یا ڈرافٹ بنام "اختر رضا خاں" یا "امام احمد رضا ٹرسٹ" بنائیں۔ مرکزی دارالافتاء کے لئے جوابی لفافہ ضرور روانہ فرمائیں۔

کمپوزنگ و ڈیزائننگ: عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

بیادگار

امام المتکلمین مفتی نقی علی خاں بریلوی
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی
حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی
مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں نوری
مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی

مجلس مشاورت

علامہ تحسین رضا خاں صاحب قبلہ
مولانا حبیب رضا خاں صاحب نوری
مولانا مفتی قاضی عبد الرحیم بستوی
مولانا شوکت حسین رضوی کراچوی
مولانا منان رضا خاں منانی
حاجی قربان علی حامدی بیسل پوری
مولانا مظفر حسین رضوی کٹیہاری

مجلس ادارات

حضرت ڈاکٹر سید امین میاں مارہروی
علامہ سبطین رضا خاں قادری بریلوی
معمار ملت مولانا شبیہ القادری سیوانی
مفتی سید شاہد علی رضوی رام پوری
مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی
علامہ یٰسین اختر مصباحی رضوی دہلی
مولانا عبدالمبین نعمانی قادری چریاکوٹ
ہمدرد ملت الحاج محمد سعید نوری بمبئی

اشاریات

عدل وانصاف اور معاشرتی زندگی کا قرآنی مفہوم

اداریہ

محمد شہاب الدین رضوی

اور نفرت ومخالفت کا ماحول گرم ہوتا ہے امن و سکون تباہ وبرباد ہوجاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن بے لاگ انصاف کی تعلیم دیتا ہے اور اس بارے میں خاص تاکید کرتا ہے کہ ذاتی، گھریلو، وگروہی مفادات کی پرواہ کئے بغیر اور کسی قسم کے فائدے کا خیال کئے بغیر سب کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کیا جائے، اور اس باب میں امیر وغریب، طاقتور وکمزور اور اپنے وغیر کسی کی رعایت نہ کی جائے۔ عدل وانصاف کا تصور اس سے بلند اور کیا ہوسکتا ہے کہ جسے قرآن پاک نے پیش کیا ہے کہ مخالفوں اور دشمنوں کے ساتھ بھی اس کا پورا پورا حق ادا کیا جائے یا انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے میں کسی دشمنی یا مخالفت کو بیچ میں حائل نہ ہونے دیا جائے۔ اسلام کا نظریۂ انصاف بالکل صاف وشفاف آئینہ کے مثل ہے، مگر آج کل دنیا میں انسان ان اصول وضوابط کو فراموش کرکے ذاتی بنیادوں پر عمل پیرا ہورہا ہے جس سے شخص واحد کے مطالب کے حصول کا ذریعہ تو ضرور بن جاتا ہے مگر پوری امت مسلمہ کی جو تصویر ابھر کر سامنے آتی وہ نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے کہ ''اے ایمان والو اللہ کے حکم پر خوب قائم ہوجاؤ انصاف کے ساتھ گواہی دیتے، اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو انصاف کرو وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے، اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے''۔ (المائدہ ۸)

واقعہ یہ ہے کہ قرآن کے اس مثالی تصور کو اگر لوگ عملی جامہ پہنائیں خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں تو مخالفت ونفرت محبت وہمدردی میں بدل جائے گی، اور دشمنی دوستی میں تبدیل ہوجائے گی، ٹوٹے ہوئے جڑجائیں گے۔ موجودہ ماحول میں عدل سے متعلق قرآن کی یہ تعلیم پوری انسانیت کے لئے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ معاشرتی زندگی کی بہتری کے لئے بڑی کارگر ثابت ہوسکتی ہے۔ کسی بھی معاشرہ و ملک میں انصاف کرنے یا اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کا تعلق عام لوگوں سے ہوتا ہے، لیکن انصاف قائم کرنا یا اس بات کو یقینی بنانا کہ انصاف قائم کرنے والے ادارے اچھی طرح رواں دواں رہیں، کافی حد تک حکومت واہل حکومت سے متعلق ہوتا ہے۔ قرآن کریم انہیں اصول انصاف پر کاربند رہنے کی تلقین کرتا ہے اور یہ ہدایت دیتا ہے کہ بلا کسی امتیاز سب کے ساتھ انصاف کا معاملہ کریں۔ جیسا کہ اس آیت سے صاف واضح ہوتا ہے۔ ''بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کردو، اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو، بیشک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے''۔ (النساء ۵۸)

اس آیت سے یہ بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کی نظر میں انصاف کے معاملے میں تمام انسان برابر

ہیں۔ ان میں کسی بھی بنیاد پر تفریق جائز نہیں ،معاشرے کا ہر فرد انصاف کا مستحق ہے خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، امیر ہو یا غریب، طاقتور ہو یا کمزور، حمایتی ہو یا مخالف، رشتہ دار ہو یا اجنبی، درحقیقت قرآنی رو سے انصاف کے اس اعلیٰ معیار کا مظاہرہ حکمراں طبقہ سے مطلوب ہے۔

قرآن کریم کی رو سے حکمرانوں کے لئے منصفانہ رویہ اختیار کرنا کس قدر ضروری ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قیام عدل کو بعثت انبیاء کے بنیادی مقاصد میں شامل کیا گیا ہے، اور سربراہ اقتدار کی یہ ذمہ داری قرار دی گئی کہ وہ ظلم و زیادتی کے خاتمہ اور انصاف کے قیام کا اہتمام کرے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ''بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے ساتھ بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اتاری کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں''۔ (الحدید ۲۵)

ان قرآنی نکات کی اہمیت اس پس منظر میں بخوبی سمجھی جا سکتی ہے کہ لوگوں کو انصاف کی راہ پر چلانے اور اصول انصاف کا پیرو بنانے کے لئے ایک جانب دعوت و تبلیغ اور نصیحت و فہمائش ضروری ہے، تو دوسری جانب نظام عدل کا قیام، مظلوموں کی داد رسی، مقدمات کے فیصلہ اور اس کے نفاذ، اور ظلم و زیادتی کی روک تھام کے لئے اہل حکومت کی توجہ و نگرانی حکومت کا عملہ اور قوت نافذہ کا استعمال ہی درکار ہے۔ اس کے بغیر عدل و انصاف کے تقاضوں کی تکمیل اور معاشرے میں امن و امان کا قیام ممکن نہیں۔ اس لئے کہ اسلام نے جن اصولوں کی نشاندہی کی ہے ان کا نفاذ کرنا برسر اقتدار طبقہ کا کام ہے۔ حکمرانوں کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ نظام شریعت کو اپنے آئینی اور آئینی دستور میں نشان امتیاز رکھیں تاکہ پوری دنیا کی طاقتیں اسلام کے نظریۂ عدل و انصاف کو اپنے لئے نظیر بنانے میں للک پیدا ہو۔

قرآن کے تصور عدل کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ عام معاملات میں منصفانہ رویہ اختیار کرنے کی تعلیم کے ساتھ ان امور میں انصاف برتنے کی خاص تاکید کی گئی ہے، جو انصاف دلانے یا نظام عدل کے قیام میں مؤثر کردار رکھتے ہیں، یا باہمی اختلافات کو دور کرنے میں خصوصی اہمیت کے حامل ہیں، ان میں شہادت یا گواہی دینی بھی شامل ہے۔ یہ امر بدیہی ہے کہ اس سے نہ صرف بہت سے سماجی و مالی حقوق کا تحفظ وابستہ ہوتا ہے بلکہ دادرسی، انصاف طلبی اور حقوق کی بازیابی سے متعلق مختلف معاملات کا تصفیہ اس پر منحصر ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن میں گواہوں کو بڑی اہمیت دی گئی ہے، بلکہ شہادت کی قبولیت کے لئے اسے ضروری شرط قرار دیا گیا ہے۔ دوسری جانب گواہوں کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ بلاخوف وخطر حق کی گواہی دیں اور اس ضمن میں کسی خوف یا لالچ کو آڑے نہ آنے دیں، اور صرف اللہ کی مرضی کو سامنے رکھیں اس لئے کہ بڑا نازک واہم معاملہ ہے۔ اور ظلم و زیادتی کا ازالہ، انصاف کا اصول اس سے وابستہ ہے ۔ سچ بات کہنے اور جھوٹ سے بچنے کی عام تعلیم دی گئی ہے۔ ''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو''۔ (الاحذاب ۷۰ الحج ۳۰) کے علاوہ قرآن میں یہ واضح ہدایت بھی ملتی ہے۔ ''تو جب وہ اپنی میعاد تک پہنچنے کو ہوں تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو، یا بھلائی کے ساتھ جدا کرو، اور اپنے میں دو ثقہ کو گواہ کرلو، اور اللہ کے لئے گواہی قائم کرو اس سے نصیحت فرمائی جاتی ہے، اسے جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو، اور جو

اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا''۔ (الطلاق ۲) اگر چہ اس آیت کا تعلق شریعت کے ایک خاص مسئلہ طلاق سے ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی نظر میں ہر معاملہ میں گواہی دیتے وقت صداقت کا مظاہرہ مطلوب ہے جیسا کہ اور بہت سی آیات سے واضح ہوتا ہے۔

یہ ذکر بھی اہمیت سے خالی نہ ہوگا کہ انسانوں کے علاوہ دستاویز یا ریکارڈ کی صورت میں تحریریں بھی شہادت دیتی ہیں، اور خاص کر عدالتوں میں ان کی شہادتوں کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ اور بعض اوقات دو فریقوں میں اختلاف کی صورت میں یہی تحریری شہادت فیصلے کی بنیاد بنتی ہے۔ قرآن میں اس بارے میں بھی عدل وانصاف سے کام لینے اور یہ ملحوظ رکھنے کی ہدایت ملتی ہے کہ اس طرح کی کسی تحریر یا دستاویز کو تیار کرتے وقت پوری دیانت داری کے ساتھ وہی باتیں لکھی جائیں جو آپس میں طے ہوئی ہیں، یا جن پر سمجھوتا ہوا ہے۔ اس میں اپنے نفس یا ذاتی عناد و بغض و حسد کا کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہئے۔ اسلامی عدالتی کارروائی میں دستاویزات اور روبرو شہادتوں کی بڑی افادیت واہمیت ہے، قرض کے معاملے سے متعلق یہ آیت بہت مشہور ہے: اے ایمان والو جب تم ایک مقرر مدت تک کسی دَین کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو، اور چاہئے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا ٹھیک ٹھیک لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے، جیسا کہ اسے اللہ نے سکھایا ہے تو اسے لکھ دینا چاہئے، اور جس بات پر حق آتا ہے اور لکھاتا جائے، اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔ اور حق میں سے کچھ رکھ نہ چھوڑے پھر جس پر حق آتا ہے اگر بے عقل یا ناتواں ہو یا لکھا نہ سکے تو اس کا ولی انصاف سے لکھائے، اور دو گواہ کرلو۔

(سورۂ بقرہ ۲۸۲) ظاہر ہے کہ یہ حکم لین دین کے تمام معاملات اور مالی معاہدات کے لئے عام ہے، اور اسے محض قرض کے معاملے کے لئے محدود نہیں رکھا جا سکتا۔

یہ بات بخوبی معروف ہے کہ معاشرے میں امن وامان کا قیام اس بات پر منحصر ہے کہ لوگوں کے سماجی و معاشی حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کیا جائے، اور اگر کسی کی حق تلفی ہو جائے تو اس کی تلافی کے لئے اسے چارہ جوئی یا انصاف طلبی کا حق حاصل ہو۔ اگر غور وفکر کریں تو یہ بات واضح بالکل اظہر من الشمس کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ دنیا میں جو امن وامان کی کیفیت ہے اس کی وجہ ناانصافی اور ظلم و زیادتی ہے۔ اس بارے میں بھی قرآن کی ہدایات وتعلیمات بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ اس کتاب ہدایت میں بار بار اس پر زور دیا گیا ہے کہ لوگ پوری دیانت داری و پابندی کے ساتھ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرتے رہیں: بلا شبہ انصاف کا تقاضہ یہی ہے کہ جس کا جو حق ہے اسے پورا پورا ادا کردیا جائے اور دوسروں کے حق پر دست درازی نہ کی جائے۔ قرآن کریم میں جن کے حقوق کی ادائے گی کی بار بار تاکید کی گئی ہے ان میں دو طرح کے لوگ ہیں ایک وہ جن کے ساتھ شب و روز زندگی بسر ہوتی ہے، یا زیادہ تعلقات و معاملات رہتے ہیں مثلاً والدین، اقربا، پڑوسی اور ساتھی۔ دوسرے وہ جو سماج کے کمزور طبقے کے لوگ کہے جاتے ہیں اور جن کے حقوق بڑی آسانی سے پامال کردیئے جاتے ہیں، یا جن کے ساتھ ناانصافی کے واقعات زیادہ پیش آتے ہیں، ان میں بوڑھے والدین، اور عورتیں بالخصوص بیواہ عورتیں، یتامیٰ، غربہ، مساکین، اہل حاجت، غلام وخادم شامل کیئے جاسکتے ہیں۔ قرآن مجید میں ان کے حقوق کے

تحفظ کی خاص ہدایات ملتی ہیں اور ان کے ساتھ ناانصافی پر سخت وعید آئی ہے۔ ان سب سے مقصود یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کریں، ان کی ادائے گی کے لئے سنجیدگی و دیانتداری دکھائیں تاکہ عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوتے رہیں، اور معاشرے میں امن وامان کی فضاء برقرار رہے۔ اس لئے کہ کمزور طبقے کے لوگوں کے حقوق کی پامالی کا لازمی نتیجہ بددلی، دل شکنی بے اطمینانی جن سے بہر صورت تعلقات کشیدہ ہوتے ہیں اور نفرت وعداوت کے جذبات بھڑکتے ہیں۔ والدین (النساء ۳۶، بنی اسرائیل ۲۳،۲۴) اقرباء (البقرہ ۲۵، النساء ۳۶) یتامیٰ و ایامیٰ (النساء ۲، ۱۹۔ النور ۳۲ و ۳۳) مساکین و سائلین (الانعام الروم ۱۴۱، ۳۸، الزاریات ۱۹) سے متعلق قرآنی آیات کے مطالعہ سے یہ بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن ان کے حقوق کے لئے کس درجہ حساس ہے اور کس پرزور انداز میں ان کی نگاہ داشت وادائے گی کی ہدایت دیتا ہے۔

یہاں یہ وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ نہ صرف سماجی حقوق کی پامالی سے آپس میں اختلاف پیدا ہوتا ہے اور معاشرے میں اتحاد واتفاق کی فضاء مکدر ہوجاتی ہے، بلکہ معاشی حقوق پر دست درازی بھی اضطراب و بے چینی کی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ گردو نواح کے کوائف مکدر ہوجاتے ہیں، چین وسکون چھن جاتا ہے، طمانیت و بالیدگی ختم ہوجاتی ہے، روحانی فیوض و برکات پر حرف آجاتا ہے۔ ایک دوسرے سے نفرت وعداوت کا ماحول گرم کردیتی ہے اور آخرکار باہمی تعلقات کو کشیدہ بنادیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں مالی حقوق کی بھی وضاحت کی گئی ہے، بار باران کی ادائے گی پرزور دیا گیا ہے، خاص طور سے ناپ وتول میں انصاف سے کام لینے، خرید وفروخت میں دیانتداری کے اصول اپنانے اور لین دین کے دیگر معاملات میں سچائی وایمان داری کا مظاہرہ کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ مثال کے طور پر یہ آیت ملاحظہ ہو: ''اور رشتہ داروں کو انکا حق دے، اور مسکین ومسافر کو، اور فضول نہ اڑا، بیشک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں''۔ (بنی اسرائیل ۲۶) ''اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن نہ گھٹاؤ'' (الرحمن ۹)

قرآن کی یہ ہدایات بجاطور پر تمام مالی معاملات پر منطبق کی جاسکتی ہیں، ان پر عمل کے جو بہترین ثمرات سامنے آتے ہیں اور اس کی خلاف ورزی معاشرے میں جو فتنہ وفساد کرتی ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

قرآن کریم نے سماجی ومعاشی حقوق کے تحفظ عدل وانصاف کے قیام اور اس کے توسط سے معاشرے میں امن وامان اور اتحاد واتفاق کی برقراری کو حد درجہ اہمیت دی ہے۔ اس پر مزید شہادت اس امر سے ملتی ہے کہ قرآن نے ان تمام باتوں کو ممنوع قرار دیا ہے جو کسی کی جان مال و آبرو کو ضائع کرنے یا نقصان پہنچانے کا ذریعہ بنتی ہیں اور نتیجہ کے طور پر معاشرے کے امن وامان کو متاثر کرتی ہیں یا بالکل غارت کردیتی ہیں۔ تباہی و بربادی کی اشیاء، اور اپنے آشیانے کو خیرباد کہہ دینے والی تمام تحریکات کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ اسلام پوری دنیا میں امن وشانتی کا داعی ومبلغ ہے۔ قبل از عہد نبوت (ﷺ) ہر چہار جانب افراتفری کا ماحول تھا، حضور نبی مکرم ﷺ کی آمد نے ختم کردیا۔ اور اس جہان میں نظام عدل ومساوات کی ایک بہترین مثال قائم فرمائی جس نے دیگر باطل مذاہب کو حیرت واستعجاب میں ڈال دیا۔ (ختم شد)

تجلیاتِ نعت

حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی

اندھیری رات ہے غم کی گھٹا عصیاں کی کالی ہے
دلِ بیکس کا اس آفت میں آقا تو ہی والی ہے

نہ ہو مایوس آتی ہے صدا گورِ غریباں سے
نبی امت کا حامی ہے خدا بندوں کا والی ہے

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کر لے
اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے

ارے یہ بھیڑیوں کا بن ہے اور شام آگئی سر پر
کہاں سویا مسافر ہائے کتنا لا ابالی ہے

اندھیرا گھر اکیلی جان دم گھٹتا دل اکتاتا
خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آنے والی ہے

نہ چونکا دن ہے ڈھلنے پر تری منزل ہوئی کھوٹی
ارے او جانے والے نیند یہ کب کی نکالی ہے

رضا منزل تو جیسی ہے وہ اک میں کیا سبھی کو ہے
تم اس کو روتے ہو یہ تو کہو یاں ہاتھ خالی ہے

حضور تاج الشریعہ مدظلہٗ العالی

زینتِ سجادہ و بزم قضا ملتا نہیں
لعل یکتائے شہِ احمد رضا ملتا نہیں

وہ جو اپنے دور کا صدیق تھا ملتا نہیں
محرم رازِ محمد مصطفیٰ ملتا نہیں ﷺ

اب چراغِ دل جلا کر ہو سکے تو ڈھونڈھیے
پرتوِ غوث و رضا و مصطفیٰ ملتا نہیں

عالموں کا معتبر وہ پیشوا ملتا نہیں
جو مجسم علم تھا وہ کیا ہوا ملتا نہیں

زاہدوں کا وہ مسلم مقتدا ملتا نہیں
جس پہ نازاں زہد تھا وہ پارسا ملتا نہیں

استقامت کا وہ کوہ محکم و بالا تریں
جس کے جانے سے زمانہ ہل گیا ملتا نہیں

چار یاروں کی ادائیں جس میں تھیں جلوہ نما
چار یاروں کا وہ روشن آئینہ ملتا نہیں

ایک شاخ گل نہیں سارا چمن اندوہگیں
مصطفیٰ کا عندلیب خوشنوا ملتا نہیں

مفتی اعظم کا ذرہ کیا بنا اختر رضا
محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

ترجمہ: (کنزالایمان)
اعلیٰ حضرت
امام احمد رضا
فاضل بریلوی
علیہ الرحمۃ والرضوان

ضیائے قرآن

تفسیر: (خزائن العرفان)
صدر الافاضل
مولانا نعیم الدین
مرادآبادی
علیہ الرحمۃ والرضوان

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

سورۃ آل عمران مدنی ہے اور اس میں دو سو آیتیں اور بیس رکوع ہیں

اللہ ہے جس کے سوا کسی کی پوجا نہیں **ف۱** آپ زندہ اوروں کا قائم رکھنے والا اس نے تم پر یہ سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور اس نے اس سے پہلے توریت اور انجیل اتاری لوگوں کو راہ دکھاتی اور فیصلہ اتارا بے شک وہ جو اللہ کی آیتوں سے منکر ہوئے۔ **ف۲**

ف۱ شان نزول: مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت وفد نجران کے حق میں نازل ہوئی جو ساٹھ سواروں پر مشتمل تھا اس میں چودہ سردار تھے اور تین اس قوم کے بڑے اکابر و مقتدا ایک عاقب جس کا نام عبدالمسیح تھا یہ شخص امیر قوم تھا اور بغیر اس کی رائے کے نصاریٰ کوئی کام نہیں کرتے تھے دوسرا سید جس کا نام ایہم تھا یہ شخص اپنی قوم کا معتمد اعظم اور مالیات کا افسر اعلیٰ تھا خورد و نوش اور رسدوں کے تمام انتظامات اسی کے حکم سے ہوتے تھے تیسرا ابو حارثہ ابن علقمہ تھا یہ شخص نصاریٰ کے تمام علماء اور پادریوں کا پیشوائے اعظم تھا سلاطین روم اس کے علم اور اسکی دینی عظمت کے لحاظ سے اس کا اکرام و ادب کرتے تھے یہ تمام لوگ عمدہ اور قیمتی پوشاکیں پہنکر بڑی شان شکوہ سے حضور سید عالم ﷺ سے مناظرہ کرنے کے قصد سے آئے اور مسجد اقدس میں داخل ہوئے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات اس وقت نماز عصر ادا فرمارہے تھے ان لوگوں کی نماز کا وقت بھی آگیا اور انہوں نے بھی مسجد شریف ہی میں جانب شرق متوجہ ہو کر نماز شروع کر دی فراغ کے بعد حضور اقدس ﷺ سے گفتگو شروع کی حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا تم اسلام لاؤ کہنے لگے ہم آپ سے پہلے اسلام لاچکے حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا یہ غلط ہے یہ دعویٰ جھوٹا ہے تمہیں اسلام سے تمہارا یہ دعویٰ روکتا ہے کہ اللہ کے اولاد ہے اور تمہاری صلیب پرستی روکتی ہے اور تمہارا خنزیر کھانا روکتا ہے انہوں نے کہا کہ اگر عیسیٰ خدا کے بیٹے نہ ہوں تو بتائیے ان کا باپ کون ہے اور سب کے سب بولنے لگے حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ بیٹا باپ سے ضرور مشابہ ہوتا ہے انہوں نے اقرار کیا پھر فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب حی لا یموت ہے اس کے لئے موت محال ہے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات پر موت آنی والی ہے انہوں نے اس کا بھی اقرار کیا پھر فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب بندوں کا کارساز اور ان کا حافظ حقیقی اور روزی دینے والا ہے انہوں نے کہا ہاں حضور نے فرمایا کیا حضرت عیسیٰ بھی ایسے ہی ہیں کہنے لگے نہیں فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ پر آسمان و زمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں انہوں نے اقرار کیا حضور نے فرمایا تو کیا حضرت عیسیٰ بغیر تعلیم الٰہی اس میں سے کچھ جانتے ہیں انہوں نے کہا نہیں حضور نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت عیسیٰ حمل میں رہے پیدا ہونے والوں کی طرح پیدا ہوئے بچوں کی طرح غذا دیئے گئے کھاتے پیتے تھے عوارض بشری رکھتے تھے انہوں نے اس کا اقرار کیا حضور نے فرمایا پھر وہ کیسے الٰہ ہو سکتے ہیں جیسا کہ تمہارا گمان ہے اس پر وہ سب ساکت رہ گئے اور ان سے کوئی جواب بن نہ آیا اس پر سورۂ آل عمران کی اول سے کچھ اوپر اسی آیتیں نازل ہوئی **فائدہ** صفات الٰہیہ میں حی بمعنی دائم باقی کے ہے یعنی ایسا ہمیشگی رکھنے والا جس کی موت ممکن نہ ہو **قیوم** وہ ہے جو قائم بالذات ہو اور خلق اپنی دنیوی اور اخروی زندگی میں جو حاجتیں رکھتی ہے اس کی تدبیر فرمائے۔

ف۲

بہارِ حدیث

فضائل اولیاء کرام

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ عزوجل کا فرمان ہے: میرا بندہ بذریعہ نوافل میری نزدیکی چاہتا رہتا ہے یہاں تک کہ میرا محبوب ہوجاتا ہے۔ پھر میں اسے دوست رکھتا ہوں تو میں خود اسکا وہ کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا وہ ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے کوئی چیز پکڑتا ہے، اس کا وہ پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے کوئی چیز مانگتا ہے تو میں ضرور اس کو دیتا ہوں، اور اگر میری پناہ چاہتا ہے تو میں ضرور اس کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں، میں اپنے کسی کام میں تردد نہیں فرماتا جیسا کہ میں اس مومن کی جان کے بارے میں فرماتا ہوں جس کو موت ناپسند ہے کہ اس کی ناپسندیدہ چیز مجھے بھی ناپسند ہے۔

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو اپنا محبوب بنالیتا ہے تو اسے گناہ نقصان نہیں دیتا۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا اور آخرت اللہ والوں پر حرام ہے۔

(۴) امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے دنیا سے بے رغبتی کی اللہ تعالیٰ اس کو بغیر تعلیم حاصل کئے علم عطا فرماتا ہے، اور بغیر ظاہری اسباب صحیح راستہ پر چلاتا ہے، اور اس کو صاحب بصیرت بنادیتا ہے، اور اس سے جہالت کو دور فرمادیتا ہے۔

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار ہوا اور تو عیادت کے لئے نہیں آیا، ابن آدم! میں تجھ سے کھانا مانگا لیکن تو نے نہیں کھلایا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا لیکن تو نے مجھے نہیں پلایا۔

(۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عزوجل کے کچھ بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حاجت روائی خلق کے لئے خاص فرمایا ہے، لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لاتے ہیں، یہ بندے عذاب الٰہی سے امان میں ہیں۔

(۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے مخلوق کی حاجت روائی کا کام لیتا ہے۔

(۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ عزوجل نیک مسلمانوں کے سبب اس کے ہمسائے میں سو گھر والوں سے بلا دفع فرماتا ہے۔

(۹) حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو ہر روز ستائیس بار سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کے لئے استغفار کرے وہ ان لوگوں میں ہو جن کی دعا قبول ہوتی ہے اور ان کی برکت سے تمام اہل زمین کو رزق ملتا ہے۔ [فتاویٰ رضویہ ۲۸۳/۳]

مصدقہ

جانشین حضور مفتی اعظم ہند فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں

قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ

فتاویٰ مرکزی دارالافتاء

تثویب کا حکم

اور کھڑے ہوکر تکبیر سننا مکروہ ہے

محترم جناب حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے یہاں منبر مسجد میں امام صاحب امامت کرارہے ہیں۔

۱:- جو اذان کے بعد صلاۃ پڑھتے ہیں جماعت سے دس منٹ پہلے۔

۲:- جس وقت تکبیر ہوتی ہے تو امام مصلے پر آکر بیٹھ جاتے ہیں اور انکا منھ شمال کی طرف ہوتا ہے اور پیٹھ جنوب کی طرف ہوتی ہے۔

۳:- اور حی علی الصلاۃ حی علی الصلاۃ پر کھڑے ہوتے ہیں

۴:- دعا کے بعد کلمہ شریف کا بلند آواز سے حلقہ کرتے ہیں۔

فقط والسلام

آپ کا خادم محمد یسین، حاجی عبدالمجید حاجی محمد منام، اسرار احمد وغیرہ

گاؤں بروڑہ ڈاکخانہ خاص سہارن پور (یوپی)

الجواب بعون الملک الوہاب - صلاۃ جائز ومستحسن ہے اسے فقہ میں تثویب کہتے ہیں یعنی مسلمانوں کو نماز کی اطلاع اذان سے دیگر پھر دوبارہ اطلاع دینا اور اس کے لئے کوئی خاص لفظ یا صیغہ مقرر نہیں بلکہ وہ شہروں کے عرف پر ہے جہاں جس طرح اطلاع مکرر رائج ہو وہی تثویب ہے خواہ عام طور پر جیسے صلاۃ کہی جاتی ہے یا خاص طریقہ پر مثلاً کسی سے کہنا اذان ہوگئی یا جماعت کھڑی ہوتی ہے یا امام آگئے یا کوئی قول یا فعل ایسا جس میں دوبارہ اطلاع دینا ہو وہ سب تثویب ہے اور اس کا اور صلاۃ کا ایک حکم ہے یعنی جائز جس کی اجازت سے ۳۶ کتب فقہ مثل متون تنویر الابصار، وقایہ، نقایہ، غرر الاحکام، کنز، غرر الاذکار وواقی وملتقی واصلاح و نور الایضاح اور شروح مانند درمختار، ردالمحتار، طحطاوی، عنایہ، نہایہ، غنیۃ شرح منیہ، صغیری، بحر الرائق، نہر الفائق، تبیین الحقائق، برجندی، قہستانی، درر وابن ملک، کافی، مجتبیٰ، ایضاح، امداد الفتاح، مراقی الفلاح، حاشیہ مراقی للطحطاوی اور کتب فتاویٰ مثل ظہیریہ وخانیہ وخلاصہ وخزانۃ المفتین و جواہر اخلاطی وعالمگیری وغیرہا مالا مال ہیں اور اسی پر عامہ ائمہ متاخرین کا اتفاق ہے مختصر وقایہ میں ہے: التثویب حسن فی کل صلاۃ، شرح الوافی للنسفی میں ہے: تثویب کل بلدۃ علی ماتعارفوہ لانہ للمبالغۃ فی الاعلام و انما یحصل ذلك بما تعارفوہ اھ

صلاۃ میں تنبیہ بعد تنبیہ ہے جس طرح حضور سید عالم ﷺ نے اذان فجر میں الصلاۃ خیر من النوم مقرر کرنے کی اجازت عطا فرمائی جیسا کہ طبرانی معجم کبیر میں سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ہدایہ میں ہے: خص الفجر بہ لانہ وقت نوم و غفلۃ بالجملۃ یہ کوئی ایسی چیز نہیں جس پر مسلمانوں میں نزاع ڈالی جائے اور فتنہ انگیزی کر کے تفریق جماعت کی راہ نکالی جائے جو اسے بدعت وناجائز بتاتا ہے وہ سخت جاہل اور مقاصد شرع سے

غافل ہے، دیوبندی صلاۃ سے یوں منع کرتا ہے کہ اس میں الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہا جاتا ہے اس کے نزدیک ہر وہ کام جسمیں رسول اللہ کی عظمت شان ظاہر ہو جائز نہیں ہے وہ اظہار عظمت رسول کا منکر ہے ''تقویۃ الایمان'' صفحہ نمبر ۸۵ میں اس کے امام نے لکھا ہے۔ جو بشر کی سی تعریف ہو وہی کرو سو اس میں بھی اختصار کرو۔ تو دیوبندی کو کب یا رسول اللہ یا حبیب اللہ کہنا گوارا ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳،۲:- کھڑے ہو کر تکبیر سننا مکروہ یہاں تک کہ علماء حکم فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں آیا اور تکبیر ہو رہی ہے وہ اس کے تمام تک کھڑا نہ رہے بلکہ بیٹھ جائے یہاں تک کہ مکبر حی علی الفلاح تک پہونچے اس وقت کھڑا ہو۔ محیط و ہندیہ میں ہے: یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلثة هو الصحیح۔

امام اور قوم کھڑے ہوں جب مکبر حی علی الفلاح کہے ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ و امام ابو یوسف و امام محمد رضوان اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور یہی صحیح ہے۔ جامع المضمرات و فتاویٰ عالمگیریہ و ردالمحتار میں ہے: اذا دخل الرجل عند الاقامة یکره له الانتظار قائماً ولکن یقعد ثم یقوم اذابلغ المؤذن قوله حی علی الفلاح۔

یہ اس صورت میں ہے کہ امام بھی تکبیر کے وقت مسجد میں ہو اور اگر وہ حاضر نہیں تو مؤذن جب تک اسے آتا نہ دیکھے تکبیر نہ کہے نہ اس وقت تک کوئی کھڑا ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لا تقوموا حتی ترونی پھر جب امام آئے اور تکبیر شروع ہو اس وقت دو صورتیں ہیں اگر امام صفوں کی طرف سے داخل مسجد ہو تو جس صف سے گزرتا جائے وہی صف کھڑی ہوتی جائے اور اگر سامنے سے آئے تو اسے دیکھتے ہی سب کھڑے ہو جائیں (عالمگیری) دیوبندی جماعت اس کے خلاف پر ہے وہ شروع تکبیر سے کھڑے ہو جاتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴:- نماز کے بعد کلمہ شریف بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے مسلم شریف میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام سلام پھیر کر بلند آواز سے یہ پڑھتے: لاالہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وهو علی کل شئ قدیر لاحول ولاقوة الا بالله لا اله الا الله ولا نعبد الا ایاه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصین له الدین ولو کره الکافرون۔

اس سے معلوم ہوا کہ بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھ سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری

خلفائے راشدین کی تاریخ ولادت و وصال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ذیل کے صحابہ و بزرگان دین کرام کی تاریخ پیدائش و تاریخ وفات کے بارے میں:

حضرت صدیق اکبر، عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی، حضرت علی کرم اللہ، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت امام جعفر صادق، حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

المستفتی ثروت علی خاں، قلعہ بریلی شریف

الجواب:- حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت مکہ میں واقعہ فیل سے دو سال چار ماہ کچھ دن کے بعد ہوئی اور حضور سید عالم ﷺ سے دو سال چار ماہ کچھ دن کے چھوٹے ہیں ''نور الابصار'' میں ہے: وکان مولد ابی بکر الصدیق رضی الله تعالی عنه بمکة بعد الفیل لسنتین و اربعة اشهر و

ایام فیکون اصغر من النبی ﷺ بسنتین و اربعة اشھرو ایام۔

اور وصال مبارک بروز منگل یا جمعہ ۲۳ جمادی الآخر ۱۳ھ کو ہوا اور صحیح مذہب پر عمر شریف ۶۳ سال تھی اسی نورالابصار میں ہے: ومات لیلة الثلاثاء وقیل یوم الجمعة لسبع بقین من جمادی الآخرة سنة ثلاث عشرة و ھوا بن ثلاث و ستین سنة علی الصحیح والله تعالی اعلم۔

(۲) حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے ۱۳ سال بعد ہوئی نورالابصار میں ہے: کان مولدہ فی السنة الثالثة عشرة من مولدہ صلی الله تعالی علیه وسلم۔

اور وصال مبارک ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ کو ہوا اور عمر شریف ۶۳ سال یا ۶۵ سال تھی اسی میں ہے: و کان طعن عمر رضی الله تعالی عنه یوم الاربعاء لسبع بقین من ذی الحجة سنته ثلاث عشرین و بقی ثلاث ایام و توفی لاربع بقین من ذی الحجة و قیل توفی یوم الاثنین و عاش ثلاثا و ستین سنة و قیل خمسا والله تعالی اعلم۔

(۳) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت و سعادت طائف میں عام الفیل کے چھٹے سال میں ہوئی نورالابصار میں ہے: و ولد عثمان رضی الله عنه بالطائف فی السنة السادسة من عام الفیل۔

اور وصال مبارک بروز جمعہ ۷ یا ۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو ہوا اسی میں ہے: قتل عثمان رضی الله عنه بالمدینة فی ذی الحجة یوم الجمعة لثمان او سبع خلت منه یوم الترویة سنة خمس و ثلاثین من الهجرة اور عمر شریف ۸۷ یا ۸۸ سال تھی و عاش سبعا و ثمانین سنة و قیل ثمانین والله تعالی اعلم۔

(۴) حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی ولادت باسعادت مکہ بروز جمعہ ۱۳ رجب المرجب عام الفیل کے ۲۳ سال میں ہوئی ہجرت کے ۲۳ سال قبل یا ۲۵ سال قبل ہوئی تھی نورالابصار میں ہے: ولد رضی الله تعالی عنه بمکة داخل البیت الحرام علی قول یوم الجمعة ثالث عشر رجب الحرام سنة ثلاثین من عام الفیل قبل الهجرة بثلاث وعشرین سنة وقیل بخمس وعشرین..

الخ اور وصال مبارک ۱۳ رمضان المبارک ۴۰ھ کو ہوا اور عمر شریف ۶۵ سال یا ۶۳ سال تھی اسی میں ہے: وتوفی لیلة الاحد لثالثة عشر من رمضان سنة اربعین وکان عمرہ اذ ذاك خمسا و ستین سنة وقیل ثلاثا و ستین۔

اور راجح قول پر ۲۱ رمضان المبارک کو وصال ہوا ''اکمال'' میں ہے: لثمانی عشرة لیلة خلت من شهر رمضان سنة اربعین و مات بعد ثلث لیال من ضربة والله تعالی اعلم۔

(۵) امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت ۱۵ رمضان المبارک ۳ھ کو ہوئی اور وصال مبارک ۵۰ھ یا ۴۹ھ کو ہوا ''اسعاف الراغبین'' میں ہے: ولد رضی الله تعالی عنه فی النصف من شهر رمضان سنة ثلث من الهجرة علی الاصح ومات سنة خمسین ماعلیه الاکثروقیل سنة تسع و اربعین والله تعالی اعلم۔

(۶) حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولادت باسعادت ۵ شعبان المعظم ۴ھ کو ہوئی ''اسعاف الراغبین'' میں ہے: ولد لخمس خلون من شعبان سنة اربع علی الاصح۔

اور وصال مبارک ۱۰ محرم الحرام ۶۱ ھ کو ہوا۔ اسی میں ہے: و ذلك يوم الجمعة يوم عاشوراء سنة احد ی و ستين بكربلاء و الله تعالى اعلم۔

(۷) حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت ۸۰ھ یا ۸۳ھ کو ہوئی "نورالابصار" میں ہے: ولد جعفر الصادق بالمدينة سنة ثمانين من الهجرة وقيل سنة ثلث و ثمانين قال بعضهم والاوّل اصح اور وصال مبارک ۱۵ رجب المرجب ۱۴۸ھ میں ہوا "اسعاف الراغبین" میں ہے: مات ايضا مسموما سنة ثمان و اربعين و مائة والله تعالى اعلم۔

(۸) حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر میں رسول کریم ﷺ سے صرف تین سال بڑے تھے اور وصال مبارک جنگ اُحد ماہ شوال المکرم ۳ھ کو ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

مرکزی دارالافتاء، ۸۲/سوداگران بریلی شریف

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم۔ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

نماز میں درود ابراہیمی پڑھنا افضل ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں تشہد کے بعد کون سا دُرود پاک پڑھتے تھے؟ مع حوالہ جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

المستفتی نواب حسین قصبہ میرگنج ضلع بریلی شریف

الجواب:- حضور تاجدار عرب وعجم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دُرود ابراہیمی پڑھتے تھے۔ اور یہی دُرود سب سے افضل ہے۔ کمافی کتب الاحادیث حضرت شیخ محدث دہلوی علیہ نے "مدارج النبوۃ" میں فرمایا آنحضرت بعداز دُرود دعا می کرد واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ج ا ص ۴۳۲)

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

مرکزی دارالافتاء، ۸۲/سوداگران بریلی شریف

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم۔ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

لے پالک پرورش کرنے والے کے ترکہ سے محروم

مکری جناب مفتی صاحب...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

عرض خدمت یہ ہے کہ جناب انتظار حسین صاحب کے پاس کوئی اولاد اپنی نسل سے نہیں ہے۔ اس لئے انہوں نے بڑے بھائی عبدالحفیظ صاحب کا لڑکا لیکر اپنی ذمہ داری پر ہمیشہ کیلئے پرورش کر رہے تھے۔ اسی درمیان ۱۵/اکتوبر ۱۹۹۵ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اور اب ان کی اہلیہ خاتون بیگم زوجہ انتظار حسین کی ذمہ داری میں پرورش ہو رہی ہے۔ اب وہ لڑکا بنام ضیاالاسلام کی عمر ۱۸/سال ہے اللہ کے فضل سے عقلمند بالغ اور ہوشیار ہو چکا ہے۔ اور اپنی چچی خاتون بیگم صاحبہ کو اپنی امی کی طرح مانتا ہے اور وہ اپنے بیٹے کا درجہ دیتی ہیں اور یہی ضیاءالاسلام ان کی آخری عمر تک امی کا حق ادا کرتے رہیں گے۔

لہٰذا حضور والا سے گذارش ہے کہ یہ رشتہ اسلام کی روشنی میں کیسا ہے؟ قرآن وحدیث سے مفصل و مدلل تحریر فرمائیں۔ آپ کی عین نوازش ہوگی۔ فقط والسلام

(مسماۃ) خاتون بیگم زوجہ انتظار حسین

ساکن پرتاپور ڈاکخانہ پرتاپور تحصیل کاشی پور ضلع ادھم سنگھ نگر یوپی

الجواب:- جو لوگ لاولد ہوتے ہیں اور رشتہ دار کے بچہ کو لیکر پالتے ہیں تو اس کا پالنا جائز ہے اور اس بچہ سے خدمت لینا بھی جائز ہے اور وہ اپنی حیات میں اس بچہ کو جس چیز کا مالک بنا کر قبضہ دیدیں تو وہ اس کا مالک بھی ہو جائیگا مگر وہ حقیقی بیٹا نہیں ہے اور اس کے مرنے پر ترکہ نہیں پائیگا اور اسکو اسکے باپ کا نام لیکر پکارا جائے قرآن عظیم کا حکم ہے: ادعوهم لا بائهم ان کو انکے باپ کا نام لیکر پکارو

هو اقسط عند الله فان لم تعلموا اباء هم فاخوا نكم في الدين۔

یعنی یہ اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے پھر اگر تمہیں انکے باپ معلوم نہ ہوں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور ارشاد ہے: ماجعل الله ادعياكم ابناء كم ذلكم قو لكم بافوا هكم۔

اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا بنایا یہ تمہارے اپنے موہنھ کا کہنا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

مرکزی دارالافتاء،۸۲،سوداگران بریلی شریف

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

تین طلاق معلق میں تین سے بچنے کا حیلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا اگر تو اپنی بہن کے گھر گئی تو تجھے طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے اس جملہ میں وقوع طلاق معلق ہے دخول دار پر دریافت طلب امر یہ ہے کہ تجھے طلاق ہے یعنی پہلا جملہ صرف معلق ہو اور دوسرا تیسرا سے فوراً واقع ہو جائے یا تینوں معلق ہوں یہاں دونوں احتمال ہے تو اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ حوالہ سے مبرہن فرمائیں۔

المستفتی محمد اصطفی عالم ضلع پورنیہ بہار

الجواب:- اگر ہندہ بہن کے گھر جائیگی تو ہندہ پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور یہ تعلیق ہے فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: رجل قال لا مراته اگر تو بخانہ مادر روی ترا طلاق فذهبت الى باب دارها ولم تد خل اختلف المشائخ منه الصحيح انها لا تطلق لانهم يريدون بهذ المنع عن الدخول فلا تطلق بدونه اور تین طلاق سے بچنے کا حیلہ یہ ہے کہ ہندہ کو ایک طلاق دیدے جب عدت گزر جائے اور عدت میں رجعت نہ کرے اور عدت گزرنے پر عورت نکاح سے باہر ہو جائے گی پھر ہندہ اپنی بہن کے گھر جائے پھر ہندہ سے نکاح کر لے اور ہندہ اپنی بہن کے یہاں آتی جاتی رہے گی طلاق نہ پڑے گی۔ فتاویٰ رضویہ جلد خامس میں ہے: لانه لما ابانها و انقضت العدة لم يبق محلا للطلاق فاذا حنث بعده نزل الجزا المعلق ولم يصادف محلا فمضى هملا وقد انتهى اليمين لعدم ما يدل على التكرار فاذا تزوجها بعد الذهاب الى بيت الاخت لم يحنث درمختار میں ہے تنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقاً لكن ان وجد فى الملك طلقت و الا لا فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار ان يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين والله تعالى اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

مرکزی دارالافتاء،۸۲،سوداگران بریلی شریف

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم۔ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

شوہر پر فرض ہے کہ بیوی سے حسن سلوک کرے یا طلاق دے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ: زید نے فاطمہ سے دو سال پہلے شادی کی نکاح کے بعد شوہر تقریباً بیوی سے ڈیڑھ سال دور رہا اور بیوی کے حقوق کو پورا نہیں کیا اور نان ونفقہ کا بھی خیال نہیں کرتا تو کیا ایسی صورت میں فاطمہ کی نکاح خود بخود ختم ہو جائے گا؟ اور کیا طلاق خود بخود ہو جائیگی؟ اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی آپ خاں ابن ثابت شاہ

صدر انجمن تنظیم المسلمین مرول اندھیری ایسٹ ممبئی

الجواب: - صورت مسئولہ میں زید اپنی بیوی کو نان ونفقہ نہ دینے کے سبب سخت گنہگار ظالم جفا کار ہے۔ اس پر فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی کو حسن وسلوک کے ساتھ رکھے اور ظلم و زیادتی سے زدوکوب سے باز آئے توبہ کرے، اور اگر رکھنا نہیں چاہتا ہے تو اسے ایک طلاق دیکر آزاد کر دے کہ ادھر میں لٹکائے رکھنا حرام ہے قال اللہ تعالی فامسکو ھن بمعروف او سرحو ھن بمعروف بعد طلاق و عدت فاطمہ آزاد ہوگی جس سے چاہے نکاح کر سکے گی۔ تا وقتیکہ زید طلاق نہ دیدے وہ کسی دوسرے سے نکاح نہ کر سکے گی دوسرے سے نکاح کرنا حرام قطعی ہے قال تعالی والمحصنت من النساء وقال اللہ تعالی بیدہ عقدۃ النکاح نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے اور وہ گرہ طلاق ہے، اور اہل سنت و جماعت کو بدمذہبوں دیوبندیوں سے مسائل معلوم کرنا، نکاح فسخ کرانا جائز نہیں اور نہ ہی ان کے فسخ کرنے سے نکاح فسخ ہوگا۔ بلکہ وہ بدستور زید کی بیوی ہے۔ البتہ ان سے نکاح فسخ کرانے مسئلہ معلوم کرنے سے توبہ کریں۔ حقوق زوجہ پر قادر نہیں اس کا کیا مطلب؟ اگر وہ نامرد ہو تو اسکی تفصیل لکھ کر دوبارہ معلوم کریں واللہ تعالی اعلم۔

کتبہ محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی

مرکزی دار الافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف

صح الجواب واللہ تعالی اعلم قاضی محمد عبد الرحیم بستوی غفرلہ

مرتد و مرتدہ کا نکاح
دنیا میں کسی سے جائز نہیں

سوال نمبر ۱: - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید نے اپنی لڑکی کا نکاح دیوبند سے کیا نکاح پڑھانے والے امام کو پتہ نہیں بعد میں تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ وہ شخص دیوبندی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا ایسی صورت میں نکاح جائز ہوا یا نہیں براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عطا فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

سوال نمبر ۲: - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید نے کہا کہ صلاۃ حضور ﷺ کے زمانے میں ہوا کرتی تھی اب لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سو جایا کرتے تھے انکے جاگنے کے لئے صلاۃ پڑھی جاتی تھی اب کیوں پڑھی جاتی ہے؟ وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں آپ کی نوازش ہوگی۔

سوال نمبر ۳: - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید جان بوجھ کر اپنی لڑکی کا نکاح کسی دیوبندی کے لڑکے سے کردیا ایسی صورت میں زید سے تعلق رکھا جائے یا نہیں؟

الراقم محمد کرامت علی خاں

شیشم کھیڑے ضلع بریلی شریف

الجواب: - دیوبندی بدعقیدہ اور بسبب توہین اللہ ورسول (جل جلالہ و ﷺ) کافر مرتد بے دین ہیں یہاں تک کہ علمائے حرمین شریفین نے فرمایا من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر جوان کے کفریات پر مطلع ہوکر ان کے کفر عذاب میں شک کرے وہ بھی انہیں کی طرح ہے اور دربارہ مرتد و مرتدہ حکم شرع یہی ہے کہ ان کا نکاح کسی سے جائز نہیں ہے "فتاوی عالمگیری" میں ہے: لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ و کذالک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد لہذا صورت مسئولہ میں ہے زید کی لڑکی کا نکاح نہ ہوا وہ فوراً اس سے علیحدہ ہو جائے توبہ کرے اور اگر واقعی امام نے لاعلمی میں نکاح پڑھایا تو اس پر الزام نہیں ہاں جو لوگ جانتے ہوئے اس نام کے نکاح میں شریک ومعاون ہوئے وہ سب سخت گنہگار حرام کار ہیں ان پر بھی توبہ لازم ہے توبہ کریں تاوقتیکہ سب لوگ توبہ نہ کریں مسلمان ان سے ترک تعلق کرے قال اللہ تعالی فلا تقعد بعد الذکری مع القوم

الظلمین بعد توبہ صحیح تعلقات قائم کرے اور جو لوگ لاعلمی میں شریک و معاون ہوئے ان پر الزام نہیں ہے لڑکی اس سے علیحدہ ہو جائے البتہ قانونی گرفت سے بچنے کے لئے کچہری سے آزادی حاصل کرے تاکہ بعد میں وہ پریشان نہ کرے کہ اگرچہ کچہری کی آزادی شرعاً کچھ نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲:- صلاۃ جائز ہے فقہ میں اسے تثویب کہتے ہیں جو جائز ہے مختصر الوقایہ میں ہے: التثویب حسن فی کل صلاۃ درمختار میں ہے یثوب فی الکل للکل بما تعارفوہ الافی المغرب اسی میں ہے التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الاخر سنۃ سبعماۃ واحدی و ثمانین فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب ثم فیہا مرتین وھو بدعۃ حسنۃ لوگوں کا کہنا غلط ہے صلاۃ بند نہ کی جائے تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ دوم دیکھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳:- زید نے غلط کیا اس کی لڑکی کا نکاح دیوبندی سے نہ ہوا زید سخت گنہگار حرام کار ہے اس پر توبہ فرض ہے توبہ کرے اور اپنی لڑکی کو اس سے علیحدہ کرنے کی سعی کرے اور وہ علیحدہ ہو جائے توبہ کرے تاوقتیکہ وہ توبہ صحیحہ نہ کرے مسلمان اس سے ترک تعلق کریں بعد توبہ صحیحہ شامل کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم۔ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

مرتدہ کا نکاح پڑھانے والے امام کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

سوال ۱:- ابھی چند ماہ قبل دو مقام پر نکاح خوانی تھی جس میں عرب کے شاہ مسجد کے خطیب امام کو نکاح پڑھانے کے لئے کہا گیا مگر مسجد کے امام نکاح پڑھانے نہیں گئے لڑکی والے دیوبندی مسجد سے اپنا تعلق رکھتے ہیں وہیں جا کر نماز پڑھاتے ہیں یہاں تک کہ نماز جنازہ وغیرہ مگر لوکو جامع مسجد کے امام و خطیب نے جو سنی ہیں دونوں جگہ نکاح پڑھایا سنی امام سے یہ لوگ اس لئے نکاح پڑھانا چاہ رہے تھے کہ لڑکے والے جہاں سے برات آئی تھی سنی تھے اور اس لئے مجبوراً لڑکی والے سنی امام سے نکاح پڑھانا چاہ رہے تھے لوکو امام کا وہاں جا کر نکاح پڑھانا کیسا ہے؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

سوال ۲:- مسجد کا موذن اذان پنجگانہ کے علاوہ بعض وقت نماز بھی پڑھاتا ہے مگر موذن صحیح نہیں پڑھاتا یہاں تک کہ دونوں کے پاؤں کی حالت سجدہ میں تین انگلیاں بھی نہیں لگاتا ہے بتانے پر بھی عمل نہیں کرتا ہے آج تک اسی حالت میں جتنی نمازیں پڑھایا وہ نمازیں ہوئی یا نہیں اور جو لوگوں کا پڑھایا آج بھی پڑھ رہے ہیں ان سب کی بھی نمازیں ہوئیں یا نہیں؟

سوال ۳:- جس کا شراب پینا ظاہر ہو وہ اگر قرآن خوانی میلاد خوانی کھانے کی دعوت کرے اس کے یہاں جانا کیسا ہے؟ جو لوگ جانتے ہوئے اس کے یہاں میلاد کریں دعوت کھائیں ان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر واقعی لڑکی والے دیوبندی عقائد کے سبب دیوبندی کے پیچھے ان کی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ بھی انہیں کی طرح مرتد بے دین ہیں اور لڑکی جب دیوبندیہ ہے تو اس کا نکاح پڑھانا ضرور حرام و گناہ ہے کہ مرتد و مرتدہ کا نکاح ہی نہیں ہے وہ اگر اپنے ہم مذہب سے بھی کرے جب بھی نکاح نہ ہوگا بلکہ عالم میں نکاح نہ ہوگا بسوط امام شمس الدائمہ سرخی پھر فتاوی

عالمگیری میں ہے:لا یجوز للمرتدان تیزوح مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلِة و کذلك لایجوز نکاح المرتدة مع احد

لہٰذا جانتے ہوئے جس امام نے پڑھایا یا وہ ضرور سخت گنہگار حرام کار ہے اور جو لوگ جانتے ہوئے اس امام کے نکاح میں شریک و معاون ہوئے وہ سب بھی سخت گنہگار ٹھہرے سب پر توبہ لازم ہے توبہ کریں اور امام جب تک توبہ نہ کرے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی یعنی پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب ہے بعد توبہ صحیحہ اس کے پیچھے نماز جائز ہے جب کہ اور کوئی وجہ شرعی مانع امامت نہ ہو اور یہ نکاح نہ ہوا وہ لڑکا اس دیوبندیہ سے علیحدہ ہو جائے ہاں اگر وہ اپنے عقائد کفریہ باطلہ سے توبہ صحیحہ کرکے تجدید ایمان کرے تو بعد توبہ تجدید ایمان اس لڑکے سے ہو سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲:- جو صحیح القراۃ نہ ہو وہ لائق امامت نہیں ہے اور سجدہ میں پاؤں کی تین تین انگلیاں لگنا واجب ہیں اگر نہیں لگے گی تو نماز واجب الاعادہ ہوگی جتنی نمازیں اس طرح پڑھیں کہ انگلیاں نہیں لگیں تو ان نمازوں کا اعادہ واجب ہے اور ایسے کو امام نہیں بنائیں کہ امام کا صحیح القرات ہونا بھی شرط ہے اور اذان دینے والا بھی صحیح تلفظ ادا کرکے اذان دے اگر اذان صحیح نہ ہو تو دوسرے صحیح خواں سے پڑھوائے اور وہ اپنے مخارج صحیح کرکے نماز اس کی صحیح طور سے ادا ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳:- اس کے یہاں کھانا دعوت وغیرہ میں نہ جائے نہ کھائیں ہاں میلاد پڑھ سکتے ہیں اور زجراً میلاد سے منع کر سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم۔ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

رحمت یزداں صلی اللہ علیہ وسلم

جب گھٹا کفر کی چھانے لگی طوفاں بن کر
آپ مبعوث ہوئے رحمت یزداں بن کر

رکھ دیئے پاؤں شہنشاہ دوعالم نے جہاں
وہ جگہ جھوم اٹھی خلد نگاراں بن کر

درد مندوں کو کہیں بھی نہ ٹھکانہ ملتا
میرے سرکار نہ آتے جو مہرباں بن کر

اک کرن مل گئی خورشید مدینہ کی جسے
وہ دیا ہوگیا روشن مہ تاباں بن کر

چھا گئی جب بھی خیالوں پہ مدینے کی بہار
دھڑکنیں دل کی مچلنے لگیں ارماں بن کر

روز محشر وہی حقدار شفاعت ہوگا
زندگی جس نے گزاری ہے مسلماں بن کر

ہم نے فردوس میں جانے کے لئے اے مظہر
راستہ ڈھونڈھ لیا حافظ قرآں بن کر

حافظ محمد مظہر حسن خاں اویسی القادری

خادم مدرسہ دعوۃ الصغریٰ، میدان پورہ بلگرام شریف

قیامت کی نشانیاں احادیث کی روشنی میں

از:- جانشین حضور مفتی اعظم ہند فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی
رسولہ الکریم

عن زید بن واقد عن مكحول عن علی قال قال رسول الله ﷺ: من اقترب الساعة إذا رايتم الناس أضاعوا الصلاة، وأضاعوا الأمانة، واستحلوا الكبائر، وأكلوا الربا، وأخذوا الرشى، و شيدوا البناء، وأتبعوا الهوى، وباعوا الدين بالدنيا، واتخذوا القرآن مزامير، واتخذوا جلود السباع، صفافا، والمساجد طرقاً والحرير لباساً،وكثر الجور، وفشا الزنا، و تهاونوا بالطلاق، وائتمن الخائن ،وخون الأمين، وصار المطر قيظا، والولد غيظا وأمراء فجرة ، ووزراء كذبة ، وأمناء خونة، وعرفاء ظلمة، وقلت العلماء ،وكثرت القراء، وقلت الفقهاء ، وحليت المصاحف و زخرفت المساجد، وطولت المنابر، وفسدت القلوب ، واتخذوا القينات ، واستحلت المعازف، وشربت الخمور ، وعطلت الحدود، ونقصت الشهور، ونقضت المواثيق ،وشاركت المرأة زوجها فی التجارة، وركب النساء البراذين، وتشبهت النساء بالرجال والرجال بالنساء،ويحلف بغير الله، ويشهد الرجل من غير أن يستشهد ،وكانت الزكلة مغرما، والامانة مغنماً ، وأطاع الرجل امرائتہ وعق أمه وأقصى أباه ،وصارت الامارات مواريث ، وسب آخر هذه الأمة اولها، وأكرم الرجل اتقاء شره ، وكثرت الشرط ، وصعدت الجهال المنابر ولبس الرجال التيجان ، وضيقت الطرقات ، وشيد البناء واستغنى الرجال بالرجال والنساء ،وكثرت خطباء منابركم، وركن علمائوكم إلى ولا تكم فاحلوا لهم الحرام وحرموا عليهم الحلال وأفتوهم بما يشتهون، و تعلم علمائوكم العلم ليجلبو به دنانير كم ودراهمكم واتخذتم القرآن تجارة ، وضيعتم حق الله فی اموالكم ، وصارت أموالكم عند شراركم، وقطعتم أرحامكم، وشربم الخمور فی ناديكم ولعبتم بالميسر، وضر تم بالكبر والمعزفة والمزامير، ومنعتم محاويجكم زكاتكم ورأيتموها مغر ما ،

وقتل البريء لغيظ العامة بقتله واختلفت أهواء وكم، وصار العطاء في العبيد والسقاط، وطفف المكائيل والموازين، ووليت أموركم السفهاء. (أبو الشيخ في الفتن وعويس في جزئه والديلمي)

(كنز العمال جلد ١٤ ص ٥٧٣ - ٥٧٤).

حضرت زید ابن واقد سے روایت ہے انہوں نے مکحول سے روایت کی انہوں نے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ہے جب تم دیکھو لوگوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور امانت کو رائیگاں کر دیا اور کبیرہ گناہوں کو حلال ٹھہرایا، اور سود خوری اور رشوت ستانی کی اور مکان پختہ بنائے اور خواہشوں کی پیروی کی اور دین کو دنیا کے بدلے بیچا اور قرآن کو گانا ٹھہرادیا (یعنی گانے کے طور پر اتار چڑھاؤ کے ساتھ قرآن پڑھیں گے، یا ساز کے ساتھ قرآن کی تلاوت کریں گے، اور غالبًا یہ پچھلی بات بھی واقع ہوگئی اور پہلی بات تو قرائے زمانہ میں عام ہے) اور جب تم دیکھو لوگوں نے درندوں کی کھالوں کو بطور زین استعمال کیا، اور مسجدوں کو راستہ بنالیا اور مردوں نے ریشم کو پہنا وا ٹھہرالیا اور جب ظلم زیادہ ہو اور زنا عام ہو اور طلاق معمولی بات سمجھی جائے اور خائن کے پاس امانت رکھی جائے، اور امین کو خائن ٹھہرایا جائے اور بارش شدت گرمی ہو جائے (غالبًا مطلب یہ ہے کہ بارش کم ہو اور خشک سالی عام ہو۔ یا بارش کا اثر یعنی سبزہ اور خنکی ہوا مرتب نہ ہو) اور جب اولاد دل کی گھٹن ہو جائے اور بدکار امرا اور جھوٹے وزیر اور خائن امیر اور ظالم محتسب ہوں، اور علماء اہل ثروت کیلئے سینوں پر ہاتھ رکھ کر جھکیں، اور قرا بکثرت ہوں۔ اور فقہاء کی قلت ہو اور مصاحف سونے چاندی سے مزین کئے جائیں۔ اور مسجدیں آراستہ کی جائیں۔ اور منبر دراز کیئے جائیں، اور دل فاسد ہو جائیں اور لوگ گانے والیاں رکھیں اور باجے حلال ٹھہرائے جائیں اور شراب پی جائے اور اللہ کے حدود معطل کیئے جائیں اور مہینے گھٹ جائیں اور عہد وپیماں توڑے جائیں۔ اور عورت اپنے شوہر کی تجارت میں شریک ہو اور عورتیں ترکی گھوڑوں پر بیٹھیں اور عورتیں مردوں سے اور مرد عورتوں سے مشابہت کریں اور غیر اللہ کی قسم کھائی جائے اور آدمی گواہی میں سبقت کرے بغیر اس کے کہ گواہی طلب کی جائے اور زکوۃ تاوان ٹھہرے اور امانت مال غنیمت اور مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور ماں کی نافرمانی کرے اور باپ کو دور رکھیں اور عہدے میراث ہو جائیں اور اس امت کے پچھلے لوگ اگلوں کو گالیاں دیں (اسکے مصداق رافضی، وہابی، خارجی ہیں) اور آدمی کی عزت اسکی شر کے ڈر سے ہو۔ اور سپاہیوں کی کثرت ہو اور جاہل منبر پر چڑھیں اور مرد تاج پہنیں اور راستے تنگ ہوں اور رہائش کے مکان اونچے پختہ بنیں، اور مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے بے نیاز ہوں اور تمہارے منبر کے خطیب بکثرت ہوں اور تمہارے علمائے تمہارے والیوں کی طرف جھکیں، تو ان کے لئے حرام حلال ٹھہرادیں اور حلال کو حرام کردیں اور ان کو من چاہا فتویٰ دیں اور تمہارے علماء علم اسلئے سیکھیں کہ تمہارے رئیسوں کے دینار و درہم اکٹھا کریں اور تم قرآن کو تجارت ٹھہرالو اور تمہارے مالوں میں جو اللہ کا حق ہے اسے ضائع کردو اور تمہارے مال تمہارے اشرار کے قبضوں میں ہوں اور تم اپنے رشتوں کو کاٹو اور اپنی مجلسوں میں شراب پیو اور جوا کھیلو اور طبلہ بجاؤ اور مزامیر کے آلات بجاؤ اور اپنے محتاجوں کو اپنی زکوۃ نہ دو اور زکوۃ کو تاوان سمجھو اور بے گناہ کا قتل ہو تا کہ عام لوگ اس کے قتل سے گھٹیں اور تمہارے خیالات مختلف ہوں اور بخششیں غلاموں میں اور کم مرتبہ لوگوں میں عام ہوں اور پیمانے اور ترازوئیں کم ہوں (یعنی کم تولیں) اور تمہارے امور کے والی بے وقوف لوگ ہوں۔

تشریح وتصریح و تفصیل

جب تم دیکھو لوگوں نے نماز کو ضائع کر دیا

یعنی نماز کو ضائع کرنا چند طور سے ہے۔ نجاست سے پرہیز نہ کرے، کپڑے میں اس قدر نجاست ہو جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا ناپاک جگہ میں نماز پڑھے یا وضو صحیح طور پر نہ ہو یا نماز میں کوئی شرط یا رکن ادا نہ ہو یا معاذ اللہ دل طہارت باطنی ونور ایمانی سے خالی ہو، بایں طور کہ اللہ ورسول جل وعلی ﷺ کی تعظیم سے خالی ہو اور ضروریات دین میں سے کسی امر ضروری دینی مثلاً اللہ کی یا کسی نبی کے علم غیب یا خاتم الانبیاء (ﷺ) کی ختم نبوت وغیرہ کا منکر ہو اگرچہ زبان سے کلمہ پڑھتا ہو، اور یہ آخری صورت بدترین حالت ہے۔ جس میں نماز ہی کو رائیگاں کرنا نہیں بلکہ ایمان کو بھی ضائع کرنا ہے (اور اس کے مصداق وہابیہ، دیابنہ، قادیانی، روافض اور تمام منکرات ضروریات دین ہیں) انہیں کیلئے مخبر صادق ﷺ نے غیب کی سچی خبر دی سیصلی قوم لا دین لھم یعنی ایک ایسی قوم نماز پڑھے گی جس کا دین نہ ہوگا (کنز العمال) ان تمام صورتوں میں نماز اصلا ہوتی ہی نہیں اگرچہ ظاہری صورت نماز کی دیکھنے میں آتی ہے، اور نماز کو رائیگاں کرنے کی یہ صورت بھی ہے کہ اصلا نماز نہ پڑھیں، نماز کو ضائع کرنا یہ بھی ہے کہ رکوع وسجود میں طمانیت جو کہ واجب ہے نہ کرے۔ اس طرح واجبات نماز میں سے کوئی واجب چھوڑ دینا، یا خشوع وخضوع کے بغیر نماز پڑھنا ان صورتوں میں تضییع صلات لازم آتی ہے۔

نماز کو ضائع کرنا

بخاری شریف میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ انہوں نے دیکھا ایک شخص کو کہ رکوع وسجود کامل طور پر نہیں کر رہا تھا، جب اس نے اپنی نماز پوری کی تو حضرت حذیفہ نے کہا تو نے نماز نہیں پڑھی راوی کا بیان ہے میں گمان کرتا ہوں کہ حضرت حذیفہ نے اس شخص سے کہا کہ اگر تو اس حالت پر مرا تو تو سنت محمد ﷺ پر نہ مریگا۔ اور نماز کو ضائع کرنا یہ بھی ہے کہ وقت گذار کر پڑھے۔ اسی بخاری شریف میں حضرت زہری سے روایت کیا وہ کہتے ہیں کہ میں دمشق میں انس ابن مالک کی خدمت میں حاضر ہوا وہ روتے تھے تو میں نے عرض کی کہ آپ کے رونے کا سبب کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا میں نبی علیہ السلام کے زمانے کی کوئی چیز نہیں پہچانا سوائے اس نماز کے اور یہ نماز بھی ضائع کر دی گئی۔

(بخاری شریف باب تضیع الصلاۃ عن وقتھا ص ۱۹۷-۱۹۸)

نماز میں خشوع و خضوع کا طریقہ

یعنی یہ حدیث نماز کو اس کا وقت گزار کر ادا کرنے کے بیان میں امام بخاری نے ذکر کی۔ نیز طبرانی میں انہیں انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی، فرماتے ہیں فرمایا حضور ﷺ نے جو نمازیں ان کے وقتوں پر پڑھے اور ان کا وضو کامل ہو اور نمازوں میں قیام خشوع ورکوع وسجود کامل طور پر کرے، تو اسکی نماز سفید چمکتی ہوئی نکلتی ہے، کہتی ہے اللہ تیری حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی اور جو ناوقت نماز پڑھے اور وضو کامل نہ کرے اور نہ خشوع و رکوع وسجود تمام کرے تو اسکی نماز نکلتی ہے سیاہ اندھیری، کہتی ہے اللہ تجھے ضائع کرے جیسا کہ تو نے مجھے ضائع کیا یہاں تک کہ جب اس جگہ پر پہونچتی ہے جہاں اللہ چاہتا ہے، لپیٹ دی جاتی ہے جیسے کہ پرانا کپڑا لپیٹ دیا جاتا ہے پھر اس نمازی کے مونھ پر ماردی جاتی ہے۔

اسی کے ہم معنی حضرت عبادہ ابن ثابت سے مروی ہے اور کعب ابن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی فرمایا ہم پر رسول اللہ ﷺ جلوہ گر ہوئے اور سات نفر تھے۔ چار ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے اور تین ہمارے عربوں میں سے ہم لوگ حضور ﷺ کی مسجد پر اپنی کمر ٹکائے تھے تو فرمایا تم لوگ کس لئے بیٹھے ہو، ہم نے عرض کیا ہم بیٹھے ہیں نماز کے

انتظار میں تو حضور ﷺ تھوڑی دیر ٹھہرے پھر ہم پر توجہ فرمائی تو فرمایا جان لو کہ تمہارا رب فرماتا ہے جو پانچوں نمازیں ان کے وقتوں پر پڑھے اور ان نمازوں کی پابندی کرے اور ان کے آداب کی حفاظت کرے اور نمازوں کو ضائع نہ کرے۔ اور نمازوں کو ناحق تساہل سے ضائع نہ کرے۔ تو اس کیلئے میرے اوپر عہد ہے کہ میں اس کو جنت میں داخل کروں اور جو ان نمازوں کو ان کے وقتوں پر نہ پڑھے اور ان کے آداب کی حفاظت نہ کرے اور ناحق تساہل سے انہیں ضائع کردے تو اس کے لئے میرے اوپر کوئی عہد نہیں چاہوں تو عذاب دوں اور چاہوں تو بخش دوں۔

اس حدیث کو روایت کیا طبرانی نے ''اوسط'' میں اور ''کبیر'' میں اور امام احمد کے الفاظ یوں ہیں راوی نے کہا اس دوران کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں بیٹھا تھا ہم لوگ حضور ﷺ کی مسجد کی طرف اپنی کمر لگائے تھے، اتنے میں حضور ﷺ حجرۂ مقدسہ سے باہر تشریف لائے، نماز ظہر کے وقت میں تو فرمایا: اسکے بعد امام احمد نے مذکورہ بالا حدیث کے ہم معنی روایت کی۔

امانت کو رائیگاں کرنا

یعنی امانت کو اسکے مستحق تک نہ پہونچایا اور حدیث میں لفظ امانت عام ہے جو مال، علم، عمل سب کو شامل ہے، خازن میں زیر آیت کریمہ:

ان اللہ یأمرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا۔

(یعنی بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو۔ کنز الایمان)

یہ آیت تمام امانت کو شامل ہے تو اسکے حکم میں ہر وہ امانت داخل ہے جس کی ذمہ داری انسان کو سونپی گئی ہے اور یہ تین قسم پر ہے، پہلی یہ کہ اللہ کی امانت کو ملحوظ رکھے۔ اور یہ اللہ کے احکام بجا لانا اور ممنوعات سے پرہیز کرنا ہے، حضرت عبد اللہ ابن مسعود کا قول ہے کہ امانت ہر شے میں لازم ہے یہاں تک کہ وضو اور جنابت سے پاکی کیلئے غسل نماز، زکوۃ، روزہ اور ہر قسم کی عبادات میں۔ اور دوسری قسم یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس میں اللہ کی امانت ملحوظ رکھے اور وہ اللہ کی وہ نعمتیں ہیں جو اللہ نے بندے کے تمام اعضاء میں رکھی ہیں، تو زبان کی امانت یہ ہے کہ زبان کو جھوٹ غیبت چغلی وغیرہ خلاف شرع باتوں سے محفوظ رکھے اور آنکھ کی امانت یہ ہے کہ محرمات پر نگاہ سے آنکھ کو بچائے۔ اور کان کی امانت یہ ہے کہ لغو، بے حیائی اور جھوٹی باتیں اور اسکے مثل خلاف شرع باتیں سننے سے پرہیز کریں۔ تیسری قسم یہ ہے کہ بندہ اللہ کے بندوں کے ساتھ معاملات میں امانت کا لحاظ رکھے۔

لہٰذا اس پر ودیعت اور عاریت کا ان لوگوں کو لوٹانا ضروری ہے جنہوں نے اس کے پاس یہ امانتیں رکھیں اور اس میں ان کے ساتھ خیانت کرنا منع ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امانت اس کو پہونچا جس نے تیرے پاس امانت رکھی اور اس کے ساتھ خیانت نہ کر جس نے تیرے ساتھ خیانت کی۔

ابو دائو و ترمذی فقال حدیث حسن غریب۔

اسی میں ناپ اور تول کو پورا کرنا داخل ہے۔ لہٰذا ان میں کمی کرنا حرام ہے اور اس کے امور میں امیروں اور بادشاہوں کا رعیت کے ساتھ اور علماء کا عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی داخل ہے، تو یہ تمام چیزیں اس امانت کی قبیل سے ہیں جس کا ان کے مستحقین کو پہونچانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا۔ بغوی نے اپنی سند سے روایت کی فرماتے ہیں کم ایسا ہوا کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا اور یہ نہ فرمایا ہو کہ اس کا ایمان نہیں جس کے پاس دیانت داری نہیں اور اس کا دین نہیں جس کو عہد کا پاس نہیں۔

علم کو نہ چھپایا جائے

اقول:- علماء کی عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی یہی ہے کہ وہ اللہ وہ رسول (جل وعلا ﷺ) کے احکام ان تک پہونچائیں اور اہل کو وہ علم سکھائیں جو ان کے پاس انکی امانت ہے، اس کو چھپالینا امانت کو ضائع کرنا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب "الالی المصنوعه" میں اپنی سند سے سرکار سے روایت کیا:

عن عباس قال قال رسول الله ﷺ تناصحوا فی العلم و لا یکتم بعضکم بعضا فان خیانة فی العلم اشد من خیانة فی المال۔

(جلد ۱ ص ۲۰۸)

یعنی علم کے معاملے میں خیر خواہی سے کام لو اور کوئی کسی سے علم نہ چھپائے اسلئے کہ علم میں خیانت مال میں خیانت سے سخت تر ہے۔

تقریر بالا سے روشن ہوگیا اور ادائے فرضیت وامانت کا معنی خوب روشن ہوگیا اور یہ بھی معلوم ہوگیا، کہ امانت کو ضائع کرنا ان تمام مذکورہ صورتوں کو شامل ہے۔ یہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے دہن مبارک سے نکلے ہوئے ایک کلمہ کی جامعیت اور اس میں کثرت معانی کا یہ حال ہے کہ کسی کا بیان اس کا احاطہ نہیں کرسکتا۔

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

علم کو چھپانا اس سے مراد یہ ہے کہ اہل سے پوشیدہ نہ رکھے، جیسا کہ تقریر بالا میں گزرا اور خود آیت کریمہ سے یہ قید صراحۃً مستفاد ہے اور بلاشبہ یہ مال میں خیانت سے زیادہ سخت ہے، کہ بعض صورتوں میں کتمان علم سے نوبت کفر تک پہونچتی ہے، جیسے حضور ﷺ کے فضائل جلیلہ شہیرہ کثیرہ کو چھپانا اور ان کے بجائے ایسی باتیں بیان کرنا جسے تنقیص شان رسالت ہوتی ہے اور یہ اگلے زمانے میں یہودیوں کی خصلت تھی اور اب اسکے مصداق وہابیہ، دیابنہ وغیرہما ہیں۔

سرکار ابد قرار ﷺ نے فرمایا کہ ہر امت میں کچھ لوگ یہودی ہیں اور میری امت کے یہودی تقدیر الٰہی کے جھٹلانے والے ہیں (الالی المصنوعه) مفہوم حدیث سے خوب ظاہر کہ کچھ لوگوں کو سرکار ﷺ نے تکذیب اور کتمان حق کی وجہ سے یہودی فرمایا تو وہابیہ وغیرہم جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے علم غیب ہی کے منکر ہیں، اور دانستہ فضائل چھپاتے ہیں اور ضروریات دین کو نہیں مانتے، یہ بھی بلاشبہ اس حدیث کے مصداق ہیں اور وہ حدیث جس میں فرمایا کہ اس کا ایمان نہیں جس کے پاس دیانت نہیں، ان منکرین کے حق میں اپنے ظاہری معنی پر ہے تو ان کی کلمہ گوئی اصلا انہیں مفید نہیں۔

ذئاب فی ثیاب لب پہ کلمہ دل میں گستاخی
سلام اسلام ملحد کو کہ تسلیم زبانی ہے

یہاں سے ظاہر ہوا کہ حدیث میں قرب قیامت کی نشانیوں میں جو یہ فرمایا کہ کبیرہ گناہوں کو حلال ٹھہرائیں گے یہ (جملہ) فقرہ سابقہ سے مربوط ہے اور دونوں میں علاقہ سبب ومسبب کا ہے یعنی جب امانت ان سے مسلوب ہو جائے گی تو اس کا ضائع کرنا یہی ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں میں بے پرواہی کے ساتھ مبتلا ہو جائیں گے، یا معاذ اللہ انہیں دل سے حلال جان کر ایمان سے دور اور دین سے بیزار ہو جائیں گے۔ حدیث دونوں معنی کو شامل ہے اور دونوں فریق حدیث کے الگ الگ محمل کے اعتبار سے حدیث کے مصدق ہیں۔ اور دوسرا فریق یعنی جو محرمات قطعیہ کو حلال جانے مسلوب الامانت ایمان سے محروم اسلام سے خارج ہیں۔ اور اللہ کی عظمت کے لحاظ سے ہر گناہ اور ہر معصیت کبیرہ ہے، اگرچہ بعض معاصی بمقابلہ بعض کبیرہ ہیں اور بعض صغیرہ ہیں اور کبیرہ کی جامع تعریف یہ ہے کہ وہ ہر ایسی معصیت ہے جس کے مرتکب پر کتاب سنت میں وعید شدید

آئی اور جس کے ارتکاب سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے، جیسے سود خوری، یتیم کا مال کھانا، ماں باپ کی نافرمانی، قطع رحم جادو، چغلی، چھوٹی گواہی اور حاکم کے پاس ناحق لوگوں کی شکایت کرنا، زنا کی دلالی اور محارم کے معاملہ میں بے غیرتی وغیرہ یوں ہی کہ گناہ جس کے مرتکب پر لعنت وارد ہوئی اسی طرح ہر صغیرہ جس پر اصرار کرے اور بار بار اس کا مرتکب ہو۔

قال ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما لا کبیرۃ مع الاستغفار ولا صغیرۃ مع الاصرار

استغفار کے ساتھ کوئی گناہ کبیرہ نہیں رہتا اور اصرار کے ساتھ کوئی گناہ صغیرہ نہیں رہتا۔

سود خوری کی مسلمانوں میں عام

یعنی قرب قیامت کے آثار میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ سود خوری عام طور پر مسلمانوں میں پائی جائے گی، مسلمان ایک دوسرے سے سود کا لین دین کریں گے یعنی ناپ تول والی جنس کو جیسے گیہوں، سونا، چاندی وغیرہ اسی جنس کے بدلے تفاضل کے ساتھ بیچیں گے، زیادہ لینے کی شرط پر مسلمان مسلمان کو ادھار دیگا، یہاں سے معلوم ہوا کہ سود مسلمان یا مسلمان اور ذمی کے درمیان مال معصوم میں ہوتا ہے اور اس پر خود حدیث پر پہلا فقرہ کہ نماز کو ضائع کریں گے قرینہ ہے، نیز اس حدیث میں تصریح فرمائی کہ مسلمان اور حربی کافر کے درمیان سود نہیں۔ لہٰذا آج کل کفار سے زیادہ لینا سود کی حد میں نہیں آتا۔ لہٰذا ان سے بغیر بدعہدی کے جو کچھ جس طریقے سے ملے وہ مسلمان کیلئے جائز ہے۔ یہاں سے بینک اور ڈاکخانے کی منافع کے حکم معلوم ہوا تفصیل کیلئے ''رسالہ بینک'' مرتبہ مفتی قاضی عبد الرحیم بستوی ملاحظہ ہو۔

یونہی مسلم اپنے مسلمان بھائی کو قرض ادا کرنے کی صورت میں بلا شرط بطور انعام کچھ دیدے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ مندرجہ بالا تقریر سے یہ بھی روشن ہوا کہ ربا کیلئے قدر (ناپ تول) وجنس کی شرط ہے، اس صورت میں ان دونوں میں سے کوئی بات نہ پائی جائے تو سود نہ ہوگا، لہٰذا نوٹ کے بدلے نوٹ کی بیشی پر لینا دینا جب کہ یہ نقد ہو جائز ہے، (تفصیل کیلئے "کفل الفقیہ الفاھم" مصنفہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ ملاحظہ ہو) اور گیہوں اور جو وغیرہ مختلف جنس سے تفاضل کے ساتھ بیچنا جائز ہے کہ گیہوں اور جو ایک جنس نہیں اور روٹی کو گیہوں یا آٹے کے بدلے کمی یا زیادتی کے ساتھ بیچنا بھی جائز ہے اسلئے کہ یہاں جنس متحد ہے لیکن روٹی میں مقدار جو کہ شرط سود ہے مفقود ہے۔

رشوت کا لین دین عام ہو گا

پھر سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے قرب قیامت کی ایک اور نشانی یہ بتائی کہ رشوت کا لین دین لوگوں میں عام ہوگا گویا ان کے نزدیک وہ معمولی بات ہو حالانکہ اللہ ورسول (جل وعلا ﷺ) کے نزدیک معمولی بات نہیں بلکہ سخت حرام ہے، قرآن شریف میں اسکی حرمت مصرح ہے، اور حدیث میں فرمایا:

لعن اللہ الراشی والمرتشی

(مسند امام احمد جلد دوم ص ۳۸۷)

(یعنی اللہ کی لعنت ہے رشوت لینے اور دینے والے پر) یعنی رشوت لینے والا مطلقاً مستحق لعنت ہے اور دینے والا بھی اسی رسی میں گرفتار ہے، جب کہ ناجائز کام کیلئے رشوت دے یا بغیر مجبوری کے دے اور دفع ظلم اور جائز حق کی تحصیل کیلئے جب رشوت دیئے بغیر چارہ نہ ہو تو یہ صورت مستثنیٰ ہے اور دینے والا اس وعید کا مصداق نہیں۔

قرآن کو ساز کے طرز پر پڑھنا

یعنی تجوید کے قواعد کا لحاظ نہیں رکھیں گے اور قرأت کا جو طریقہ سرکار ﷺ کے زمانے سے متوارث ہے اس کی

پیروی نہ کریں گے، یعنی گانے کے طور پر اتار چڑھاؤ کے ساتھ قرآن پڑھیں گے، یا ساز کے ساتھ قرآن کی تلاوت کریں گے اور غالباً یہ پچھلی بات بھی واقع ہو گئی اور پہلی بات تو قرائے زمانہ میں عام ہے۔

(۶) اور تم دیکھو لوگوں نے درندوں کی کھالوں کو بطور زین استعمال کیا۔

اس سے شیر وغیرہ کی کھال پر بیٹھنے سے ممانعت معلوم ہوتی ہے، اور یہ ممانعت بعض حدیثوں میں وارد ہوئی اور اگر اس سے مقصود فخر و مباحات ہو تو اسے ممانعت اس کی تحریم کا فائدہ دیگی اور سرکار ﷺ نے قرب قیامت کی جو نشانیاں بیان فرمائیں یہ ساری علامت واقع ہو چکیں اس پر مشاہدہ شاہد عدل ہے۔

(۷) اور جب اولاد دل کی گھٹن ہو جائیں

اس سے مراد اولاد میں نافرمانی کی کثرت ہے اور اسکی مزید تفصیل حدیث میں آرہی ہے۔

علماء اہل ثروت کیلئے جھکیں گے

اس سے مراد علماء کے گروہ میں وہ فساق ہیں جو مال و جاہ کی لالچ میں اہل ثروت کیلئے جھکیں گے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرائیں گے اور دنیا داروں کو ان کے خواہش کے موافق فتوی دیں گے، جیسا کہ آگے اسی حدیث میں بیان ہوا، اس سے مقصود علماء اور عوام دونوں کی تحذیر و تنبیہ ہے۔

امام جلال الدین سیوطی حضرت عبد اللہ ابن مبارک سے اپنی کتاب "الالی المصنوعہ" میں حدیث روایت کرتے ہیں جس کو انہوں نے ابو معن سے روایت کیا انہوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی سہیل ابن حسان قلبی نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک وہ چکنی پھسلنی چٹان جس پر علماء کے پیر نہیں جمتے طمع ہے، اسی میں حضرت انس سے مرفوعاً مروی ہے کہ علماء اللہ کے رسولوں کے بندوں کے پاس امین ہیں جب تک بادشاہ سے نہ ملیں اور دنیا میں دخل نہ دیں۔ تو جب دنیا میں دخل دینے لگیں اور بادشاہوں سے مل جائیں تو بے شک انہوں نے رسولوں کے ساتھ خیانت کی تو ان سے دور رہو۔ مگر سارے علماء کا یہ حال نہ ہوگا۔

بخاری شریف کی حدیث میں وارد ہوا جو حضرت امیر معاویہ سے مروی ہے کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا اللہ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو فقیہ (دین کا سمجھ رکھنے والا) بناتا ہے اور میں تو بانٹنے والا ہوں، اللہ دیتا ہے، میری امت کا ایک گروہ اللہ کا حکم آنے تک اللہ کے دین پر قائم رہے گا، انکے مخالف انہیں کچھ نہ نقصان پہونچا سکیں گے۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیامت تک خیار علماء، جو شریعت کے پاسبان اور دین کے فقیہ ہیں ہوتے رہیں گے وہ خود دین پر قائم رہیں گے، اور ان کی برکت سے ان کے سچے متبعین کہ اہل سنت و جماعت ہیں دین پر قائم رہیں گے اور اس پر خود اسی حدیث میں قرینہ موجود کہ فرمایا قرا بکثرت ہوں گے اور فقہا کم رہ جائیں گے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ ایسے لوگ قیامت آنے تک آتے رہیں گے اور یہ جو فرمایا کہ قاری بکثرت ہوں گے فقرۂ سابقہ سے ملانے پر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ قاریوں کی کثرت سے ایسے لوگ مراد ہیں جو قرآن تو پڑھیں گے لیکن اس کے معنی میں فہم و تدبر سے کام نہ لیں گے اور اس طرح صحابہ کرام کا وہ طریقہ جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے جو انہوں نے لیا اور ان کے متبعین میں رائج ہوا متروک ہو جائے گا۔

حضرت ابو عبد الرحمن سلمی سے مروی ہے انہوں نے فرمایا ہم سے حدیث بیان کی ان صحابی نے جو ہم کو قرآن پڑھاتے تھے کہ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے دس آیتیں سیکھتے تھے تو دوسری دس آیتوں کی قرأت نہ شروع کرتے جب تک کہ جو ان میں علم و عمل ہے جان نہیں لیتے، انہوں نے فرمایا تو حضور ﷺ ہم کو علم و عمل دونوں

کی تعلیم دیتے تھے۔

سرکار کو قیامت کی خبر

اس حدیث جلیل سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ ﷺ کو کائنات کے تمام واقعات کی خبر ہے۔ ماضی و مستقبل سب کا علم ہے، عالم کا ذرہ ذرہ پیش نظر ہے، قرب قیامت کی نشانیاں اور خود قیامت سب مشاہدہ میں ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر اس حال میں کہ اللہ نے حضور کو اس سے مطلع فرمادیا کہ قیامت کب آئے گی، اسکی تعین لوگوں سے پوشیدہ رکھنے کا سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کو حکم دیا بلکہ بعض احادیث سے قیامت کے احوال کا بھی پیش نظر ہونا ثابت ہے، علماء کرام کی اس رائے کی تائید ایک حدیث سے مستفاد ہوتی ہے۔

یہ حدیث حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جو کنز العمال جلد ۱۴ ص ۵۸۳ پر موجود اور خاصی طویل ہے، اس میں حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلاۃ والسلام کے دفن کے تھوڑے عرصہ بعد ایک ہوا کا ذکر ہے، جو یمن کے طرف سے چلے گی روئے زمین پر جتنے مسلمان اس وقت ہونگے یہ ہوا ان کی روح قبض کرلیگی اور قرآن کو ایک ہی رات میں اٹھالیا جائے گا تو انسانوں کے سینوں میں اور ان کے گھروں میں اس میں سے کچھ نہ رہے گا تو ایسے لوگ رہ جائیں گے جن میں نہ کوئی نبی ہوگا نہ قرآن ہوگا اور نہ ان میں کوئی مسلمان ہوگا۔ حضرت ابن عبداللہ عمرو ابن عاص نے فرمایا تو یہاں پر ہم سے قیامت کے برپا ہونے کا وقت چھپالیا گیا تو ہم نہیں جانتے کہ ان لوگوں کو کتنی مہلت دی جائے گی۔ پوری حدیث یہ ہے:

عن عبد الله بن عمرو أن رجلا قال له انت الذي تزعم أن الساعة تقوم إلى مائة سنة ! قال سبحان الله وأنا أقول ذلك ومن يعلم قيام الساعة إلا الله إنما قلت ما كانت رأس مائة للخلق منذ خلقت الدنيا إلا كان عند رأس المائة أمر ،قال ثم يوشك أن يخرج ابن حمل الضأن، قيل وما ابن حمل الضان؟ قال رومي احد ابويه شيطان ،يسير إلى المسلمين في خمسمائة ألف بحراً حتى ينزل بين عكا وصور ثم يقول يا أهل السفن اخرجوا منها، ثم أمر بها فأحرقت، ثم يقول لهم لا قسطنطينية لكم ولا روميه حتى يفصل بيننا وبين العرب، قال فيستمد أهل الإسلام بعضهم بعضا حتى تمد هم عدن أبين (١) على قلصاتهم فيجتمعون فيقتتلون فتكاتبهم النصارى الذين بالشام ويخير و نهم بعورات المسلمين فيقول المسلمون الحقوا فكلكم لند عدو حتى يقضي الله بيننا وبينكم، فيقتتلون شهراً لايكل لهم سلاح ولا لكم يقذف الطير عليكم و عليهم ،قال و بلغنا إنه إذا كان رأس الشهر قال ربكم اليوم أسل سيفي فأنتقم من أعدائي وأنصر أوليائي، فيقتتلون مقتلة ما رئي مثلها قط حتى ما تسير الخليل إلا على الخيل وما يسير الرجل إلا على الرجل ،وما يجدون خلقا يحول بينهم وبين القسطنطينية ولا رومية، فيقول أميرهم يومئذ لا غلول اليوم،من أخذ اليوم شيئا فهو له، قال فيأخذون ما يخف عليهم ويدعون ما ثقل عليهم فبينما هم كذلك إذ جاء هم إن الدجال قد خلفكم في خلفكم في ذرا ربكم ،فير فضون ما في أيديهم ويقبلون، ويصيب الناس مجاعة شديدة حتى أن الرجل ليحرق وتر قوسه فيأ كله، و حتى أن الرجل ليحرق حجفته فيأ

كلها، حتى أن الرجل ليكم أخاه فما يسمعه الصوت من الجهد، فبينما هم كذلك إذ سمعوا صوتا من السماء أبشروا فقد اتاكم الغوث فيقولون نزل عيسى ابن مريم فيستبشرون ويستبشر بهم صل يا روح الله فيقول إن الله اكرم هذه الأمة فلا ينبغي لأ حد أن يؤمهم إلا منهم، فيصلّى أمير المومنين بالناس قيل وامير الناس يومئذ معاوية بن ای سفيان قال لا يصلى عيسى خلفه فاذا نصرف عيسى دعا بحربته فاتى الدجال فقال رويدك يادجال يا كذاب فاذا رأى عيسى وعرف صوته ذاب كما يذوب الرصاص إذا أصابته النار وكما تذوب الالية إذا اصابتها الشمس ولو لا انه يقول رويدا لذاب حتى لا يبقى منه شي ،فيحمل عليه عيسى فيطعن بحربته بين ثدييه فيقتله ويفرق جنده تحت الحجارة والشجرة وعامة جنده اليهود والمناقون فينادى الحجر يا روح اللّه هذا تحتى كافر فاقتله فيأمر عيسى بالصليب فيكسر وبالخنزير فيقتل و تضع الحرب اوزار ها حتى ان الذئب ليربض إلى جنبه ما يغمز بها، وحتى أن الصبيان ليلعبون بالحيات ما تنهشبهم،ويملأرض عدلا، فبينما هم كذ لك إذ سمعوا صوتاً قال فتحت يأجوج ومأجوج وهو كما اللّه تعالىٰ (وهم من كل حدب ينسلون) فيفسدون الارض كلها حتى ان او ائلهم لياتى انهر العجاج فيشربونه كله وان آخر هم ليقول قد كان ههنا نهر ويحاصرون عيسى ومن معه بيت المقدس ويقولون ما نعلم فى الارض احد إلاذبحناه

هموا نرمى من فى السماء فيرْمون حتى ترجع إليهم سهامهم فى نصولها الدم للبلاء فيقولون ما بقى فى الارض ولا فى السماء فيقول المؤمنون ياروح اللّه ادع عليهم بالفناء فيد عو اللّه عليهم فيبعث النغف فى آذا نهم فيقتلهم فى ليلة واحدة ،فتنتن الارض كلها من جيفهم فيقولون ياروح اللّه نموت من النتن فيد عو اللّه، فيعث وابلا من المطر فجعله سيلا فيقذ فهم كلهم فى البحر ثم يسمعون صوتا فيقال مه ؟ قيل غزى البيت الحصين فيبعثون جيشا فيجدون اوائل ذلك الجيش ويقبض عيسى ابن مريم ووليه المسلمون وغسلوه وحنطوه وكفنوه وصلوا عليه وحفرواله و دفنوه، فيرجع أوائل الجيش والمسلمون ينقضون أيديهم من تراب قبره ،فلا يلبثون بعد ذلك إلا يسيرا حتى يبعث الله الريح اليمانية ،قيل وما الريح اليمانية ؟ قال ريح من قبل اليمن ليس على الارض مؤمن يجد نسيمها إلا قبضت روحه قال ويسرى على القرآن فى ليلة واحدة ولا يترك فى صدور بنى آدم ولا فى بيوتهم منه شى إلا رفعه الله فيبقى الناس ليس فيهم نبى وليس فيهم قرآن وليس فيهم مؤمن قال عبد الله بن عمر و فعند ذلك أخفى علينا قيام الساعة فلا ندرى كم يتركون كذ لك تكون الصيحة ،قال ولم تكن صيحة قط إلا بغضب من الله على أهل الارض، قال وقال الله تعالى (وما ينظر هؤلا إلا صيحة واحدة ما لها من فواق) (سورة ص آية ۱۰ ،قال فلا أدرى كم يتركون كذلك (كر)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام اپنے بارے

میں یہ خبر دے رہے ہیں کہ ان سے قیامت کا وقت چھپالیا گیا اور چھپانے والے حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہیں۔تو یہ چھپنا اس امر کی دلیل ہے کہ سرکار ﷺ کو قیامت کے برپا ہونے کے وقت کی خبر تھی مگر بتانے کا حکم نہ تھا اسلئے صحابہ کرام سے چھپایا۔

بخاری شریف کتاب الوضو میں حضرت اسماء بنت ابوبکر سے حضور ﷺ نے فرمایا کوئی ایسی چیز نہیں جو میں نے اب سے پہلے نہ دیکھی تھی۔مگر یہ کہ ان کو ایسے مقام پر دیکھا یہاں تک کہ جنت دوزخ کا مشاہدہ فرمالیا اور بے شک میری طرف وحی آتی ہے کہ تم اپنی قبروں میں آزمائے جاؤ گے فتنۂ دجال کے مثل یا اس کے قریب تم میں سے ہر ایک کے پاس فرشتے آئیں گے۔تو پوچھا جائے گا اس شخص کے بارے میں (یعنی حضور کے بارے میں) تمہارا کیا علم ہے؟ تو مومن یا موقن (شک راوی) کہے گا کہ یہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، ہمارے پاس روشن نشانیاں اور ہدایت لیکر آئے تو ہم نے ان کا کہا مانا اور ایمان لائے اور ان کی پیروی کی۔ تو اس سے کہا جائے گا سو جا بھلا چنگا۔اس سے کہا جائیگا کہ ہمیں معلوم تھا بیشک تو مومن ہے اور منافق یا مرتاب (شک راوی) کہے گا میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا تو میں نے وہی کہا۔

حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے جو نشانیاں بتائیں ان میں اکثر پایا کل واقع ہوگئیں اور اکثر نشانیاں اس زمانے میں بھی پائی جاتی ہیں، اور جو نشانیاں رہ گئی ہیں تو وہ ضرور واقع ہونگی۔

مصاحف کی تزئین
اور مساجد کی آرائستگی

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ قرب قیامت کی نشانیوں میں جو باتیں شمار کی گئیں وہ سب ناجائز وحرام نہیں ان میں کچھ وہ بھی ہیں جو جائز و مباح ہیں مثلاً مصحف شریف کو سونے چاندی سے مزین کرنا اور مسجد کو نقش ونگار سے آراستہ کرنا۔امر مباح ہے، درمختار میں ہے:

وجاز تحلية المصحف (اى بالذهب والفضة) لما فيه من تعظيمه كما فى نقش المسجد. (ج٦ ص ٣٨٦)

اوراس پر یعنی مسجد کے نقش ونگار کے جواز پر خود حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما شاہد ہے کہ فرمایا تم ضرور مسجدوں کو منقش کروگے اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے اس امر کی ممانعت نقل نہ فرمائی۔خود عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کا عمل اس جواز پر شاہد عدل ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ مسجد حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے میں کچی اینٹ کی بنی تھی اور اس کی چھت کھجور کے پتوں کی تھی اور ستون کھجور کی لکڑی کے تھے۔پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے اس میں کچھ زیادہ نہ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اس میں توسیع فرمائی اور اس کو اسی طور پر بنائی، اینٹ اور کھجور کے پتوں سے جیسی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے میں تھی اور اس کے ستون لکڑی کے اسی طور پر رکھے۔پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کی بہت توسیع کی اور اس کی دیوار کو منقش پتھر اور چونے سے بنائی اور اس کے ستون نقشین پتھر کے بنائے اور بیش قیمت لکڑی کی چھت بنائی۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ ہر نئی بات جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھی ناجائز نہیں بلکہ یہ (بدعت) کبھی واجب ہوتی ہے جیسے گمراہوں کے رد کیلئے دلائل قائم کرنا۔اور کتاب وسنت کو سمجھنے کیلئے نحو وصرف وغیرہ مبادی کو سیکھنا۔اور کبھی مستحب ہوتی ہے جیسے سرائے اور مدرسے بنانا اور ہر وہ نیکی جو صدر اول میں نہ تھی، اور کبھی مکروہ ہوتی ہے جیسے ایک قول پر مسجد کا نقش ونگار، اور کبھی مباح ہوتی ہے جیسے لذیذ کھانے کپڑے کمافی ردالمحتار۔

اور ضابطہ یہ ہے کہ جس چیز سے اللہ و رسول جل وعلا ﷺ نے سختی کے ساتھ منع فرمایا وہ ممنوع و ناجائز ہے اور جس سے منع نہ فرمایا وہ ممنوع نہیں بلکہ منع ہے اور اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

اور مہینے گھٹ جائیں

مجمع البحار الانوار میں ہے کہ: اہل ہیت نے کہا کہ دائرۃ البروج دائرہ معدل النہار پر مستقبل میں منطبق ہو جائے گا۔ توضیح اس مقام کی یہ ہے کہ قطب شمالی اور قطب جنوبی کے درمیان ایک دائرۂ عظیمہ مانع گیا ہے، جس کا فصل دونوں قطبوں سے برابر ہے یعنی وہ دائرۂ عظیمہ قطب شمالی سے ۹۰/درجہ پر ہے اور قطب جنوبی سے بھی ۹۰/درجہ پر ہے اسی دائرۂ عظیمہ کا نام دائرۂ معدل النہار ہے۔ ۱۲/مارچ اور ۲۴/ستمبر کو آفتاب دائرۂ معدل النہار پر حرکت کرتا ہے اور ۲۲/جون کو آفتاب جس نقطہ سے طلوع کرتا ہے اس نقطے سے ۲۳/درجہ ۲۷/دقیقہ جنوب میں معدل النہار ہے۔ یونہی ۲۲/جون کو جس نقطہ پر آفتاب غروب کرتا ہے اس نقطے سے بھی ۲۳/درجہ ۲۷/دقیقہ جنوب میں معدل النہار ہے، اور ۲۲/دسمبر کو آفتاب جس نقطے سے طلوع کرتا ہے اس نقطے سے ۲۳/درجہ ۲۷/دقیقہ شمال میں معدل النہار ہے۔ یونہی ۲۲/دسمبر کو جس نقطہ پر آفتاب غروب کرتا ہے اس نقطہ سے بھی ۲۳/درجہ ۲۷/دقیقہ شمال میں معدل النہار ہے یعنی ۲۲/جون اور ۲۲/دسمبر کے مطلع کے بین وسط میں معدل النہار ہے یونہی ۲۲/جون اور ۲۲/دسمبر کے مطلع کے جائے غروب کے بیچ و بیچ معدل النہار ہے۔

اس کو معدل النہار اسلئے کہا جاتا ہے کہ سورج جب اس دائرہ کے سیدھ میں آتا ہے تو تمام مقامات میں دن رات تقریباً برابر ہوتے ہیں۔ جو دائرۂ معدل النہار کو اس طرح قطع کرتا ہے کہ دونوں کے قطبوں میں ۲۳/درجہ ۲۷/دقیقہ فصل رہتا ہے اسی دائرۂ عظیمہ کو دائرۃ البروج یا منطقۃ البروج کہتے ہیں۔ اس دائرہ سے ستاروں کی حرکات کی مقدار طول اور میل شمس معلوم ہوتا ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ جب تک یہ دائرۂ عظیمہ دائرۂ معدالنہار کو اس طور پر کاٹتا ہوا چلیگا کہ مندرجہ بالا فاصلہ دونوں میں قائم رہے اور جب تک حرکت شمس معمول کے مطابق رہے۔

تفسیر کبیر میں امام رازی علیہ الرحمہ نے واذا الشمس کورت کی تفسیر میں ایک قول یہ نقل کیا کہ:

القیت ورمیت عن الفلك

یعنی جب سورج فلک سے نیچے ڈال دیا جائے۔ اس سے اس قول کی تائید اور حدیث کی تصدیق مستفاد ہوتی ہے اور اس صورت میں خود آیت کریمہ سے مضمون حدیث کی تصدیق ثابت۔ اور حدیث کا مضمون مفہوم آیت کا بیان ہے کہ سورج جب اپنے مدار سے نیچے جو زمین سے کروڑ و میل اوپر ہے، اپنے مدار سے نیچے پھینکا جائے گا تو لامحالہ اس کا دائرہ چھوٹا ہوتا جائے گا اور نیچے آنے کے سبب اسکی حرکت تیز ہو جائے گی، تو مسافت بھی کم اور حرکت بھی شمس تیز ہوگی لہٰذا بداہۃ زمانے کی مقدار گھٹ جائے گی، حضرت ابو ہریرہ سے حدیث مروی ہے کہ جب قیامت قریب ہوگی زمانہ قریب ہو جائے گا (تھوڑا رہ جائے گا) تو سال مہینہ کی طرح اور مہینے جمعہ کی طرح اور جمعہ کی مدت اتنی ہوگی جتنی دیر میں کھجور کی ٹہنی آگ میں جل جائے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال اذا اقتربت الساعۃ تقارب الزمان فتکون السنۃ کالشھر والشھر کالجمعۃ کاحتراق السعفۃ فی النار۔ (کنز العمال جلد ۱۴ ص ۲۲۷)

سال اور مہینہ وغیرہ کی مقدار قائم رہے گی اور یہ فاصلہ جتنا کم ہوتا جائے گا اس کے نتیجہ میں دائرۃ البروج دائرۂ معدل النہار سے بتدریج نزدیک ہوتا جائے گا اور زمانے کی مقدار گھٹتی جائیگی یہاں سے ظاہر ہوا کہ یہ جو فرمایا گیا کہ مہینے

گھٹ جائیں گے اپنے ظاہری معنی پر ہے اور کوئی وجہ حقیقی معنی سے مانع نہیں تو وہی حقیقتاً مراد ہے اور حدیث جو آخر میں ذکر کی گئی وہ فقرۂ حدیث سے فقرۂ مذکورہ کی تفسیر ہے۔
وللہ الحمد

عورتیں ترکی گھوڑوں پر سوار ہوں گی

یعنی فخر ومباحات کے طور پر مردوں سے مشابہت اختیار کریں، چنانچہ متصلاً فرمایا گیا "اور عورتیں مردوں سے مشابہت الخ" تو یہ قرینہ مقارنۂ صابقہ کا بیان ہے نہ یہ برآں اس میں افادۂ عموم ہے یعنی خاص شہ سواری ہی نہیں بلکہ اور بھی مردانہ اطوار اپنائیں گی اور مستحق ذنب ہونگی۔

اور عورتیں مردوں اور مرد عورتوں سے مشابہت کریں۔

یعنی یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے اور یہ نشانی واقع ہو چکی اور زمانۂ حال میں بکثرت اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ اور یہ شرعاً ممنوع ہے۔

چین کی گھڑی عورتوں سے مشابہت

مسند امام احمد ج ا ص ۳۳۹ پر ہے۔

لعن اللہ المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال.

یعنی اللہ کی لعنت ہے ان لوگوں پر جو عورتوں کی وضع اختیار کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی وضع اختیار کریں۔

عورتوں اور مردوں نے بہت طریقے ایک دوسرے سے مشابہت کے اختیار کر لئے ہیں، انہیں میں سے یہ مروجہ چین کی گھڑی ہے جسے عام طور پر مردوں میں پہننے کا رواج ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ بہت سارے امام مولوی اور مفتی بھی بے دریغ اسکو پہنے ہوئے نظر آتے ہیں یہ قطعاً زینت ممنوعہ اور تحلی ناجائز ہے۔ اس کا جواز اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے کلمات سے بتایا جا رہا ہے حالانکہ ان کے کلمات سے ہرگز اس کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

اولاً:- تو یہ چین جو ہاتھ میں پہنی جاتی ہے ان (اعلیٰ حضرت) کے زمانے میں تھی ہی نہیں۔

ثانیاً:- جس چین پر اس کو قیاس کیا جا رہا ہے اس کے تعلق سے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی قدس سرہ متعدد جگہ جو کچھ فرماتے ہیں اس سے اس کی صاف حرمت مستفاد ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت سے یہ سوال ہوا کہ "فی زمانہا کرتوں اور صدریوں میں چاندی کے بوتام مع زنجیر لگاتے ہیں جائز ہے یا نہیں الی آخرہ" اس کے جواب میں اعلیحضرت فرماتے ہیں "چاندی کے صرف بوتام ٹانکنے میں حرج نہیں کہ کتب فقہ میں سونے کی گھنڈیوں کی اجازت مصرح ...... مگر یہ چاندی کی زنجیریں کہ بوتاموں کے ساتھ لگائی جاتی ہیں سخت محل نظر ہیں۔ کلمات ائمہ سے جب تک ان کے جواز کی دلیل واضح کہ آفتاب روشن کی طرح ظاہر وجلی ہو نہ ملے حکم جواز دینا محض جرأت ہے کہ چاندی سونے کے استعمال میں اصل حرمت ہے۔ شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ "اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ" میں فرماتے ہیں: اصل در استعمال ذہب وفضہ حرمت است یعنی جب شرع مطہر نے حکم تحریم فرما کر ان کی اباحت اصلیہ کو نسخ کر دیا تو اب ان میں اصل حرمت ہوگئی کہ جب تک کسی خاص چیز کی رخصت شرع سے واضح وآشکارا نہ ہو ہرگز اجازت نہ دی جائیگی بلکہ مطلق تحریم کے تحت میں داخل رہے گی، ھذا وجہ و اقول! ثانیاً ظاہر ہے کہ ان زنجیروں کے اس طرح لگانے سے تزین مقصود ہوتا ہے بلکہ تزین ہی مقصود ہوتا ہے، اور ایسے ہی تزین کو تحلی کہتے ہیں، علماء تصریح فرماتے ہیں: مرد کو سوا انگوٹھی پیٹی اور تلوار کے سامان مثل پر تلے وغیرہ کے چاندی سے تحلی کسی طرح جائز نہیں"۔ (فتاویٰ رضویہ ج۹ ص۳۴)

نیز اسی کے صفحہ نمبر ۲۹۸/۲۹۹ پر فرماتے ہیں" زنجیروں کیلئے نہ زر (بٹن) کی طرح کوئی نص فقیر نے پایا نہ جواز پر کوئی صاف دلیل بلکہ وہ بظاہر مقصود بنفسہا ہیں، نہ زر کی طرح کپڑے کی کوئی غرض ان سے متعلق، نہ علم کی طرح ثوب میں مستہلک کے تابع ثوب ٹھہریں، نہ ان سے سنگار اور زینت کے سوا کوئی فائدہ مقصود اور وہ زیور زنان(۱) سے کمال مشابہ ہیں۔

ان کی ہیئت وحالت بالکل سہاروں کی سی ہے کہ ایک طرف انکے کنڈوں میں بالیاں پروکر انکو دونوں جانب سے پیشانی کے بالوں پر لاکر کانٹا ڈالکر ملا دیتے ہیں، وہ بھی ان زنجیروں کی طرح لڑیاں ہی ہیں بلکہ ان سے علاوہ تزئین ایک فائدہ بھی مقصود ہوتا ہے کہ بالیوں کا بوجھ کانوں پر نہ پڑے، یہ انہیں اٹھا کر سہارا دیئے رہیں اسی لئے ان کو سہارے کہتے ہیں اور ان زنجیروں کی لڑیاں سوا زینت کے کوئی فائدہ نہیں دیتیں تو بہ نسبت سہاروں کے ان کی لڑیاں جھومر کی لڑیوں سے اشبہ ہیں اور سہاروں کی طرح یہ بھی داخل ملبوس ہیں بلکہ ان کا صرف زینت کیلئے بالذات مقصود اور کپڑے کی اغراض سے محض بے تعلق ونا مستہلک ہونا جھومر کی طرح ان کے اور بھی زیادہ لبس مستقل کا مقتضی ہے الی آخرہٖ"۔

یہاں سے ظاہر ہوا کے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ کے زمانے میں جو جیبی گھڑی کی چین رائج تھی۔ جسے کرتے صدری وغیرہ میں لگا کر گھڑی جیب میں رکھتے تھے، ان کے نزدیک اس کا بھی وہی حکم ہے جو زیور کا ہے، تو یہ چیز جو دستی گھڑی میں لگائی جاتی ہے بدرجۂ اولیٰ زیور ہے اور اس کے پہننے سے تحلی وزیبائش مقصود ہونا ظاہر تر ہے۔ لہٰذا اسکی حرمت اظہر اور اس میں عورتوں سے تشبہ باہر وروشن تر۔ وہاں پہننے سے مشابہ ہونے کیوجہ سے حکم حرمت دیا تو یہاں پہننے میں کوئی شبہ ہی نہیں تو یہاں خالص حرمت ہے نہ کہ شبہ حرمت۔ جس کے بارے میں فرمایا کہ "محرمات میں شبہ مثل یقین ہے تو اس میں چیز کی حرمت بہ نسبت زنجیر کے خوب آشکار ہے"۔

یہاں سے مجوزین کے قیاس کی حالت ظاہر ہوگئی، ہماری دانست میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ کے کلمات میں نہ تعارض ہے نہ ان کے کسی فتویٰ سے اس چیز یا اس زنجیر کا جواز نکلتا ہے۔ بالفرض اگر صورت تعارض ہو بھی تو رجوع ان تصریحات کی طرف لازم ہے کہ خودنوی اور شبہ سے صاف ہے، اور جس کلمہ سے اس کا خلاف متوہم ہو اسکی تاویل لازم ہے اور اس طرح تطبیق دینا ضروری ہے۔ لہٰذا اگر "الطیب الوجیز" میں علامہ شامی کی اس بحث کے پیش نظر کہ یہ وضع لبس ہے یا محض تعلیق زنجیر۔ اعلیٰ حضرت نے یہ فرمادیا کہ "احتراز اولی ہے یا اس سے بچنا چاہیے" تو تاویل اسی کلمہ توھم جواز کی ضروری ہے تاکہ دوسرے فتاویٰ سے تعارض لازم نہ آئے بسا اوقات "اولیٰ" یا اس کے ہم معنی لفظ کا اطلاق "واجب" پر کرتے ہیں چنانچہ "عنایة" ج ا ص ۲۴۲ پر ہے:

وکذالك ان صلے علیٰ النبی ﷺ یستمعون و ینصتون سأل أبویوسف أبا حنیفة رحمهما الله اذا ذكر الامام هل یذكرون ویصلون علی النبی ﷺ قال أحب الی أن یستمعوا وینصتوا ولم یقل لا یذكرون ولا یصلون فقد أحسن فی العبارة واحتشم من أن یقول لایذكرون ولا یصلون علی البنی ﷺ وانما كان الاستماع والانصات احب لان ذكر اللّٰه والصلوة علی النبی علیه السلام لیس بفرض واستماع الخطبة فرض.

یونہی اگر خطیب نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر درود پڑھے تو لوگوں کو سننا اور چپ رہنا لازم ہے، امام ابو یوسف نے

امام اعظم سے پوچھا امام اگر ذکر کرے کیا مقتدی بھی ذکر کریں اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر درود بھیجیں، امام اعظم نے فرمایا مجھے یہ پسند ہے کہ وہ لوگ خطبہ سنیں اور خاموش رہیں اور امام اعظم نے یہ نہ کہا کہ ذکر نہ کریں اور درود نہ بھیجیں، تو اس طرح تعبیر میں حسن اسلوب سے کام لیا اور یہ کہنے سے بچے کہ ذکر نہ کریں اور درود نہ بھیجیں اور سننا اور خاموش رہنا اس لئے پسندیدہ ٹھہرا کہ اللہ کا ذکر اور نبی علیہ السلام پر درود بھیجنا فرض نہیں اور خطبہ کا سننا فرض ہے۔

ایام عشرہ میں

ان رنگوں سے پرہیز کریں

نیز جوہرہ نیرہ ج۲ ص۲۶۰ پر ہے:

وینبغی ان یکون قدر فضۃ الخاتم مثقالاً ولا یزاد علیہ وقیل لا یبلغ بہ المثقال۔

یعنی انگوٹھی کی چاندی کی مقدار ایک مثقال ہونا چاہیے اور اس سے زیادہ کرنا منع ہے اور ایک قول یہ ہے کہ چاندی کی مقدار پوری ایک مثقال نہ کرے۔

اس جگہ بھی "یجب" کی جگہ "ینبغی" فرمایا یجب (واجب) کی جگہ ینبغی (چاہیے) فرمایا۔ خود فتاویٰ رضویہ میں اسکی نظیر یہ ارشاد ہے عشرہ محرم میں تین رنگوں کے بابت فرماتے ہیں:

"مسلمان کو چاہیے عشرۃ مبارکہ میں تین رنگوں سے بچے سبز، سرخ، سیاہ، سبز کی وجہیں تو معلوم ہوگئیں اور سرخ آج کل ناصبی خبیث خوشی کی نیت سے پہنتے ہیں۔ سیاہ میں اودا نیلا کاسنی، سبز میں کاہی، دھانی پستی سرخ میں گلابی، عنابی نارنگی سب داخل ہیں غرض جس پر ان میں کوئی رنگ صادق آئے اگر سوگ یا خوشی کی نیت سے پہنے جب تو خود ہی حرام ہے ورنہ ان کی مشابہت سے بچنا بہتر الی آخرہ۔

(فتاویٰ رضویہ ج۹ ص۳۰۱)

یہاں بہتر اور حرام کے تقابل سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر سوگ یا خوشی کی نیت نہ ہو تو ان کپڑوں کو پہننا جائز بلکہ اچھا اور بہتر ہے۔ حالانکہ سیاق کلام سے یہ معنی کس قدر بیگانہ یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں تو قطعاً یہاں بہتر معنی تفضل پر نہیں نہ محض مستحب کے معنی میں اور یہاں عبارت میں لفظ "چاہیے" بھی محض مستحب کے معنی میں نہیں کہ مقابل واجب قرار پائے بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر یہ نیت نہ بھی ہو جب بھی ان کی مشابہت سے بچنا اولی واجب ہے، تو یہاں بھی لفظ "چاہیے" اور "بہتر" "واجب" کی جگہ استعمال ہوا ہے، اسلئے پہلے یہ کہا "عشرہ محرم کے سبز رنگے ہوئے کپڑے بھی ناجائز ہیں یہ بھی سوگ کی غرض سے ہیں الی آخرہ"

(۳۰۰/۹) شاید ایک وجہ اس جیبی گھڑی کی زنجیر کے جواز کی ممکن ہے اس صورت میں جبکہ وہ چیز چاندی وسونے کے علاوہ کسی اور دھات کی ہو، اور اس سے تحلی زیبائش و نمائش مقصود نہ ہو بلکہ گھڑی کی حفاظت کیلئے کپڑے میں چھپا کر لگائی جائے، یہ صورت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کلمات سے اگر اس چیز کے جواز کا ایہام ہوتا ہے تو اس کا محمل یہی صورت ہے، اور اسی صورت پر ان کے کلمات کو محمول کرنے سے ان کے فتاویٰ میں تعارض کا وہم مندفع ہو جاتا ہے۔ مگر یہ صورت جیبی گھڑی کی چین میں نہیں۔ تو اس پر قیاس درست نہیں کہ دونوں صورتیں جداگانہ ہیں۔

غیر اللہ کی قسم کھانا ممنوع

علامت قیامت میں سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ بھی بتایا کہ لوگ غیر اللہ کی قسم کھائیں گے اور غیر اللہ کی قسم کھانا شرعاً ممنوع ہے، حدیث شریف میں ہے:

من حلف بغیر اللہ فقد اشرک۔

یعنی جو غیر اللہ کی قسم کھائے وہ مشرک ہے۔

یعنی حقیقتاً مشرک ہے اگر غیر اللہ کی وہ تعظیم مراد لے جو اللہ کے لئے خاص ہے۔ اسی قبیل سے ہے بتوں کی قسم کھانا، حضرت ابوہریرہ سے حدیث ہے جو قسم کھائے تو اپنی

قسم میں یوں کہے ''لات وعزیٰ کی قسم'' تو وہ کلمہ توحید پڑھے اور جو اپنے دوست سے کہے ''آؤ تم سے جوا کھیلوں'' تو وہ صدقہ دے، حدیث کے اس فقرے سے معلوم ہوا کہ گناہ کا ارادہ جب دل میں پختہ ہو جائے تو یہ بھی گناہ ہے اور اس کو ظاہر کرنا دوسرا گناہ صدقہ دینے کا حکم اس گناہ کے کفارے کیلئے بطور استحباب ہے، حدیث میں ہے:

الصدقة تطفي غضب الرب كما يطفي الماء النار۔

یعنی صدقہ اللہ کے غضب کی آتش کو بجھا دیتا ہے۔

اس حدیث میں ''لا الہ اللہ'' پڑھنے کا جو حکم دیا اس میں دو احتمال ہے، ایک یہ کہ نو مسلم سے عادت سابقہ کی وجہ سے سہواً سبقت لسانی سے بتوں کی قسم صادر ہو تو اس کیلئے مستحسن ہے کہ "لا الہ اللہ محمد الرسول اللہ" ان برے کلمات کے کفارے کے طور پر پڑھے۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ لات وعزیٰ اور بتوں کی تعظیم مقصود ہو۔ اس صورت میں وہ شخص مرتد ہو جائے گا اور کلمہ خلاف اسلام سے تبری کے ساتھ تجدید ایمان لازم ہوگی اور کلمہ توحید پڑھنا ضروری ہوگا۔

اور اگر غیر اللہ کی قسم میں وہ تعظیم مراد نہیں جو اللہ کیلئے خاص ہے تو یہ حقیقتاً شرک نہیں، لیکن صورتاً اہل شرک کے فعل سے مشابہ ہونے کی صورت کی وجہ سے اس پر بھی شرک کا اطلاق آیا اور زجر وتشدید کے طور پر اس کے مرتکب کو بھی مشرک کہا گیا، اس صورت میں مراد یہ ہے کہ اس شخص نے مشرکوں جیسا فعل کیا اس قبیل سے باپ، دادا، بیٹے وغیرہ کے نصب پر تفاخر کے طور پر قسم کھانا ہے جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں رواج تھا، حدیث میں اس سے بھی ممانعت آئی۔

اقول:- ہمارے طرز بیان سے صاف معلوم ہوا کہ حضور علیہ ﷺ کا ایک اعرابی کے متعلق افلح و ابیہ ان صدق فرمانا (یعنی یہ فلاح کو پہونچا اپنے باپ کی قسم اگر سچا ہے)

ممانعت کے تحت داخل نہیں بلکہ بیان جواز کیلئے ہے گویا سرکار علیہ الصلاۃ والسلام اپنے فعل سے یہ بتا رہے ہیں کہ باپ کی قسم کھانا ناجائز نہیں، جب کہ رسم جاہلیت کے طور پر تفاخر کیلئے نہ ہو، نہ اس سے تعظیم مفرط کہ ممنوع ہے، مقصود ہو۔ اور ایک احتمال یہ ہے کہ ایسی جگہ تاکید کلام اور تقویت بیان مقصود ہوتی ہے تو اس صورت میں قسم شرک نہیں۔

تنبیہ:- غیر اللہ سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جنہیں شرعاً اللہ ورسول جل وعلا ﷺ سے کوئی علاقہ نہیں، نہ شرعاً انکی کوئی حرمت ہے نہ انکی تعظیم کا حکم۔ نبی ورسول کعبہ و ملائکہ اس معنی کر غیر اللہ میں داخل نہیں (اگرچہ باب حلف میں یہ بھی غیر اللہ ہیں مگر یہ مندرجہ بالا کے لحاظ سے غیر اللہ نہیں) کہ شرعاً انکی تعظیم کا حکم ہے۔ ازاں جا کہ اللہ نے انکی تعظیم کا حکم دیا تو انکی تعظیم اللہ ہی کی تعظیم ہے، انکی قسم کھانا حرام نہیں مگر علماء نے بہ مقتضائے احتیاط اس طرح کی قسم کھانے کو مکروہ کہا بلکہ اس سے ممانعت خود حدیث میں آئی قسم شرعی جس کا کفارہ لازم ہے، وہ اللہ کی وہ قسم ہے جو اللہ کی ذات سے یا اس کی صفات سے متعارف طور پر کھائی جائے۔

غیر اللہ کی قسم قسم شرعی نہیں، علماء فرماتے ہیں اگر غیر اللہ کی قسم کو قسم شرعی جانے اور اس کا پورا کرنا لازم سمجھے اس صورت میں آدمی کافر ہو جائے گا۔ امام رازی نے فرمایا'' میری جان کی قسم تیری جان کی قسم'' کہنے والے پر مجھے کفر کا اندیشہ ہے اور لوگ عام طور پر یہ نادانی میں کہتے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو میں کہتا یہ شرک ہے۔

امام رازی کے اس قول سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ غیر اللہ کی قسم قسم کو قسم شرعی جاننے میں علماء کے دو قول ہیں۔ ایک میں آدمی مطلقاً کافر ہو جائے گا اور دوسرا یہ کہ اس میں اندیشۂ کفر ہے، یہ دوسرا قول محتاطین متکلمین کی روش

پر ہے اور ان کا مذہب مختار و معتمد ہے۔ جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

اقول :- یہ اس صورت میں ہے کہ کہنے والا اسے قسم شرعی سمجھے اور اس کا پورا کرنے ضروری جانے اور قسم پوری نہ ہونے کی صورت میں کفارہ دینا ضروری قیاس کرے۔ جیسے بعض جاہل اپنے بچے کی قسم کھاتے ہیں اور اس کا پورا کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور نہ کرنے کی صورت میں کفارہ لازم خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ صورت نہ ہو یعنی قائل اسے قسم شرعی نہ جانے نہ تعظیم مفرط کا قصد کرے تو اس پر یہ محذور لازم نہیں آتا کما لا یخفی۔

اور اس حدیث میں غیر اللہ کی قسم کھانے والے کو جو مشرک فرمایا گیا اس سے اس شخص کا بھی حکم ظاہر جو یوں قسم کھائے "اگر میں یہ کام کروں (والعیاذ باللہ تعالیٰ) تو یہودی یا نصرانی یا ملت اسلام سے بری و بیزار ہو جاؤں" ایسی قسم کھانا سخت حرام بد کام کفر انجام ہے۔ بعض علماء نے اس پر مطلقاً قائل کو کافر کہا مگر صحیح یہ ہے کہ اس مسئلہ میں وہی تفصیل ہے جو: من حلف بغیر اللہ فقد اشرک (یعنی جو غیر اللہ کی قسم کھائے وہ مشرک ہے) میں بیان ہوئی اس تفصیل کی طرف خود دوسری حدیثوں میں اشارہ ہے، ارشاد ہوا:

من حلف علی ملة غیر الاسلام کاذباً فهوکما قال۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ٦ ص ٥٨١)

یعنی جو مذہب اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کی قسم کھائے درانحالیکہ وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی میں لکھتے ہیں کہ: کسے کہ سوگند خورد بر دین کہ جزء اسلام است چنانکہ گوید اگر ایں کار کنم یہودی باشم یا نصرانی شوم یا بیزارم از دین اسلام یا از پیغمبر یا از قرآن (کاذبا) درحال کہ بدروغ خورندہ است ایں سوگند را چنانکہ بکند ایں کار را زیرا کہ ایں سوگند برائے منع فعل است کہ نکند و پس صدق وے بآنست کہ نکند اگر بکند کاذب باشد (فهو کما قال) پس آں کے ہمچنا است کہ گفت یعنی یہودی و نصرانی و بری از دین اسلام ظاہر حدیث آنست کے قائل ایں حدیث کافر میگردد بمجرد حلف یا بعد از حنث از جہت اسقاط حرمت اسلام الخ۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ جلد سوم ص ۲۱۱)

دین اسلام کے علاوہ کھانے

یعنی اگر کوئی دین اسلام کے علاوہ کسی دین کی قسم کھائے مثلاً یوں کہے کہ اگر وہ یہ کام کرے تو یہودی نصرانی یا دین اسلام سے بےزار یا پیغمبر یا قرآن سے بری ہو جائے اور حال یہ ہو کہ وہ جھوٹی قسم کھائے، یعنی وہ کام کر بیٹھے اسلئے کہ قسم کھانا اس فعل سے بعض رہنے کیلئے ہے۔ تو قسم کا سچا ہونا یہ ہے کہ وہ کام نہ کرے جس کے نہ کرنے کی قسم کھائی تھی اگر وہ کام کرے گا تو جھوٹا ٹھہرے گا، حدیث میں اس شخص کے متعلق فرمایا کہ: وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا یعنی یہودی یا نصرانی یا دین اسلام سے بری۔ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ایسی قسم کھانے والا قسم سے کافر ہو جائیگا۔ اسلئے کہ اس جہد سے کہ اس نے حرمت اسلام کو ساقط کیا اور کفر پر راضی ہوا۔

بعض علماء نے نظر بر ظاہر حدیث ایسی قسم کھانے والے کو مطلقاً کافر کہا اور بعض علماء نے فرمایا کہ مراد اس قسم سے یہ ہے کہ وہ شخص اپنے نفس کو تحدید اور اس کے وعید میں مبالغہ کر رہا ہے تا کہ اس کام سے اپنے آپ کو بعض رکھے تو مقصود قسم سے بشدت زجر نفس و تحدید ہے لہذا ہمارے نزدیک وہ جب تک قسم نہ توڑے محض اس قول سے کافر نہ ٹھہرے گا، اس طرح اگر فعل ماضی پر دین اسلام سے برأت کو معلق کیا تو محتاطین کے نزدیک کافر نہ رہے گا اور بعض

مشائخ کے نزدیک فعل ماضی پر معلق کرنے کی صورت میں کافر ہو جائے گا۔ مگر صحیح یہی ہے کہ اس صورت میں بھی کافر مطلق نہ ہوگا، اسلئے کہ کافر اعتقاد کفر سے ہوتا ہے اور یہاں ظاہر یہ ہے کہ اسکی مراد قسم سے زجر نفس اور تحدید ہے یعنی جب کہ کسی فعل مستقبل پر اس حکم کو معلق کرے یا برأت کو مؤکد طور پر یقین دلانا ہے، یہ اس سورت میں ہے کہ فعل ماضی پر معلق کرے گویا وہ بتانا چاہتا ہے کہ یہ کام اس کے نزدیک ایسا ہی مکروہ و ناپسند ہے جیسا کہ اس کا یہودی یا نصرانی یا اسلام سے بری ہونا اسلئے تحدید نفس کیلئے ایسی چیز پر معلق کیا جو اس کے نزدیک مکروہ ومحذور ہے۔

(مترجماً ومصرحاً)

اقول:- حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس باب میں جو دوسرا قول ذکر کیا وہ محتاطین کا ہے جو متکلمین کی روش پر ہے، اور ان کی روش یہ ہے کہ وہ محض ظاہر پر حکم کفر نہیں لگاتے اور کلام میں ادنیٰ احتمال مانع تکفیر ہو اس کا لحاظ کرتے ہیں، اور قائل کو جب تک اسکی مراد ظاہر نہ ہو جائے کافر کہنے سے گریز کرتے ہیں۔ اور یہ احتمال جو ان علماء کو ایسی قسم کھانے والے پر حکم کفر لگانے سے بعض رہنے کا مقتضی ہوا وہ خود حدیث سے ظاہر ہے کہ فرمایا ''اگر وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا'' جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اس قسم میں سچا ہے اور اسی معنی کفری کا ابتداً ارادہ نہ کیا ہو (یعنی یہودی یا نصرانی ہونے پر اب اس سے راضی ہونا) تو وہ ایسا نہیں جیسا کہا اور اس احتمال کی تصریح دوسری حدیث میں ارشاد ہوئی جو حضرت بریدہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا جو یہ کہے کہ وہ اسلام سے بری ہے (اگر یہ کام کرے) تو وہ ایسا ہی ہے جیسا اس نے کہا اور اگر وہ اس قسم میں سچا ہے تو اسلام میں گناہ سے سلامتی کے ساتھ نہ رہے گا۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ اس قسم سے اس کا اسلام ظاہر ہو جائے گا، اور وہ ویسا ہی ہو جائے گا جیسا اس نے کہا اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اس کافر ہونے کو قسم ٹوٹنے پر معلق کرے۔

اسکی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت بریدہ نے روایت کی کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا ''وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا......اور وہ اسلام سے بری ہے'' اور شاید اس سے قائل کی مراد نفس کی تحدید اور خود کو وعید شدید ہے، نہ یہ کہ یہ حکم لگانا کہ وہ ابھی سے یہودی ہو گیا یا اسلام سے بری ہو گیا تو گویا کہ وہ یوں کہہ رہا ہے کہ وہ قسم ٹوٹنے کی صورت میں اسی عقوبت کا سزاوار ہے جس کا یہودی مستحق ہے اور اسکی نظیر حضور کا یہ قول ہے ''جو نماز چھوڑے وہ کافر ہو جائے'' یعنی وہ کافر کی عقوبت کا سزاوار ہے۔

حضرت امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی طرح یہاں دو قول ذکر کئے مگر صراحۃً کسی قول کی صحت کا افادہ نہ فرمایا البتہ دوسرے احتمال کی توضیح وتعلیل ارشاد فرمائی، جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہی مختار ہے کہ قائل مطلقاً کافر نہ ٹھہریگا بلکہ قسم ٹوٹنے کی صورت میں رضا بالکفر کے تیقن کی وجہ سے کافر ہوگا اور یہی حدیث کا ظاہر مفاد ہے کہ اس کے اسلام سے بری ہونے کو کاذب ہونے پر معلق فرمایا تو وہ اس باب میں نہ صرف ارشاد علماء سے، بلکہ خود حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مسلم کے کلام میں اگر متعدد احتمالات ہوں جو اس کے کفر کے مقتضی ہوں اور ایک وجہ سے اسکے اسلام کے متقاضی ہوں تو ہم پر لازم ہے کہ ایک وجہ کی طرف میلان رکھیں اور جب تک احتمال قائم ہو مسلمان کو کافر نہ کہیں، اسلئے ردالمحتار میں فرمایا:

لایکفر مسلم ان حمل کلامه وفعله علی محمل حسن او کان فی کفره اختلاف ولو کان ذالك رواية ضعيفة۔

یعنی مسلمان کے کافر ہونے کا فتویٰ نہ دیا جائے گا جبکہ اسکے قول وفعل کو اچھے پہلو پر رکھنا ممکن ہو، یا اسکے کفر میں اختلاف ہو اگرچہ روایت ضعیفہ ہو۔

ثم اقول:- ہمارے کلمات جو بھی گزرے ان سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث کا ظاہر مفاد اس قائل کا بصدور حنث (جب قسم توڑے) کافر ہونا ہے نہ کہ مطلقاً کافر ہونا، تو اس صورت میں ظاہر حدیث بھی اس دوسرے قول کے قائلین کے ساتھ ہے، اور قائل کے مطلقاً کفر کے ظاہر ہونے کا دعویٰ محل نظر ہے۔

اس کو ظاہراً تسلیم بھی کرلیں تو اس پر قائل کی تکفیر اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ ظاہری معنی کے مراد ہونے کا احتمال آشکار ہو اور اگر قرینہ عرف یا اور کوئی قرینہ اس بات پر قائم ہو کہ قائل نے وہ معنی کفری اصلاً مراد نہ لئے تو اس صورت میں وہ احتمال ہی نہ رہے گا اور ظاہر متروک ٹھہرے گا اس کی بہت مثالیں ممکن ہیں۔ عام بول چال میں کہتے ہیں کہ ''فصل بہار میں سبزہ اگایا''۔ ''حاکم نے بچایا''۔ ''اس مرض کا یہ شافی علاج ہے''۔ ''یہ زہر قاتل ہے'' یہاں ان سب مثالوں میں مومن کا ایمان عرف سب گواہ ہیں کہ اس کی مراد حقیقی معنی جو لفظ سے ظاہر ہے نہیں بلکہ ان تمام مثالوں میں سب کی طرف اسناد کی گئی ہے کہ اعتقاد مومن کا یہ ہے کہ مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور یہ چیزیں خود مؤثر نہیں بلکہ اللہ کے قائم کردہ اسباب ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھی ہے۔

یہ وہابیہ کا ظلم ہے کہ انعام محاورات سے آنکھیں میچتے ہیں اور ان کے بولنے کو تو مسلمان جانتے ہیں، مگر اسی طور پر اولیاء انبیاء کیلئے جو مسلمان تصرف ومدد ثابت کرے تو اسے مشرک گردانتے ہیں، جس میں راز یہ ہے کہ ان کے نزدیک اولیاء تو درکنار رسول ہی کی تعظیم شرک ہے جیسا کہ ''تقویت الایمان'' کے مطالعے سے ظاہر ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت ان ہی کے حق میں فرماتے ہیں:۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم رسول
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

قائل کی مراد کیا ہے

آمدم برسر مطلب! اب اس مسئلہ ظاہرہ کی طرف لوٹیے اور تقریر مندرجہ بالا کو مدنظر رکھ کر سوچئے جب کہ قائل کی مراد اپنے نفس کو زجر وتحدید اور وعید شدید اور اس مکروہ ومحذور کام پر معلق کرنے سے اس کام سے امتناع واجتناب کی تعقید ٹھہری تو یہ اگر عرف عادت سے معلوم ہو تو ایسی صورت میں وہ ظاہری معانی جن کا مفاد مطلقاً کافر ہونا ہے نہ متحمل نہ مراد بلکہ قطعاً متروک ہیں، اور اسکے حق میں ظاہر بلکہ فوق الظاہر قائل کی وہی مراد ہے جو عرف واسلوب معتاد سے معلوم ہوئی۔ لہٰذا قائل جب تک حانث نہ ہو کافر نہ ٹھہرے گا ہاں یہ ضرور ہے کہ ایسی قسم کھانا سخت شنیع اشد حرام ہے جس سے قائل پر توبہ لازم ہے اور احتیاطاً تجدید ایمان بھی ضرور۔ درمختار میں ہے:

فیکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولاده اولاد الزنا وما فیه خلاف یومر بالاستغفار والتوبة والتجدید النکاح. (ای تجدید الاسلام وتجدید النکاح)

(جلد ٤ ص ٢٤٦-٢٤٧)

رہی یہ بات کہ بصورت حنث اس پر کفارہ ہے یا نہیں تو ائمۂ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ قسم توڑنے کی صورت میں اس پر کفارۂ قسم لازم ہوگا، جب کہ کسی فعل ائندہ پر قسم کو معلق کیا ہو۔ اور اسکی نظیر تحریم مباح ہے یعنی کسی فعل مباح کو اپنے اوپر بذریعہ قسم حرام کرلے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے فرمایا: یا ایها النبی لم تحرم ما احل الله لك (سورہ تحریم آیت ۱) یعنی اے غیب بتانے والے (نبی) تم اپنے اوپر کیوں حرام کئے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے

تمہارے لئے حلال کی۔

سید عالم ﷺ حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محل میں رونق افروز ہوئے وہ حضور کی اجازت سے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کو تشریف لے گئیں، حضور نے حضرت ماریہ قطبیہ کو سرفراز خدمت فرمایا یہ حضرت حفصہ پر گراں گزرا حضور نے ان کی دلجوئی کیلئے فرمایا، میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کیا اور میں تمہیں خوش خبری دیتا ہوں کہ میرے بعد امت کے مالک ابوبکر و عمر ہونگے وہ اس سے خوش ہوگئیں اور نہایت خوشی میں انہوں نے یہ تمام گفتگو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنائی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس آیت کے متصل سرکار سے یہ ارشاد ہو:

قد فرض الله لکم ایمانکم تحلة ایمانکم۔

بیشک اللہ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا اتار مقرر فرمادیا۔

اس طرح یہاں بھی اللہ تعالیٰ قائل نے اس طرح قسم کھا کر کہ وہ اگر یہ کام کرے "تو وہ یہودی یا نصرانی ہے" اپنے اعتقاد میں مباح کو حرام ٹھہرا لیا، لہٰذا بصورت حنث یہاں بھی کفارہ لازم ہوگا یہ اس صورت میں ہے جبکہ کسی فعل آئندہ پر ایسی قسم کھائی جائے اور اگر فعل ماضی پر ایسی قسم کھائی اور اس قسم میں وہ شک جھوٹا تھا تو اس صورت میں کفارہ نہیں محض توبہ لازم ہے اور احتیاطاً اس قسم کی قسم عرف شرع میں "یمین غموض" کہلاتی ہے اور احتیاطاً تجدید ایمان تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔ اور اس میں بھی حسب سابق دو قول ہیں، پہلا یہ کہ وہ شخص مطلقاً کافر ٹھہرے گا اور اس صورت میں ظاہر حدیث کہ فرمایا کہ اگر وہ جھوٹا الـــــی آخـــرہ اس کا قول شدید ہے اور دوسرا قول یہ کہ محض قسم مراد لی تو کافر نہ ہوگا۔

یہاں تک قسم کی دو قسمیں بیان ہوئیں اور تیسری قسم "یمین لغو" ہے یعنی غلط فہمی میں کسی بات پر قسم کھائی اور واقعہ اس کے گمان کے خلاف ہو مثلاً یوں کہے "خدا کی قسم میں نے زید سے بات نہ کی" یا "خدا کی قسم میں گھر میں داخل ہوا" اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں نہ گناہ نہ کفارہ۔

قال الله تعالیٰ لا یواخذکم الله باللغو فی ایمانکم بماعقدتم الایمان

(سورہ مائدہ آیت ۸۹)

یعنی تمہیں نہیں پکڑتا تمہاری غلط فہمی کی قسموں پر ہاں ان قسموں پر گرفت فرماتا ہے جنہیں تم نے مضبوط کیا۔

یہاں تو غیر اللہ کی قسم کے متعلق تفصیل احکام بروجہ تمام ہوئی اور خود اللہ کے اسماء وصفات کی قسم کھانا سخت محل احتیاط ہے لہٰذا اس میں بھی زیادتی نہ چاہیے، حدیث شریف میں آیا:

من کان حالفاً فلیحلف بالله او لیصمت.

جو قسم کھانے کا ارادہ کرے تو اللہ کی قسم کھائے یا چپ رہے۔

اور اکثر احوال میں اللہ کی قسم کھانے سے بعض رہنا اور نام الٰہی کو ابتذال سے بچانا مقتدائے احتیاط ہے اور بکثرت اللہ کی قسم کھانا جرأت و بے باکی ہے، اسلئے قرآن کریم میں فرمایا:

ولا تجعلوا الله عرضة لایمانکم۔

یعنی اور اللہ کو اپنی قسم کا نشانہ نہ بنالو۔

مفسرین نے اس آیت کے معنی یہ بتائے کہ اللہ کے نام کو نشانہ نہ بناؤ اور جا و بے جا اس کو مبتذل نہ کرو کہ تم نیکوکار رہو جب نادراً قسم کھاؤ اور گناہ سے بچو جب کہ تمہاری قسمیں کم ہوں، اسلئے کہ قسموں کی کثرت نیکی اور تقویٰ سے دور کرتی ہے اور گناہ اور اللہ کے حضور بے باکی سے قریب کرتی ہے۔ (احکام قرآن للرازی جلد اول)

تو مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تم کو کثرت قسم سے منع کرتا ہے اور بے باکی سے باز رکھتا ہے، اسلئے اس

سے باز رہنے میں ہی نیکی پرہیزگاری اور تمہاری اصلاح ہے ۔اور آدمی گواہی میں سبقت کرے بغیر اسکے کہ گواہی طلب کی جائے ۔یعنی باطل گواہی دے، جیسا کہ مجمع بحار الانوار میں ہے قرینہ ومقام اس کا مقتضی ہے۔

عہدے میراث کی شکل اختیار کریں

مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو محض باپ دادا کی وراثت سے امیر والی بن بیٹھیں، اور مسلمانوں کے معاملات اور ان کے بلاد کے خود ساختہ حاکم ہو جائیں بغیر اس کے کہ خواص اشراف و اہل علم کہ ارباب حل عقد ہیں بے جبرا کراہ اپنے اختیار سے ان کے معاون ہوں، نہ ایسے لوگوں سے مشورہ لیا جائے نہ یہ امیر بیٹھنے والے اس کے مستحق ہوئے یہ شرعاً مذموم وممنوع ہے اور اسمیں حکم منع ومذمت کے اموم میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جن کو عوام ارباب حل وعقد کو نظر انداز کر کے چن لیں اور بدرجۂ اولا وہ لوگ اس کے مصداق ہیں جو خود کو چنوانے کیلئے کھڑے ہوئے ہیں، مجمع البحار میں ایک حدیث لکھی جس کا مضمون بھی یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر بڑا خائن کوئی نہیں جو غیر اصحاب رائے عوام کا منتخب امیر ہو۔

اس حدیث کی تصدیق زمانۂ حال میں چندہ اور چنیدہ کے احوال سے خوب ظاہر ہے۔ لہٰذا اس پر مزید تبصرے کی ضرورت نہیں، اور حدیث مندرجہ بالا کے مصداق وہ لوگ بھی ہیں جو بزرگوں کے جانشین محض وراثت کے بل پر بغیر استحقاق وہ بے انتخاب شرعی بن بیٹھے ہیں جیسا کہ زمانۂ حال میں مشاہدہ ہے۔

مرد مردوں سے
اور عورتیں عورتوں سے بے نیاز ہوں

اس کی تفصیل دوسری حدیث میں ارشاد ہوئی جس کو خطیب اور ابن عساکر نے حضرت واصلہ اور انس سے روایت کیا کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا ''دنیا اس وقت تک فنا نہ ہوگی جب تک عورتیں عورتوں سے، اور مرد مردوں سے بے نیاز نہ ہوجائیں، اوز (السحاق) عورت کا عورتوں سے باہم مباشرت کرنا عورتوں کا آپس میں زنا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

لا تذهب الدنيا حتى يستغني النساء بالنساء والرجال بالرجال والسحاق زنا النساء فيما بينهن.

(كنز العمال ج ١٤ ص ٢٢٦)

اور تیسری حدیث حضرت ابی سے مروی ہے فرمایا کہ ''ہم سے کہا گیا اس امت کے پیچھے لوگوں میں قیامت کے قریب کچھ چیزیں ظاہر ہونگی، ان میں سے یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی سے یا کنیز سے اس کی دبر میں صحبت کرے اور یہ ان کاموں میں سے ہے جن کو اللہ وہ رسول نے حرام کیا اور اس پر اللہ ورسول کا غضب ہے اور انہیں میں سے مرد کا مرد کے ساتھ صحبت کرنا اور یہ ان باتوں میں سے ہے جن کو اللہ و رسول نے حرام کیا اور انہیں میں سے عورت کا عورت کے ساتھ مباشرت کرنا، اور یہ ان اعمال میں سے ہے جن کو اللہ و رسول نے حرام کیا اور اس پر اللہ ورسول کی ناراضگی ہے الیٰ آخرہ۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عن ابی قال قیل لنا أشياء تكون في آخر ه هذه الامة عند اقترب الساعة فمنها نكاح الرجل امر أته وامته في دبرها وذلك مما حرم الله ورسوله و يمقت الله عليه ورسوله ومنها نكاح الرجل الرجل و ذلك مما حرم الله عليه ورسوله و منها نكاح المرأة المرأةوذلك مما حرم الله ورسوله و يمقت الله عليه ورسوله ﷺ. (كنز العمال جلد١٤ص٥٧٥)

☆☆☆

توہین رسول کی سزا قتل

متفقہ فیصلہ

ترتیب: محمد شہاب الدین رضوی

حضور محمد مصطفیٰ ﷺ پوری دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ ان کی رحمت و برکت ہر خاص و عام پر ہے چاہے وہ مسلمان ہے یا نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کی وجہ سے ہی سارے جہان کی تشکیل فرمائی اور دنیا میں جو کچھ ہے یہ سب انہی کی بدولت اور ان کی ہی مرہون منت ہے۔ اسلام کے شیرازہ کو منتشر کرنے کے لئے اور حضور اقدس ﷺ کی سیرت و کردار میں انگشت نمائی کے لئے اسلام دشمن فسطائی طاقتوں نے با قاعدہ ایک منصوبہ بندی کر رکھی ہے کہ امت مسلمہ کی جو مسلم الثبوت نوعیت و حیثیت ہے اس پر ضرب کاری لگ جائے اور دیگر مذاہب کے افراد کے درمیان مذاق اور دلگی کا باعث ہو۔

عہد رسالت مآب ﷺ اور خلافت راشدہ کے زمانے میں کچھ ایسی سلطنتیں آباد تھیں جن کو قبول اسلام کی دعوت دی گئی اور حضور ﷺ و امیر المؤمنین کی طرف سے دعوتی خطوط بھیجے گئے جس کو پھاڑ دیا گیا، اور تبادلۂ خیال کے لئے سفارت کار بھیجے گئے تو ان کی توہین کی گئی۔

اس کی دراصل وجہ یہ تھی کہ اس وقت کی سپر پاور قیصر و قسریٰ کو تسلیم کیا جاتا تھا اس کی مثل کچھ اور بھی سلطنتیں تھیں، مگر خطوط کی توہین و سفارت کاروں کی بے عزتی پر حضور ﷺ نے سخت ناراضگی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ ایک وہ دن آئے گا کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ پھر بالکل حضور ﷺ کی پیشن گوئی صادق ہوئی اور سپر پاور تسلیم کی جانے والی سلطنتیں ریشہ ریشہ ہو گئیں۔

کتاب و سنت اجماع امت اور تصریحات ائمہ دین کے مطابق توہین رسول کی سزا صرف قتل ہے۔ رسول کی صریح مخالفت توہین رسول ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

ذالك بانهم شآقوا الله و رسوله

[سورۂ انفال آیت ۱۳]

کافروں کو قتل کرنے کا حکم اس لئے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے صریح مخالفت کر کے ان کی توہین کا ارتکاب کیا۔ توہین رسول کے کفر ہونے پر بکثرت آیات قرآنیہ شاہد ہیں۔ مثلاً

ولئن سألتهم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب قل ابالله وآيته ورسوله كنتم تستهتزؤن لا تعتذروا قدكفرتم بعد ايمانكم.

[سورۂ توبہ آیت ۶۵/۶۶]

اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ ضرور کہیں گے ہم تو صرف ہنسی مذاق کرتے تھے۔ آپ (ان سے) کہیں کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہو۔ کوئی عذر نہ کرو۔ بے شک ایمان کے بعد تم نے کفر کیا۔

مسلمان کہلانے کے بعد کفر کرنے والا مرتد ہوتا ہے اور از روئے قرآن، مرتد کی سزا صرف قتل ہے۔ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا:

قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی بأس شدید تقاتلونھم اویسلمون۔

[سورۂ الفتح آیت ۱۶]

اے رسول (ﷺ) پیچھے رہ جانے والے دیہاتوں سے فرمادیجئے، عنقریب تم سخت جنگ کرنے والوں کی طرف بلائے جاؤ گے، تم ان سے قتال کرتے رہوگے یا وہ مسلمان ہوجائیں گے۔

یہ آیت مرتدین اہل یمامہ کے حق میں بطور اخبار بالغیب نازل ہوئی۔ اگر چہ بعض علماء نے اس مقام پر فارس و روم وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے، لیکن حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حسب ذیل روایت نے اس آیت کو مرتدین بنی حنفیہ (اہل یمامہ) کے حق میں متعین کردیا۔

عن رافع بن خدیج انا کنّا نقراء ھذہ الایۃ فیما مضی ولا نعلم من ھم حتّی دعا ابو بکر رضی اللہ عنہ الی قتال بنی حنیفۃ فعلمنا انّھم اریدوابھا۔

[البحر المحیط ج ۸ ص ۹۴، روح معانی پ ۲۶ ص ۱۰۲]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ گزشتہ زمانے میں ہم اس آیت کو پڑھا کرتے تھے اور ہمیں معلوم نہ تھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (مرتدین) بنی حنیفہ (اہل یمامہ) کے قتال کی طرف مسلمانوں کو بلایا۔ اس وقت ہم سمجھے کہ اس آیت کریمہ میں یہ مرتدین ہی مراد ہیں۔

ثابت ہوا کہ اگر مرتد اسلام نہ لائے تو از روئے قرآن اس کی سزا قتل کے سوا کچھ نہیں، قتل مرتد کے بارے میں متعدد حدیث وارد ہیں، اختصار کے پیش نظر صرف ایک حدیث پیش کی جاتی ہے۔

اتی علی بز ناقۃ فاحر قھم (نہ فی روایۃ ابی دائود۔ [ابوداؤد ج ۲ ص ۵۹۸]

انّ علیّاً احرق ناساً ارتد واعن الاسلام) فبلغ ذلک ابن عبّاس فقال لو کنت انا لم احرقھم لنھی رسول اللہ ﷺ لاتعذبوا بعذاب اللہ ولقتلتھم لقول رسول اللہ ﷺ من بدّل دینہ فاقتلوہ۔

[صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲۳/ج ۱ ص ۱۰۲۳۔ ابوداؤد ج ۲ ص ۵۹۸۔ ترمذی ج ۱ ص ۱۷۶۔ نسائی ج ۲ ص ۱۵۱۔ ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۸۵۔ مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۱]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس (مرتد ہو جانے والے) زندیق لوگ لائے گئے تو آپ نے انہیں جلادیا۔ اس کی خبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا اگر (آپ کی جگہ) میں ہوتا، تو انہیں نہ جلاتا، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ کے عذاب کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دو اور میں انہیں قتل کرادیتا، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو (مسلمان) اپنے دین سے پھر جائے اسے قتل کردو۔

امام کردری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ جو شخص معاذ اللہ مرتد ہوجائے اسکی عورت حرام ہوجاتی ہے پھر اسلام لائے تو اس سے جدید نکاح کیا جائے اس سے پہلے کلمۂ کفر کے بعد کی صحبت سے جو بچہ ہوگا حرامی ہوگا۔ اور یہ شخص عادت کے طور پر کلمۂ شہادت پڑھتا رہے کچھ فائدہ نہ دیگا، جب تک اپنے اس کفر سے توبہ کرے کہ عادت کے طور پر مرتد کے کلمہ پڑھنے اس کا کفر نہیں جاتا اور جو رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے دنیا میں بعد توبہ بھی اسے سزا دی جائے گی۔ یہاں تک کہ اگر نشہ کی بیہوشی میں کلمۂ گستاخی بکا، جب بھی معافی نہ دیں گے۔

[وجیز امام کردری، ج ۳ رص ۳۲۱]

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: نبی محترم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر ہے، اور جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

[نسیم الریاض، ج ۴ رص ۳۸۱]

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی جس شدت کے ساتھ مرتدین کو قتل کیا محتاج بیان نہیں صحابہ کرام کے لئے مرتد کو زندہ دیکھنا نا قابل برداشت تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یمن کے دو مختلف حصوں پر حاکم تھے ایک دفعہ حضرت معاذ بن جبل حضرت ابوموسیٰ اشعری سے ملاقات کے لئے آئے۔ ایک بندھے ہوئے شخص کو دیکھ کر انہوں نے پوچھا، یہ کون ہے؟ ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا:

كان يهوديا فاسلم ثم تهوّد قال اجلس قال لا اجلس حتىٰ يقتل تضاء الله ورسوله ثلاث مرّوات فامر به فقتل.

[تفسير مظهري ج ٣ ص ١٣٥]

یہ یہودی تھا، مسلمان ہونے کے بعد پھر یہودی (ہوکر مرتد) ہوگیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے حضرت معاذ بن جبل کو بیٹھنے کے لئے کہا، انہوں نے تین بار فرمایا: جب تک اسے قتل نہ کردیا جائے میں نہیں بیٹھوں گا۔ (قتل مرتد) اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے اسے اسی وقت قتل کردیا گیا۔

غلاف کعبہ سے لپٹے ہوئے توہین رسول کے مرتکب مرتد کو مسجد حرام میں قتل کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے کسی نے حضور سے عرض کی حضور! (آپ کی شان میں توہین کرنے والا) ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: "اقتلوہ" اسے قتل کردو۔

[بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۳۔ نسائی ج ۲ ص ۱۵۲]

یہ عبداللہ بن خطل مرتد تھا۔ ارتداد کے بعد اس نے کچھ ناحق قتل کئے، رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں شعر کہہ کر حضور کی شان میں توہین وتنقیص کیا کرتا تھا، اس نے دو گانے والی لونڈیاں اس لئے رکھی ہوئی تھیں کہ وہ حضور کی ہجو میں اشعار گایا کریں۔ جب حضور ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو اسے غلاف کعبہ سے باہر نکال کر باندھا گیا اور مسجد حرام میں مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان اس کی گردن ماری گئی۔

[بخاری شریف ج ۱ ص ۲۴۹ رج ۲ ص ۶۱۴]

یہ صحیح ہے کہ اس دن ایک ساعت کے لئے حرم مکہ کو حضور ﷺ کے لئے حلال قرار دے دیا گیا تھا، لیکن بالخصوص مسجد حرام میں مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان اس کا قتل کیا جانا، اس بات کی دلیل ہے کہ گستاخ رسول باقی مرتدین سے بدر جہا بدتر و بدحال ہے۔

۱- قال محمد بن سحنون اجمع العلماء ان شاتم النبي ﷺ المتنقص له كافر والو عيد جار عليه بعذاب الله له وحكمه عند الامة القتل ومن شك في كفره وعذابه كفر.

[فتح الباري ج ٨ ص ١٣، عمدة القاري ج ٨ ص ٣٤٧، ارشاد الساري ج ٦ ص ٢٩٢]

محمد بن سحنون نے فرمایا: علماء امت کا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والا، حضور کی توہین کرنے والا کافر ہے، اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے، کافر ہے۔

۲- وقال ابو سليمان الخطابي لا اعلم احدا من المسلمين اختلف في وجوب قتله اذا

کا مسلماً۔

[الشفاء ج ۲ ص ۲۱٦ / فتح القدير شرح هداية ج ٤ ص ٤٠٧ / الصارب المسلول ص ٤]

امام ابوسلیمان الخطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، جب مسلمان کہلانے والا نبی ﷺ کے سب کا مرتکب ہوتو میرے علم میں کوئی ایسا مسلمان نہیں جس نے اس کے قتل میں اختلاف کیا ہو۔

۳ — واجمعت الامة على قتل متنقصه من المسلمين وسابهٔ۔ [الشفاء ج ۲ ص ۲۱۱]

اور امت کا اجماع ہے کہ مسلمان کہلا کر حضور کی شان میں سبّ (بدزبانی) اور تنقیص کرنے والا قتل کیا جائے گا۔

بحرالرائق میں حضرت علامہ فرماتے ہیں: کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے اس کے لئے یہی حکم ہے کہ اسے معافی نہ دی جائے گی اور بعد ثبوت اس کا انکار فائدہ نہ دیگا کہ مرتد کا ارتداد سے مکرنا تو دفع سزا کے لئے ہے، توبہ تو وہاں قرار پاتا ہے جہاں توبہ سنی جائے اور نبی ﷺ یا کسی اور نبی کی شان میں گستاخی اور کفروں کی طرح نہیں، اس یہاں اصلاً معافی نہ دیں گے۔ [بحرالرائق، ج۵، ص۱۳۵]

٤ — قال ابو بكر بن المنذر اجمع عوام اهل العلم على ان من سبّ النبي ﷺ يقتل قال ذلك مالك بن انس والليث واحمد و اسحاق وهو مذهب الشافعي قال القاضي ابو الفضل وهو مقتضى قول ابي بكرن الصديق هؤلاء وبمثله قال ابو حنيفة واصحابهٔ والثوري واهل الكوفة والاوزاعي في المسلمين لكنّهم قالوا هي ردّة۔ [الشفاء ج۲ ص ۲۱۵]

امام ابوبکر بن منذر نے فرمایا، عامۂ علماء اسلام کا اجماع ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کو سبّ (بدزبانی) کرے قتل کیا جائے گا۔ ان ہی میں سے مالک بن انس، لیث، احمد، اسحاق (رحمہم اللہ) ہیں اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے، قاضی عیاض نے فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کا یہی مقتضیٰ ہے (پھر فرماتے ہیں) اور اس ائمہ کے نزدیک اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی۔ امام ابو حنیفہ، انکے شاگردوں، امام ثوری کوفہ کے دوسرے علماء اور امام اوزاعی کا قول بھی اسی طرح ہے۔ ان کے نزدیک یہ ردّت ہے۔

علامہ مولیٰ خسرو فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص مسلمان کہلا کر حضور اقدس ﷺ یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے اسے ہرگز معافی نہیں دی جائے گی۔ اس تمام علمائے امت کا اجماع ہے۔ [دررالاحکام، ج۱، ص۲۹۹]

٥ — انّ جميع من سبّ النبيّ ﷺ اوعابه اوالحق به نقصاً في نفسه اونسبه اودينه اوخصلة من خصاله او غرض به او شبّههٔ بشئ على طريق السبّ لهٔ اوالا زراء عليه اوالتصغير بشانه اوالغضّ منه والعيب لهٔ فهوسابٌ لهٔ والحكم فيه حكم السابّ يقتل كما نبيّنهٔ ولا نستثنى فصلا من فصول هذا الباب على هذا المقصد ولا نمترى فيه تصريحاً. وهذا كلّهٔ اجماع من العلماء وائمة الفتوى من لدن الصحابة رضوان الله عليهم الى هلم جرا.

[الشفاء ج۲ ص ۲۱٤ / الصارب المسلول ص ۲۲۵]

بے شک ہر وہ شخص جس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی یا حضور کی طرف کسی عیب کو منسوب کیا، یا حضور کی ذاتِ مقدسہ، آپ کے نسب، دین یا آپ کی کسی خصلت سے کسی نقص کی نسبت کی، یا آپ پر طعنہ زنی کی، یا جس نے بطریق سبّ اہانت یا تحقیر شان مبارک یا ذات مقدسہ کی طرف کسی عیب کو منسوب کرنے کے لئے حضور کو کسی چیز سے تشبیہ دی، وہ حضور کو صراحۃً گالی دینے والا ہے، اسے قتل

کر دیا جائے۔ ہم اس حکم میں قطعاً کوئی استثناء نہیں کرتے، نہ ہم اس میں کوئی شک کرتے ہیں، خواہ صراحۃً توہین ہو یا اشارۃً کنایۃً، اور یہ سب علماء امت اور اہل فتویٰ کا اجماع ہے۔ عہد صحابہ سے لے کر آج تک رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت امام شیخ ابراہیم حلبی حنفی لکھتے ہیں: حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی اور دوسرے کفری کلمات کی طرح نہیں ہیں، ہر طرح کے مرتد کو بعد توبہ معافی دینے کا حکم ہے مگر گستاخ رسول جیسے مرتد کے لئے اس کی اجازت نہیں۔

[غنیۃ ذوالاحکام ص ۳۰۱]

والحاصل انهٔ لاشك ولا شبهة فی كفر شاتم النبیّ ﷺ وفی استجاحة قتله وهو المنقول عن الائمة الاربعة.

[فتاوی شامی حنفی ج ۳ ص ۳۲۱]

خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کو گالی دینے والے کے کفر اور اس کے مستحق قتل ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ چاروں ائمہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، سے یہی منقول ہے۔

كلّ من ابغض رسول الله ﷺ بقلبه كان مرتداً فالسّابّ بطريق اولی ثم يقتل حداً عندنا

[فتح القدیر ج ٤ ص ٤٠٧]

جو شخص رسول اللہ ﷺ سے اپنے دل میں بغض رکھے وہ مرتد ہے۔ آپ کو گالی دینے والا تو بطریق اولیٰ مستحق گردن زنی ہے۔ پھر (مخفی نہ رہے کہ) یہ قتل ہمارے نزدیک بطور حد ہوگا۔

انما رجل مسلم سبّ رسول الله ﷺ اوكذّبه اوعابه اوتنقصه فقد كفر بالله وبانت منه زوجته.

[كتاب الخراج ص ۱۸۲، فتاوی شامی ج ۳ ص ۳۱۹]

جو مسلمان رسول اللہ ﷺ کو سب کرے یا تکذیب کرے یا عیب لگائے یا آپ کی تنقیص شان کا کسی اور طرح سے مرتکب ہو، تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور اس سے اس کی زوجہ اس کے نکاح سے نکل گئی۔

اذا عاب الرّجل النبی ﷺ فی شئ كان كافر اوكذا قال بعض العلماء لوقال لشعر النبی ﷺ شعير فقد كفر و عن ابی حفص الكبير من عاب النبی ﷺ بشعرة من شعراته الكريمة فقد كفرو ذكر فی الا صل ان شتم النبیّ كفر.

[فتاوی قاضی خان ج ٤ ص ۸۸۲]

کسی شے میں حضور پر عیب لگانے والا کافر ہے، اور اسی طرح بعض علماء نے فرمایا اگر کوئی حضور ﷺ کے بال مبارک کو "شعر" کے بجائے (بصیغہ تصغیر) "شعیر" کہہ دے تو وہ کافر ہو جائے گا، اور امام ابوحفص الکبیر حنفی سے منقول ہے کہ اگر کسی نے حضور ﷺ کے کسی ایک بال مبارک کی طرف بھی عیب منسوب کیا تو وہ کافر ہو جائے گا، اور امام محمد نے "مبسوط" میں فرمایا کہ نبی ﷺ کو گالی دینا کفر ہے۔

ولا خلاف بين المسلمين ان من قصد النبیّ ﷺ بذلك فهو ممّن ينتحل الاسلام انهٔ مرتد يستحق القتل.

[احکام القرآن ج ۳ ص ۱۰۶]

کسی مسلمان کو اس میں اختلاف نہیں کہ جس شخص نے نبی کریم ﷺ کی اہانت و ایذا رسانی کا قصد کیا اور وہ مسلمان کہلاتا ہے، وہ مرتد مستحق قتل ہے۔

فقیہ محقق عبداللہ بن شیخ محمد بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ الاشباہ میں لکھتے ہیں کہ: نشہ کی بیہوشی میں اگر کسی سے کفر کی کوئی بات نکل جائے اسے بوجہ بیہوشی کافر نہ کہیں گے، اور نہ سزائے کفر دیں گے۔ مگر حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی وہ کفر ہے کہ نشہ کی بیہوشی سے بھی صادر ہوا تو اسے

معافی نہ دیں گے۔

اور ارتداد کا حکم یہ ہے کہ اس کی عورت فوراً اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے۔ اگر بعد کو پھر اسلام لائے جب بھی عورت نکاح میں واپس نہ جائے گی، اور اگر وہ حالت ارتداد میں مرجائے تو اسے مسلمانوں کے قبرستان مین دفن کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے، اور نہ کسی ملت والے مثلاً کسی یہودی یا نصرانی کے گورستان میں دفن کیا جائے، اس کو کتے کی طرح کسی گڈھے میں پھینک دیا جائے مرتد کا کفر اصلی کافر کے کفر سے بدتر ہے۔ اور اگر کسی مسلمان پر گواہان عادل شہادت دیں کہ یہ فلاں قول یا فعل کے سبب مرتد ہوگیا اور وہ اس سے انکار کرتا ہو تو اس سے تعرض نہ کریں گے، نہ اس لئے کہ گواہان عادل کو جھوٹا ٹھہرایا بلکہ اس کا مکرنا اس کفر سے توبہ ورجوع سمجھیں گے۔

لہٰذا گواہان عادل کی گواہی اور اس کے انکار سے یہ نتیجہ پیدا ہوگا کہ وہ شخص مرتد ہوگیا تھا اور اب توبہ کرلی تو مرتد تائب کے احکام اس پر جاری ہوں گے کہ اس کے تمام اعمال حبط ہوگئے اور بیوی نکاح سے باہر ہوگئی اور باقی سزا نہ دی جائے گی۔ مگر حضور ﷺ کی شان میں گستاخی یہ وہ کفر ہے جس کی سزا سے دنیا میں بعد توبہ بھی معافی نہ ہوگی۔

[الاشباہ والنظائر باب الردۃ]

حضرت علامہ اخی یوسف رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جو شخص کلمہ گو ہوکر حضور اقدس ﷺ کو برا کہے یا تکذیب کرے یا کوئی اور عیب لگائے یہ کفر ہے، اس پر کسی طرح معافی نہ دی جائے گی اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے تو وہ خود کافر ہوجائیگا۔ [ذخیرۃ العقبیٰ ص ۲۴۰]

یہ بات واضح ہوگئی کہ کتاب وسنت، اجماع امت اور اقوال علمائے دین کے مطابق گستاخ رسول کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیا جائے، اس کے بعد حسب ذیل امور کی وضاحت بھی ضروری ہے۔

(۱) بارگاہ نبوت کی توہین وتنقیص کو موجب حدّ جرم قرار دینے کے لئے یہ شرط صحیح نہیں کہ گستاخی کرنے والے نے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنے کی غرض سے گستاخی کی ہو۔

یہ شرط ہر گستاخ نبوت کے تحفظ کے مترادف ہوگی اور توہین رسالت کا دروازہ کھل جائے گا۔ ہر گستاخ نبوت اپنے جرم کی سزا سے بچنے کے لئے یہ کہہ کر چھوٹ جائے گا کہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنا میری غرض نہ تھی۔ علاوہ ازیں شرط کتاب اللہ کے بھی منافی ہے۔

سورۂ توبہ کی آیت ہم لکھ چکے ہیں کہ توہین کرنے والے منافقوں کا یہ عذر کہ "ہم تو آپس میں صرف دل لگی کرتے تھے۔ ہماری غرض توہین نہ تھی" یہ اللہ تعالیٰ نے مسترد کردیا اور واضح طور پر فرمایا، لاتعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم۔ بہانے نہ بناؤ، ایمان کے بعد تم نے کفر کیا۔

(۲) صریح توہین میں نیت کا اعتبار نہیں۔ "راعنا" کہنے کی ممانعت کے بعد اگر کوئی صحابی نیت توہین کے بغیر حضور ﷺ کو "راعنا" کہتا تو وہ واسمعوا وللكافرين عذاب اليم کی قرآنی وعید کا مستحق قرار پاتا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ نیت توہین کے بغیر بھی حضور کی شان میں توہین کا کلمہ کہنا کفر ہے۔

امام شہاب الدین خفاجی حنفی ارقام فرماتے ہیں:

المدار في الحكم بالكفر على الظواهر ولا نظر لقرائن حاله۔

[نسيم الرياض شرح شفاء ج ٤، ص ٤٢٦]

توہین رسالت پر حکم کفر کا مدار ظاہر الفاظ پر ہے۔ توہین کرنے والے کے قصد ونیت اور اس کے قرائن حال کو نہیں دیکھا جائے گا۔ ورنہ توہین رسالت کا دروازہ کبھی بند نہ ہوسکے گا۔ کیوں کہ ہر گستاخ یہ کہہ کر بری ہوجائے گا کہ میری نیت ارادہ توہین کا نہ تھا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ توہین

صریح میں کسی گستاخ نبوت کی نیت اور قصد کا اعتبار نہ کیا جائے۔

(۳) یہاں اس شبہ کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ اگر کسی مسلمان کے کلام میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور اسلام کی صرف ایک وجہ کا احتمال ہو تو فقہاء کا قول ہے کہ کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا، اس کا ازالہ یہ ہے کہ فقہاء کا یہ قول اس تقدیر پر ہے کہ کسی مسلمان کے کلام میں ننانوے وجوہ کفر کا صرف احتمال ہو۔ کفر صریح نہ ہو لیکن جو کلام مفہوم توہین میں صریح ہو اس میں کسی وجوہ کو ملحوظ رکھ کر تاویل کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ لفظ صریح میں تاویل نہیں ہو سکتی۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ کسی کلام کا توہین صریح ہونا عرف ومحاورے پر مبنی ہے۔

[الشفاء ج ۲ ص ۲۱۷]

مثال کے طور پر اگر کسی کو ولد الحرام کہا جائے اور کہنے والا لفظ حرام کی تاویل کرے اور کہے کہ میں نے ''المسجد الحرام'' اور بیت اللہ الحرام'' کی طرح معظم ومحترم کے معنیٰ میں یہ لفظ بولا ہے، تو اس کی یہ تاویل کسی ذی فہم کے نزدیک قابل قبول نہ ہوگی، کیوں کہ عرف اور محاورے میں ''ولد الحرام'' کا لفظ گالی اور توہین ہی کے لئے بولا جاتا ہے۔

اسی طرح ہر وہ کلام جس سے عرف ومحاورے میں توہین کے معانی مفہوم ہوتے ہیں توہین ہی قرار پائے گا، خواہ اس میں ہزار تاویلیں ہی کیوں نہ کی جائیں۔ عرف اور محاورے کے خلاف تاویل معتبر نہ ہوگی۔

(۴) یہاں اس شبے کو دور کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر توہین رسول کی سزا حد اقتل کرنا ہے تو کئی منافقین نے حضور ﷺ کی صریح توہین کی۔ بعض اوقات صحابہ کرام نے عرض کی کہ حضور! ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس گستاخ منافق کو قتل کر دیں، لیکن حضور ﷺ نے اجازت نہیں دی۔

ابن تیمیہ نے اس کے متعدد جوابات لکھے ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ [الصارم المسلول ص ۲۲۲، ۳۳۳]

(ا) اس وقت ان لوگوں پر حد قائم کرنا فساد عظیم کا موجب تھا۔ ان کے کلمات توہین پر صبر کر لینا اس فساد کی نسبت آسان تھا۔

(ب) منافقین کے ارتکاب توہین کے موقع پر صحابہ کرام کا حضور سے ان کے قتل کی اجازت طلب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام جانتے تھے کہ گستاخ رسول کی سزا قتل ہے۔

گستاخان شان رسالت ابو رافع یہودی اور کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو دیا تھا، اس حکم کی بناء پر صحابہ کرام کو علم تھا کہ حضور ﷺ کی شان میں توہین کرنے والا قتل کا مستحق ہے۔

(د) رسول اللہ ﷺ کے لئے جائز تھا کہ وہ اپنے گستاخ اور موذی کو اپنی حیات میں معاف فرما دیں، لیکن امت کے لئے جائز نہیں کہ وہ حضور کے گستاخ کو معاف کر دے۔

نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو کہ آپ معافی کو اختیار فرمائیں۔ اور جاہلوں سے منہ پھیر لیں اور نیکی کا حکم دیں۔ (سورۂ اعراف آیت ۱۹۹)

گستاخ رسول پر قتل کی حد جاری کرنا ایسی حد ہے جو رسول اللہ ﷺ کا اپنا حق ہے۔ اگر چہ رسول اللہ ﷺ کی توہین حضور کی امت کے لئے بھی سخت ترین اذیت کا موجب ہے اور اس طرح اس حد کو پوری امت کا حق بھی کہا جا سکتا ہے۔

لیکن بلا واسطہ نہیں بلکہ بواسطہ ذات اقدس کے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور کو یہ اختیار حاصل تھا کہ اپنا یہ حق کسی کو خود معاف فرما دیں۔ جیسا کہ دیگر بعض احکام شرع کے متعلق دلیل سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان احکام میں حضور کو اختیار عطا فرمایا۔

مثلاً حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے حضرت ابو بردہ کو بکری کے ایک بچے کی قربانی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

ولن تجری عن احد بعدك.

[بخاری شریف ج ۲ ص ۸۳۲]

کہ یہ (قربانی) تمہارے علاوہ کسی دوسرے پر ہرگز جائز نہیں۔

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور نے حرم مکہ کی گھاس کاٹنے کو حرام قرار دیا تو حضرت عباس نے عرض کی "الّا الاذخر" یعنی اذخر" گھاس کو حرمت کے اس حکم سے مستثنیٰ فرمادیں۔ حضور نے فرمایا الّا الاذخـــر "یعنی اذخر کو حرمت کے حکم سے ہم نے مستثنیٰ فرمادیا: [بخاری ج ا ص ۱۲۱ / مسلم ج ا ص ۴۳۸]

اس حدیث کے تحت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور نواب صدیق حسن خاں تحریر کرتے ہیں:

"ودر مذہب بعضے ان است کہ احکام مفوض بود بوے ﷺ ہر چہ خواہد و بر ہر کہ خواہد حلال وحرام گرداند بعضے گویند با اجتہاد گفت واوّل اصح واظہر است۔

[اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۴۰۸]

"یعنی بعض کا مذہب یہ ہے کہ احکام شرعیہ حضور ﷺ کے سپرد کردیے گئے تھے جس کے لئے جو کچھ چاہیں حلال اور حرام فرمادیں، بعض لوگ کہتے ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ اجتہاد کے طور پر فرمایا تھا اور پہلا مذہب اصح اور اظہر ہے۔"

ان احادیث کی روشنی میں حضور ﷺ کو یہ اختیار حاصل ہوسکتا ہے کہ کسی حکمت و مصلحت کے لئے حضور ﷺ ان منافقین پر قتل کی حد جاری نہ فرمائیں، لیکن حضور کے بعد کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں۔

توہین رسالت کی حد اسی پر جاری ہو سکے گی، جس کا یہ حرام جرم قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو جائے۔ اس کے بغیر کسی کو اس جرم کا مرتکب قرار دے کر قتل کرنا ہرگز جائز نہیں۔

اگر کوئی شخص توہین کے کلمات صریحہ بول کر یا لکھ کر اس بات کا اعتراف کرلے کہ یہ کلمات میں نے بولے یا میں نے لکھے ہیں تو یقیناً وہ واجب القتل ہے، خواہ وہ کتنے ہی بہانے بنائے اور کہتا پھرے کہ میری نیت توہین کی نہ تھی۔ یا ان کلمات سے میری غرض یہ نہ تھی کہ میں مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچاؤں۔ ہر حال میں وہ مستحق قتل ہے۔

علیٰ ہذا وہ لوگ جو نبی کریم ﷺ کی توہین صریح کی تاویل کر کے اس کے مرتکب کو کفر سے بچانا چاہیں، بالکل اسی طرح قتل کے مستحق ہیں جیسا کہ خود توہین کرنے والا مستوجب حد ہے، شاتم رسول کے حق میں محمد بن سحنون کا قول ہم شفاء، قاضی عیاض اور الصارم المسلول سے نقل کر چکے ہیں کہ ومن شك فی کفرہ وعذابہ کفر۔

[الشفاء ج ۲ ص ۲۱۵، ۲۱۶]

علمائے کرام وفقہائے عظام اور محدثین نے توہین رسول کے مرتکب اور مرتد کے تعلق سے نماز جنازہ کے احکام بیان کئے ہیں کہ ایسا شخص جب مرجائے تو اسے نہ غسل دیں، نہ کفن دیں، نہ اس پر نماز جنازہ پڑھیں۔ اگر توبہ کرلی اپنے کفر سے برأت ظاہر کردی اور دین اسلام میں داخل ہوگیا تو اس کے مرجانے کے بعد غسل کفن نماز اور مقابر مسلمین میں دفن کیا جائے گا۔

شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ تنویر الابصار میں رقم طراز ہیں کہ: ہر مرتد کی توبہ قبول ہے مگر نبی کی شان میں توہین کرنے والا ایسا کافر ہے کہ دنیا میں سزا سے بچانے کے لئے اس کی توبہ بھی قبول نہیں۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح قلم تیرے ہیں

والدین سرکار مدینہ سے حضرت آدم تک کا ایمان

از: اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ

اولاً اللہ عزوجل فرماتا ہے ولعبد مؤمن خیر من مشرک بیشک مسلمان غلام بہتر ہے مشرک سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرناً حتی کنت فی القرآن الذی کنت فیہ میں ہر قرن وطبقہ میں تمام قرون بنی آدم کے بہتر سے بھیجا گیا یہاں تک کہ اس قرن میں ہوا جس میں پیدا ہوا۔

رواہ البخاری فی صحیحہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر المؤمنین مولی المسلمین سیدنا علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی حدیث صحیح میں ہے:

لم یزل علی وجہ الدھر سبعۃ مسلمون فصاعدا فلولا ذلک ھلکت الارض ومن علیھا روئے زمین پر ہر زمانے میں کم سے کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں ایسا نہ ہوتا تو زمین واہل زمین سب ہلاک ہوجاتے اخرجہ عبدالرزاق وابن المنذر بسند صحیح علی شرط الشیخین حضرت عالم القرآن حبر الامہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث صحیح میں ہے:

ماخلت الارض من بعد نوح عن سبعۃ یدفع اللہ بھم عن اھل الارض نوح علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد زمین کبھی سات بندگان خدا سے خالی نہ ہوئی جن کے سبب اللہ تعالیٰ اہل زمین سے عذاب دفع فرماتا ہے۔ جب صحیح حدیثوں سے ثابت کہ ہر قرن وطبقہ میں روئے زمین پر لااقل سات مسلمان بندگان مقبول ضرور رہے ہیں اور خود صحیح بخاری شریف کی حدیث سے ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جن سے پیدا ہوئے۔ وہ لوگ ہر زمانے ہر قرن میں خیار قرن سے تھے، اور آیت قرانیہ ناطق کہ کوئی کافر اگرچہ کیسا ہی شریف القوم بالانسب ہو کسی غلام مسلمان سے بھی خیر وبہتر نہیں ہوسکتا، تو واجب ہوا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء وامہات ہر قرن وطبقہ میں انہیں بندگان صالح ومقبول سے ہوں ورنہ معاذ اللہ بخاری میں ارشاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن عظیم میں ارشاد حق جل وعلا کے مخالف ہوگا۔

اقول: والمعنی ان الکافر لایستأھل شرعا ان یطلق علیہ انہ من خیار القرآن لا سیما وھناک مسلمون صالحون وان لم یردا الخیریۃ الا بحسب النسب فافھم یہ دلیل امام جلیل خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہٗ نے افادہ فرمائی فاللہ یجزیہ الجزاء الجمیل۔

ثانیاً: قال اللہ عزوجل انما المشرکون نجس کافر تو ناپاک ہی ہیں۔ اور حدیث میں ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الطیبۃ الطاھرۃ مصفی مھذباً لاتنشعب شعبتان الاکنت فی خیرھما ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے پاک ستھری پشتوں میں نقل فرماتا رہا، صاف ستھرا آراستہ جب دو شاخیں پیدا ہوئیں میں ان میں بہتر شاخ میں تھا۔ اور ایک لفظ میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم: "لم ازل انقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام

الطاہرات" میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے، پاک بیبیوں کے پیٹوں میں منتقل ہوتا رہا۔" رواھما ابونعیم فی فلائل النبوۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما، دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں ﷺ "لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الکریمۃ والارحام الطاھرۃ حتی اخرجنی من بین ابوی" ہمیشہ اللہ عزوجل مجھے کرم والی پشتوں اور طہارت والے شکموں میں نقل فرماتا رہا یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے پیدا کیا۔ رواہ ابن ابی عمر والعدنی فی مسندہ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ " تو ضرور ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے آبائے کرام طاہرین وامہات کرام طاہرات سب اہل ایمان وتوحید ہوں کہ بہ نص عظیم کسی کافرو کافرہ کے لئے کرم وطہارت سے حصہ نہیں۔ یہ دلیل امام اجل فخر المتکلمین علامۃ الوریٰ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے افادہ فرمائی، اور امام جلال الدین سیوطی اور علامہ محقق سنوسی وعلامہ تلمسانی شارح شفا وامام ابن حجر مکی وعلامہ محمد زرقانی شارح مواہب وغیرہم اکابر نے اس کی تائید و تصویب کی۔

ثالثاً: قال اللہ تبارک وتعالیٰ توکل علی العزیز الرحیم الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین" بھروسا کر زبردست مہربان پر جو تجھے دیکھتا ہے جب تو کھڑا ہو اور تیرا کروٹیں بدلنا سجدہ کرنے والوں میں۔ امام رازی فرماتے ہیں۔ معنی آیت یہ ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا نور پاک ساجدوں سے ساجدوں کی طرف منتقل ہوتا رہا، تو آیت اس پر دلیل ہے کہ سب آبائے کرام مسلمین تھے، امام ابن حجر وعلامہ زرقانی وغیرہما کبار نے اس کی تقریر وتائید وتاکید وتصدیق فرمائی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کے مؤید روایت ابونعیم کے یہاں آئی۔

رابعاً: " البتہ عنقریب تجھے تیرا رب اتنا دیگا کہ تو راضی ہو جائے گا"۔ اللہ اکبر بارگاہ عزت میں مصطفیٰ ﷺ کی عزت و وجاہت ومحبوبیت کہ امت کے حق میں تو رب العزۃ جل وعلا نے فرمایا ہی تھا" قریب ہے کہ ہم تجھے تیری امت کے باب میں راضی کردیں گے۔ اور تیرا دل برا نہ کریں گے" (رواہ مسلم فی صحیحہ) مگر اس عطار ورضا کا مرتبہ یہاں تک پہنچا کہ صحیح حدیث میں حضور سید عالم ﷺ نے ابوطالب کی نسبت فرمایا" میں نے اسے سرپا آگ میں ڈوبا پایا تو کھینچ کر ٹخنوں تک کی آگ میں کردیا"۔

دوسری روایت صحیح میں فرمایا۔" اگر میں نہ ہوتا تو ابو طالب جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوتا"

دوسری حدیث صحیح میں فرماتے ہیں:" دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب جہنمی پر ہے"۔ اور پر ظاہر کہ حضور اقدس ﷺ سے جو قرب والدین کریمین کو ہے ابوطالب کو اس سے کیا نسبت پھر ان کا عذر بھی واضح کہ نہ انہیں دعوت پہنچی نہ انہوں نے زمانہ اسلام پایا تو اگر معاذ اللہ وہ اہل جنت نہ ہوتے تو ضرور تھا کہ ان پر ابوطالب سے بھی کم عذاب ہوتا اور وہی سب سے ہلکے ہوتے، یہ حدیث صحیح کے خلاف ہے تو واجب ہوا کہ والدین کریمین اہل جنت ہیں وللہ الحمد اس دلیل کی طرف بھی امام خاتم الحفاظ نے اشارہ فرمایا۔

اقول: وباللہ التوفیق تقریر دلیل یہ ہے کہ صادق مصدوق ﷺ نے خبر دی کہ اہل نار میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب پر ہے اب ہم پوچھتے ہیں ابوطالب پر یہ تخفیف کس وجہ سے ہے، آیا حضور اقدس ﷺ کی یاری وغمخواری و پاسداری وخدمت گزاری کے باعث یا اس لئے کہ سید المحبوبین ﷺ کو ان سے محبت طبعی تھی حضور کو ان کی رعایت منظور تھی، حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں:" آدمی کا چچا اس کے باپ کی بجائے ہوتا ہے"۔

(............جاری ہے)

عرس قادری رضوی بریلی شریف

۹۲/۷۸۶

برادران دینی ویقینی و جملہ وابستگان سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

السلام و علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج شریف! بفضلہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ عز وجل وعلیہ ﷺ فقیر بخیر طالب خیر ہے۔
ہر سال کی طرح امسال بھی عرس ''قادری رضوی'' انشاء اللہ الرحمن نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ منایا جائے گا۔ لہٰذا اس پرفیض تقریبات میں شریک ہوکر بزرگوں کے حسنات و برکات سے مستفیض ہوں، اور ثواب دارین حاصل کریں۔ عرس کے تقریبات کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

تقریبات عرس رضوی

۲۳ رصفر ۱۴۲۷ھ / ۲۴ رمارچ ۲۰۰۶ء بعد نماز فجر قرآن خوانی، نعت ومنقبت، بعد نماز عشاء قل شریف حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ ومفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ، بمقام ازہری مہمان خانہ، بریلی شریف ہوگا۔

۲۴ رصفر ۱۴۲۷ھ / ۲۵ رمارچ ۲۰۰۶ء بعد نماز فجر قرآن خوانی، نعت ومنقبت، دوپہر ۲ ربجے ''امام احمد رضا ٹرسٹ'' کی خصوصی میٹنگ جامعۃ الرضا میں منعقد ہوگی، بعد نماز عشاء بمقام ''جامعۃ الرضا'' مرکز نگر (متھرا پور) نزد سی بی گنج، بریلی شریف، تقاریر علماء کرام وقل شریف حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ ا رجکر ۴۰ رمنٹ پر ہوگا۔

۲۵ رصفر ۱۴۲۷ھ / ۲۶ رمارچ ۲۰۰۶ء بعد نماز فجر قرآن خوانی ونعت ومنقبت وتقاریر علماء ومشائخ قل شریف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ دوپہر ۲ ربجکر ۳۸ رمنٹ پر، بمقام تعمیر نو ازہری مہمان خانہ، بریلی شریف ہوگا۔

-: آپ کی صحت و سلامتی کے لئے دعا گو :-

محمد عسجد رضا خاں قادری

ناظم اعلیٰ ''مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا'' مرکز نگر، بریلی شریف

Ph:-0581-2458543,3091453, Mob.:09359103545/9837549282

The Monthly
SUNNI DUNIA Bareilly U.P.

Regd. No. 17(82) Vol-1 Annual Subscription
Rs.(100) Per Copy Regd. PO. No. BR/211/2006

دنیائے سنیت کی عظیم درسگاہ

مرکز الدراسات الاسلامیۃ

جامعۃ الرضا



باھتمام

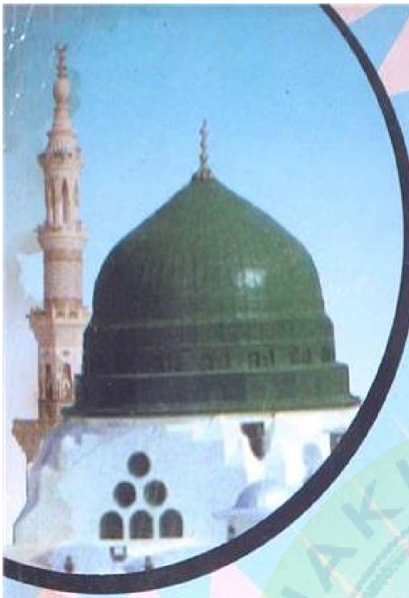
امام احمد رضا ٹرسٹ، ۸۲، سوداگران، بریلی شریف (یوپی)

Under Management

IMAM AHMAD RAZA TRUST

82, Saudagaran, Bareilly Shareef (U.P.)

Designed & Printed By, Razvi Kitab Ghar Delhi-6. (M) 9350505879



مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

31.10.06

سنی دنیا

زیر سرپرستی

قاضی القضاۃ جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

مالک ونگراں:

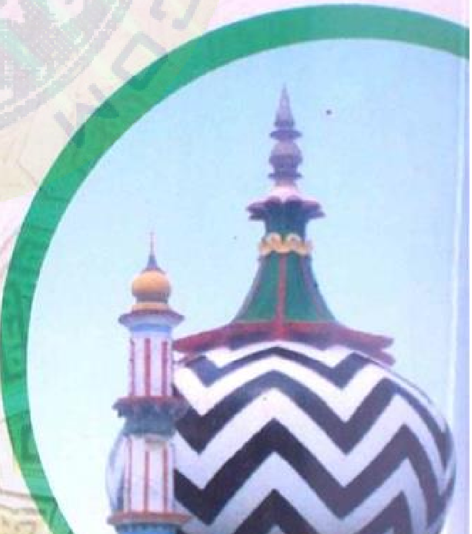
مولانا محمد عسجد رضا قادری

ناظم اعلیٰ جامعۃ الرضا

مدیر:

یونس رضا مونس

وائس پرنسپل جامعۃ الرضا



WWW.MUFTIAKHTARRAZAKHAN.COM

سنی دنیا سنی دنیا سنی دنیا سنی دنیا سنی دنیا سنی دنیا سنی دنیا

مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

کا

علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

جلد: ۲۶

ماہنامہ سنی دنیا

شمارہ: ۴

اکتوبر ۲۰۰۶ء

تیسرا فقہی سیمینار نمبر

زیر سرپرستی: جانشین مفتی اعظم قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

مالک و نگراں: محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر: یونس رضا مونس

☆فی شمارہ: ۱۰ روپے ☆ زر سالانہ: ۱۰۰ روپے ☆ بیرونی ممالک: ۳۰۰ روپے ☆ لائف ممبری: ۲۰۰۰ روپے ☆

رابطہ کا پتہ

دفتر سنی دنیا ۸۲ سوداگران بریلی شریف (یوپی) فون 0581-2458543 فیکس: 0581-2472166

W.site: markazeahlesunnat.com
W.site: hazrat.org

چیک یا ڈرافٹ بنام "اختر رضا خاں" یا "امام احمد رضا ٹرسٹ" بنائیں۔ مرکزی دار الافتاء کے لئے جوابی لفافہ ضرور روانہ فرمائیں۔

کمپوزنگ و ڈیزائننگ: عتیق احمد حشمتی (شجاع مَلِک)

سنی دنیا سنی دنیا سنی دنیا

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا — نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

بیادگار

امام المتکلمین مفتی نقی علی خاں بریلوی
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی
حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی
مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں نوری
مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی

مجلس مشاورت

علامہ تحسین رضا خاں صاحب قبلہ
مولانا حبیب رضا خاں صاحب نوری
مولانا مفتی قاضی عبد الرحیم بستوی
مولانا شوکت حسین رضوی کراچوی
مولانا منان رضا خاں منانی
حاجی قربان علی حامدی بیسل پوری
مولانا مظفر حسین رضوی کٹیہاری

مجلس ادارات

حضرت ڈاکٹر سید امین میاں مارہروی
علامہ سبطین رضا خاں قادری بریلوی
معمار ملت مولانا شبیہ القادری سیوانی
مفتی سید شاہد علی رضوی رام پوری
مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی
علامہ یٰسین اختر مصباحی رضوی دہلی
مولانا عبد المبین نعمانی قادری چریا کوٹ
ہمدرد ملت الحاج محمد سعید نوری بمبئی

اشاریات

اداریہ

دائرہ فقہ و افتاء میں شرعی کونسل کی امتیازی شان

یونس رضا مونس

جب تک یہ دار فانی منزل فنا کی طرف گامزن ہے مسائل جدیدہ کا رونما ہونا لازم ہے دنیا کے سیر الی الفنا اور مسائل نوازل میں ایسا استمرار وتلازم ہے جس کا انفکاک ممتنع ہے، اور ادھر حوادث ونوازل کے شرعی احکام کا استخراج و استنباط اصول وضوابط کے دائرے میں رہ کر بھی ضروری ہے اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ ہرایرے غیرے فقہ میں قصور باع کے سبب ان کا شرعی حل نہیں ڈھونڈ سکتے وسیع النظر مفتیان کرام ہی اصول احناف کی روش پر چل کر ان حوادث ونوازل میں اصابت رائے کو پہنچ سکتے ہیں اس لئے ایک ایسے بالغ نظر ذی استعداد فقہا کا کسی بھی مسئلہ جدیدہ میں اتفاق کے لئے ایک شرعی کونسل کا انعقاد ازحد ضروری ہے۔ ان حاجات و ضروریات کے پیش نظر ''امام احمد رضا ٹرسٹ'' کے زیر اہتمام ''شرعی کونسل آف انڈیا'' کا قیام عمل میں آیا اسی شرعی کونسل آف انڈیا کا تیسرا سہ موضوعاتی دوروزہ فقہی سیمینار مورخہ ۱۱/ ۱۲/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ مطابق ۸/۹/ جولائی ۲۰۰۶ء، بروز شنبہ ویکشنبہ سابقہ روایات کے مطابق پورے آن وبان کے ساتھ منعقد ہوا۔

اسلام میں فتاوے کی جو اہمیت ہے یہ ہرکس وناکس پر بخوبی واضح ہے۔ افتاء کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی اشرف المخلوقات انسان کی۔ شریعت محمدی کے نزول سے افتاء کا شاندار اور ممتاز دور شروع ہوا۔ حضور اکرم ﷺ کی بعثت اور نزول قرآن سے اسلامی تعلیمات کا دائرہ مکمل ہوا، حضرات صحابہ وصحابیات بارگاہ اقدس ﷺ میں حاضر ہوتے اور اسلامی تعلیمات کا درس لیتے، اور در پیش مسائل دریافت کرتے۔ استفتاء اور افتاء کا یہ سب سے مستند، قیمتی اور زریں دور ہے جو قیامت تک کے پیش آمدہ مسائل کے حل کے لئے سرچشمۂ فیض کی حیثیت رکھتا ہے، اس دور میں سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات والا صفات ہر مسئلے کا مکمل، مقدس اور تشفی بخش حل پیش فرماتی۔ فقہ و افتاء کا دوسرا دور (۱۰ھ تا ۴۱ھ) سرکار علیہ السلام کے ظاہری دنیا سے روپوش ہونے کے بعد درسگاہ نبوت کے فیض یافتہ افقہ صحابہ و صحابیات مثلاً خلفائے راشدین، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، ابوموسیٰ اشعری، زید بن ثابت، ابی بن کعب، ام المومنین عائشہ صدیقہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے امت کی زمام قیادت سنبھالی۔ آپ حضرات کے بعد فقہ وافتاء کا تیسرا دور (۴۱ھ تا ۱۰۰ھ) شروع ہوا اس دور میں اصاغر صحابہ کرام اور کبار تابعین نے امت کی قیادت فرمائی اس دور میں اسلامی سلطنت کی وسعتیں شرق وغرب اور جنوب وشمال کی وسعتوں کو اپنے دامن میں سمیٹ چکی تھیں۔ مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، کوفہ، بصرہ، شام، مصر، یمن میں فقہائے مجتہدین کی کثیر صفیں آراستہ تھیں ان حضرات کے بعد چوتھا دور شروع ہوتا ہے اس دور میں امام الائمہ، کاشف الغمہ، فخر زماں، امام اعظم نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ معجزۂ سرکار کونین ﷺ کی صورت میں جلوہ گر ہوئے جنہوں نے اپنے چالیس برگزیدہ تلامذہ کے ساتھ مل کر اس فن کی تدوین فرمائی، جو قیامت تک کے مسائل حیات حل کرنے کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ محققین نے اس دور کے تناظر کو بایں مفہوم پیش فرمایا ہے ''فقہ کی کاشت سیدنا عبداللہ ابن مسعود

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی، حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے اس کی آبیاری کی، حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کھیتی کو کاٹا، حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی بھوسی اتاری، حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے باریک پیسا، حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے گوندھا، حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی روٹیاں پکائیں۔ اب ساری امت ان روٹیوں سے شکم سیر ہورہی ہے۔''

اس دور میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۸۰/۱۵۰ھ) کے علاوہ بہت سارے ائمہ کے فقہی مکاتب کی بھی بنیاد پڑی مدینہ طیبہ میں حضرت امام مالک بن انس (۹۳ھ/۱۷۹ھ)، مصر میں حضرت محمد بن ادریس (۱۵۰ھ/۲۰۴ھ)، بغداد میں حضرت امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ/۲۴۱)، کوفہ میں حضرت سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ) مصر میں امام لیث (م ۱۷۵ھ)، بغداد میں امام ابوثور (م ۲۴۰ھ) اندلس اور دمشق میں امام عبد الرحمن بن عمر دمشقی اوزاعی (۸۸ھ/۱۵۷ھ) کے مذاہب پھیلے۔ لیکن چار مشہور فقہی مذاہب حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کے سوا کسی دوسرے فقہی مکتب کو بقائے دوام نہ مل سکی پھر جوں جوں سرکار دو عالم ﷺ کے دور سے زمانہ دور ہوتا گیا علمی رنگ و بو میں بھی کمیاں پیدا ہوتی چلی گئیں۔ اسی وجہ سے ماہران فقہ نے فقہا کے طبقات کی درجہ بندیاں کرتے ہوئے ماہرین فقہ نے حضرات فقہا کو سات طبقوں میں تقسیم فرمایا ہے۔ (۱) مجتہد فی الشرع (۲) مجتہد فی المذہب (۳) مجتہد فی المسائل (۴) اصحاب تخریج (۵) اصحاب ترجیح (۶) اصحاب تمیز (۷) مقلد مذہب موجودہ دور کے صاحبان فقہ اسی اخیر زمرہ میں آتے ہیں۔

ہندوستان میں بھی فقہ و افتاء کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی ہندوستانی اسلام کی۔ ہندوستان کے بعض سلاطین خود اسلامی دانشور تھے۔ یہاں بھی بہت سے فقہائے کرام پیدا ہوئے اور امت کی قیادت فرمائی مگر شہر بریلی میں خانوادۂ رضا اس عظیم دولت کے حامل ہو کر ۱۲۴۶/۱۸۳۱ء سے ابتک امت مسلمہ کی قیادت سنبھالے ہوئے ہے چنانچہ اس کی قدرے تفصیل یہ ہے امام الفقہاء حضرت علامہ مفتی محمد رضا علی خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۲۴۶/۱۸۳۱ء میں فرمایا اور تادم واپسی یعنی ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء تک ۳۴ رسال یہ خدمت جلیلہ نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے، خاتم الفقہاء حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے فتویٰ نویسی کی شروعات اپنی تعلیم و تربیت سے فراغت کے بعد تقریباً ۱۸۴۷ء میں فرمائی اور اپنی زندگی کے آخری لمحات تک یعنی ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء تک قریب ۳۳ رسال اس عظیم الشان کام کو بحسن وخوبی انجام دیتے رہے، امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں بعمر ۱۳ رسال مسئلہ رضاعت سے فرمایا اور تاحیات یعنی ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء تک ۵۲ رسال یہ اہم ذمہ داری بے لوث انجام دیتے رہے، شیخ الانام حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۵ء میں فرمایا اور تاحین حیات یعنی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء تک ۴۸ رسال یہ خدمت خالص لوجہ اللہ انجام دیتے رہے، تاجدار اہل سنت شبیہ غوث اعظم مفتی اعظم عالم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء میں فرمایا اور تادم آخری یعنی ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء تک ۷۱ رسال یہ عظیم ذمہ داری بطریق احسن انجام دیتے رہے اس کے بعد حضور تاج الشریعہ کا دور شروع ہوتا ہے آپ نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۹۶۷ء میں فرمایا اور

۳۹رسالوں سے یہ سلسلۂ زرّیں آج بھی جاری و ساری رکھے ہوئے ہیں گویا خاندان رضا میں فتاویٰ نویسی کی یہ ایمان افروز روایت ۱۷۵رسالوں سے مسلسل چلی آرہی ہے۔

لہٰذا آج کا دور عجیب دور ہے خواہشات نفس کا غلبہ ہے خوف خدا خال خال ہے نفس کی پیروی بام عروج پر ہے، الغرض عجیب انقلاب واختلاف کا دور ہے اوران سب کے عوام وعلماء یکساں شکار ہیں لہٰذا اسی ماحول کے تناظر میں ایک ایسی تنظیم جس میں مختلف فکروتحمل کے حامل افراد فقہی جزئیات پر عبور رکھنے والے حضرات پر مشتمل ہو،ضروری ہوجاتی ہے۔تاکہ سب حتی المقدور اختلافات سے بچیں،اور اتفاقی مسائل پر عمل کریں،اسی کے لئے ''امام احمد رضا ٹرسٹ'' نے قاضی القضاۃ سلطان الفقہا تاج الشریعہ مدظلہ العالی کی ایماء پر'' شرعی کونسل'' قائم فرمایا جواپنے اندر فقہ و افتاء کے اتفاق کی صورت میں جدید مسائل حل فرماتا ہے جس کی ضرورت ہرامت محمدی کو ہے،کیوں کہ فقہ اسلام کا تعلق زندگی کے ہرشعبہ سے ہے،خواہ سیاست وامارت ہو یا انفرادیت و اجماعیت، قوانین و جرائم ہو یا عبادات و معاملات سبھی اس سے جڑے ہوئے ہیں۔اس لئے مذہب سے لیکر معاشرت کے مسائل اوررب سے لیکر بندے تک کے حقوق اس کے دائرۂ بحث میں شامل ہیں۔انفرادی اورشخصی طور پر دیکھئے تو نکاح ، طلاق،نسب ،پرورش و پرداخت،نفقہ،میراث ان سبھی معاملات کے مسائل زیرغور آتے ہیں،جن سے آئینی اور خاندانی مددملتی ہے۔اجتماعی اورتمدنی معاملات میں خرید وفروخت ، اجارات ، رہن، کفالت،شرکت،قرض، وفائے عہداوردیگر مسائل پر گفتگو ہوتی ہے۔حقوق عباد میں والدین، اولاد ، اہل خاندان، پاس پڑوس،شہر،ملک، اورقوم وملت کے مفادات کا تحفظ اسلامی نقطۂ نگاہ سے ملحوظ ہوتا ہے، اسی لئے یہ سارے معاملات بھی فقہ اسلامی کے دائرہ میں آتے ہیں،حقوق اللہ میں جملہ فرائض،واجبات اورسنن ومستحبات سبھی شامل ہیں، غرض دنیا سے لے کر آخرت تک کے مسائل اس فن سے وابستہ ہیں،لہٰذااس اہمیت سے ہم بخوبی واقف ہوچکے کہ ہر موڑ پرفقہ ہی ہماری رہنمائی کرتا ہےاور کرے گا۔شرعی کونسل اسی کاعلم بردار ہے۔

الحمدللہ شرعی کونسل کا یہ تیسرا فقہی سیمینار بھی مسائل کو اتفاقی صورت دے کراختتام پذیر ہوا انشاءاللہ یہ کونسل اسی طرح اکابر علماء کی سرپرستی و رہنمائی میں امت مسلمہ کی قیادت فرماتی رہے گی،گزشتہ سیمیناروں کی طرح اس سیمینار میں بھی مرکز الدراسات الاسلامیہ کے اساتذۂ کرام اور دیگراسٹاف نے بالخصوص مولانا سلمان رضا،مولانا شعیب رضا،مولانا مطیع الرحمٰن ،مولانا احتشام الدین،مولانا عاصم رضا،مولانا عبدالرحیم ،مولانا جمیل ،مولانا افضل ،قاری نور محمد، قاری احسان، قاری نعیم الدین، ماسٹرغلام مجتبیٰ ، ماسٹر زبیر،ماسٹرعبدالباری،نویداسلم ،مولانا شہاب الدین،مولانا عابد، حافظ غلام مرتضیٰ ،مولانا کوثرعلی ،مولانا صلاح الدین، عتیق احمد حشمتی شجاع ملک صاحبان اور جامعہ کے طلبائے کرام نے بڑھ چڑھ کراپنی خدمت پیش کی۔شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا محمد عسجد رضاخاں قادری دام ظلہ ناظم اعلیٰ شرعی کونسل آف انڈیا ،شرعی کونسل کے ساتوں کمیٹیوں کے ممبران اور معاونین کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں، ساتھ ہی یہ امید رکھتے ہیں، کہ ہر دینی کام و کاج میں آپ حضرات ہمیشہ ساتھ دیتے رہیں گے، اور حضرت پوری امت مسلمہ کی فلاح و بہبوداورترقی کے لئے دعا کرتے ہیں۔فقط

مراجع

شامی/ علامہ ابن عابدین شامی۔شرح عقود رسم المفتی / علامہ ابن عابدین شامی۔فتاویٰ رضویہ/ اعلیٰ حضرت۔حیات اعلیٰ حضرت/ ملک العلماء۔سوانح اعلیٰ حضرت/ بدرالعلماء۔فتاویٰ ملک العلماء/ ترتیب ساحل سہسرامی۔فتاویٰ مرکزی دارالافتاء/ ترتیب فاروقی ،اویسی۔آداب الافتاء/ علامہ سیدظہیراحمد۔

خطبۂ استقبالیہ

از:- شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا **محمد عسجد رضا خاں** قادری رضوی مدظلہٗ
ناظم اعلیٰ: شرعی کونسل آف انڈیا، مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

مفتیان ذوی الاحترام و محققین اسلام!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی حبیبہ الکریم اما بعد! یقیناً یہ مبارک و مسعود گھڑی عموماً سبھی کے لئے خصوصاً میرے لئے باعث نزول رحمت اور سبب وفور فرحت ہے کہ ہم ''شرعی کونسل'' کے اس تیسرے فقہی سیمینار میں حاضر ہیں، جو ملت اسلامیہ کی قد آور شخصیتوں کی جلوہ گری سے لبریز ہے، اور یہ چیدہ چیدہ ہستیاں پیچیدہ مسائل کی گتھیاں سلجھانے کے لئے مصروف پیکار نظر آرہی ہیں، جس جذبۂ ایثار و خلوص سے آپ حضرات نے محفل حل وعقد میں شرکت فرمائی ہے قابل صد تحسین و آفریں اور پر خلوص مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ہم آپ تمامی حضرات کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے پر جوش خیر مقدم کرتے ہیں۔ آپ حضرات کی پرمحن کاوشہائے بلیغ کی مدح سرائی سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، اِنْ اَجْرُکُمْ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ، خالق شمس وقمر آپ حضرات کی ذات والابرکات کالشمس وضحاھا اور اوصاف کالقمر اذا تلاھا کرے۔

آج فقیر آپ جیسے وسیع النظر حقائق شناس افراد کے اذہان وقلوب کے دائرہ فکر کو ایک مخصوص زاویے کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے۔ بعض حضرات شرعی کونسل کے قیام پر چیں بہ جبیں تو بعض نکتہ چیں، آخر کیوں؟ لاریب اسلام ایک آفاقی و آسمانی قانون ہے جسے عالم الغیب والشہادۃ نے عالم ماکان ومایکون کے توسل سے بنی نوع آدم کے نظام معاش ومعاد کی اصلاح کے لئے انسان کو عطا کیا۔ وہ آسمانی قانون ہمارے درمیان فقہ اسلامی کی شکل میں موجود ہے۔ کیا دنیا کا کوئی مقنن کوئی ریفامر جسے اسلام کی بوباس بھی نہ لگی ہو جو اسلامی نظریہ سے یکسر نابلد ہو، ان جیسے مقننین یا معاشی ریفامر کا وضع کردہ قانون، یا ایسے ہی افراد پر مشتمل کسی قانون ساز اسمبلی کا بنایا ہوا دستور حیات لائحہ عمل خدائی قانون سے برتر و بالا ہوسکتا ہے؟ کیا ان کے وضع کردہ قوانین وضوابط نبی عالم ماکان ومایکون کے قوانین اسلامی پر فوقیت و برتری حاصل کرسکتے ہیں؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں! ہرگز نہیں! قانون خوش آئند و تابناک مستقبل کے لئے بنایا جاتا ہے جلب نفع ومصالح ودفع شر ومفاسد کے لئے بنایا جاتا ہے ایک قانون ساز کے لئے ماضی پر نظر ضروری ہے جسے دیکھ کر عبرت پکڑے، حال پر آگہی لازمی، انسانوں کی فطریات ونفسیات وضروریات ومقتضیات کی معرفت امر لابدی ہوتی ہے۔ ذرا آپ وضع قانون کے ان امور لازمہ کو دیکھئے اور انسان جہول پر نظر ڈالئے۔ آسمان و زمین کا تفاوت نظر آتا ہے، بھلا ان دونوں میں تلازم تو کجا؟ دور دور تک کوئی رشتہ نہیں پھر وضع قوانین کا انسان سے کیا تقابل؟ کیسا تجزیہ؟ دونوں میں بون بعید ہے۔ کہاں ایک انسان جو نہ ماضی کے صحیح احوال وکوائف سے روشناس، نہ انہیں حال ہی کی صحیح معرفت، نہ حضرت انسان کی فطریات و نفسیات ضروریات ومقتضیات سے آگاہ، وہ تابناک مستقبل کے لئے کیا طریقۂ کار وضع کرسکتا ہے؟ حقیقت میں وہ قانون قانون نہیں محض ظن وتخمین، وہم وگمان، خیال ہی خیال، اور وہ بھی خام مکمل خام۔ الحاصل کہاں عالم الغیب والشہادۃ کا آسمانی قانون کہاں انسان جہول کا قانون، کہاں خبیر وبصیر کا

قانون کہاں بے خبر بے بصیرت انسان کا قانون، کہاں فطریات واحساسات بلکہ دل کے وساوس وخطرات پر آگہی رکھنے والے کا قانون کہاں اپنے آپ سے نابلد انسان کا قانون؟ کہاں اس رب کا قانون جو اغراض نفس سے پاک ہے اور کہاں انسان مجسمۂ اغراض کا قانون، عرش وفرش سے متفاوت مزید ثریا وثریٰ سے بھی بعید، پھر خدائی قانون اور انسانی قانون میں کیا تقابل۔ ع دوکونش یکے قطرہ در بحر علم۔ لیکن لمحۂ فکریہ تو یہ ہے کہ دنیاوی قانون کے حریص ترقی یافتہ ہیں اور خدائی قانون کے متبعین پسماندہ وکوردہ، دنیا انہیں انسان کے بنائے ہوئے قوانین ودساتیر کو اپنی ترقی کا ضامن اصلاحِ معاش کا قوی ذریعہ اور بہترین طریقۂ کار سمجھ رہی ہے، انہیں کے نقش قدم کی اتباع سرمایۂ افتخار وارتقاء سمجھ رہی ہے، ساری دنیا پر ان کا طریقۂ کار سورج کی کرنوں کی طرح چھا گیا ہے۔ اجی غیروں سے کیا گلہ؟ خود مسلمانوں کو کارل مارکس، لینن اِسٹالن، امبیڈکر، لنکن جیسوں کے قانون میں ترقی کا سر بستہ راز جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔ افسوس بالائے افسوس تو یہ کہ نہ محض کامیابی وکامرانی کی ضمانت جانتے ہیں بلکہ بعضے مسلمان کہلا کر نظریاتی واعتقادی طور پر ان سے متاثر نظر آتے ہیں، اور اسلامی قانون کو دقیانوسی خیال اور پسماندہ قوم کا نظریہ سمجھتے ہیں۔ (العیاذ باللہ) جب کہ خود غرض انسانوں کا خانہ ساز قانون صرف اسلامی عقائد واعمال کو متزلزل کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے حقیقت تو یہ ہے۔ کہ ہر دور کے مقتضیات مختلف، مختلف زمان ومکان کے باشندوں کا طریقۂ کار مختلف، رسم ورواج مختلف، عادات واطوار مختلف ہوتے ہیں کہ انسانوں کا بنایا ہوا قانون ان مختلف احوال وکوائف میں کھپنے کی صلاحیت سے عاری ہے یہ صرف خدائے خالقِ ارض وسما کے عطا کردہ قانون اسلام کی شان ہے کہ ہر ماحول اور ہر زمانے میں انسانی حوائج کا کفیل اور انسانیت نوازی کا سرچشمہ رہا ہے۔ اسلام کی سرمدیت وآفاقیت اور وقت کے بدلتے تیور اور مقتضیات کو دیکھ کر نو پید مسائل کے حل کے لئے فقہ اسلامی میں بے شمار نظائر موجود ہیں۔ اب یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ نو پید مسائل کو کس نظیر پر منطبق کیا جائے اور اس کے مناط وعلل کو کس طرح متعین کیا جائے۔ یہ کام فرد واحد سے بمشکل اور فقہ اسلامی کی چند قدآور شخصیتوں کے اجتماع سے نسبتاً بآسانی ہو سکتا ہے جس کیلئے کوئی مجلس شرعی کا انعقاد ناگزیر ہو جاتا ہے۔ انہیں محرکات کے پیش نظر مسائل کی عقدہ کشائی اور وقت کے سلگتے ہوئے موضوعات کے تشفی بخش جواب کے لئے اس ''شرعی کونسل آف انڈیا'' کا قیام عمل میں آیا ہے۔ جو ارباب حل وعقد سے مخفی نہیں۔ پھر شرعی کونسل کے قیام پر اعتراض وقت کے تقاضوں سے عدم واقفیت کی دلیل ہے اور بس۔ ازیں پیشتر شرعی کونسل کی دونوں مجلس شرعی کافی کامیاب رہیں سیر حاصل بحث کے بعد چند اہم مسائل کا حل تلاش کیا گیا۔ کچھ مسائل تشنہ بھی رہ گئے۔ انشاء اللہ العزیز آپ حضرات کی تحقیق بلیغ اور جہد مسلسل سے ہمیں پوری امید ہے کہ ان لاینحل پر پیچ مسائل کا بھی کوئی نہ کوئی حل ضرور نکلے گا۔ سرِ دست اس تیسرے فقہی سیمینار میں آپ کے سامنے (۱) بیع قبل القبض (۲) میڈیکل انشورنس اور (۳) مساجد کی مصالح سے زائد آمدنی کے مصارف، کے مسائل زیر بحث لائے گئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ حضرات فقیہانہ انداز میں زیر بحث مسائل کے جواز وعدم جواز سے متعلق اپنے مستحکم نظریات کو مدلل ومبرہن فرمائیں گے۔ اخیر میں پھر ایک بار تہ دل سے آپ حضرات کا خیر مقدم کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ شرعی کونسل نے آپ کے قیام وطعام ودیگر ضروریات کے انتظام وانصرام میں حتی المقدور حسب دستور کوشش کی ہے تاکہ آپ کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہو پھر بھی بتقاضائے بشری کوئی تساہلی دیکھیں تو اپنے مفید مشوروں سے ضرور نوازیں تاکہ آئندہ اس کا بھرپور تدارک کیا جا سکے۔ فقط والسلام

خطبۂ صدارت

از:- قاضی القضاۃ، تاج الشریعہ، سلطان الفقہاء، مفتی اعظم **محمد اختر رضا خاں** قادری ازہری مدظلہ
رکن فیصل بورڈ "شرعی کونسل آف انڈیا" بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده سيدنا محمد وآله الصفوة وصحبه القدوة ومن حذا حذوهم، ونحى نحوهم، فاتخذهم أسوة۔

اللہ کا شکر ہے کہ آج ہم امام اہل سنت والجماعت مولانا شاہ احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گلشن علم کے خوشہ چیں "جامعۃ الرضا" بریلی شریف میں "شرعی کونسل آف انڈیا" کے تیسرے فقہی سیمینار میں حاضر ہیں، ہم سب بخوبی جانتے ہیں کہ قیامت تک مسائل جدیدہ رونما ہوتے رہیں گے اور کوئی مسئلہ نازلہ ایسا نہیں ہے جس پر کوئی حکم شرعی نہ ہو۔ اصل مقصد شرعی کونسل کے قیام کا یہی ہے کہ نوازل جدیدہ اور حوادث نو پیدا کے احکام کا استخراج شریعت کے دائرے میں اصول احناف کے مطابق کیا جائے، اور انکا شرعی حل ڈھونڈا جائے، اور اسے عوام وخواص کے سامنے عمل کے لئے پیش کیا جائے مگر یہ کام آسان نہیں اور ہر کس وناکس کی یہ شان نہیں، یہ کام ان پیشوایان دین کا تھا جن کی گردنوں میں علم دین امانت تھا اور یہ امانت بارگاہ نبوت سے انہیں سپرد کی گئی تھی انہیں عمائد اسلام نے کتاب وسنت کی روشنی میں شرع مطہر کے قواعد کی طرف رہنمائی کی اور کتاب وسنت اور اصول مقررہ سے ایسے فروع استنباط فرمائے کہ آج ہم جیسے بے مایہ بھی انہیں کی رہنمائی سے انہیں کی مقررہ راہوں پر، کسی قدر انہیں کی روش چلتے ہیں اور ان کے فیض سے نوازل جدیدہ میں اصابت کو پہنچتے ہیں۔ مجھے یہ احساس دلانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ آپ علماء امت ہیں بالفاظ دیگر آپ شریعت کے امین ہیں یہ آپ ہی کی ذمہ داری ہے کہ آپ نئے مسائل میں پوری دیانت سے اپنی فکر کو بروئے کار لائیں اور منہج اسلاف کو رہنما بنائیں، اور اشباہ ونظائر میں نظر صحیح سے کام لیں اور نوازل کے احکام وعلل اصول شرع کی روشنی میں دریافت کریں پھر آپ کی فکر جس نتیجے پر پہونچے اس پر خوب نظر کر کے کوئی فیصلہ سنائیں۔ اور خود اعتمادی سے بچنے کے لئے ہماری رائے ہے کہ اپنے فیصلے کی تصویب و تصدیق کے لئے بہر حال اکابر کی طرف رجوع کریں خصوصاً جب کہ ضرورت در پیش ہو تو پوچھنے سے اور مراجعت سے ہرگز گریز نہ کریں۔ فانما شفاء العي السوال، أو كما قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔ اور اگر ہم سے کوتاہی کے باعث دریافت احکام میں خطا ہوئی ہو تو بعد علم لازم ہے کہ رجوع کریں۔ تاکہ اللہ ہم پر اپنی رحمت فرمائے اور ہم پناہ رحمت میں ہوں، يتوب الله على من تاب۔ یہاں یہ یاد رہے کہ ظہور حق کے بعد اپنی جمی ہوئی رائے سے رجوع کرنا اور اعتراف خطاء اور قبول حق امام اعظم ابوحنیفہ و دیگر مجتہدین اور ان کے متبعین کا شیوہ رہا ہے کما هو في الكتب المذكور ہمیں ان کی سنت سے روگردانی زیب نہیں دیتی کہ ہم ان کے مقلد ہیں نہر الفائق پھر عالمگیری میں ہے: ولا ينبغي له أن يحتج للفتوى إذا لم يسأل عنه، وإذا أخطأ رجع ولا يستحي ولا يأنف۔ (نهر الفائق ج۳، ص۵۹۹)

قرآن حکیم میں بظاہر اس سے خطاب ہوا جو اتباع ہوا

سے معصوم ہے ارشاد ہوا: یاداؤد انا جعلنک خلیفة إلیٰ قولہ ولا تتبع الھوی فیضلك عن سبیل اللہ الآیة۔ اور حقیقۃً یہ خطاب حکام علماء اور ناقلان فتویٰ سے ہے کہ وہ نصیحت مانیں اور اتباع ہوا کا ہولناک انجام سوچیں، اور اس وعید کی شدت پر غور کریں جو بر سبیل فرض معصوم کو سنائی گئی تو ہم غیر معصومین کی کیا بساط؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو استقامت بخشے اور اتباع ہوا و تشہی کی آفتوں سے محفوظ رکھے۔

دوسرا مقصد: اس "شرعی کونسل" کے قیام سے یہ تھا اور ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیقات کو اجاگر کیا جائے اور اپنوں اور غیروں کے دلوں میں ان کی علمی وجاہت کا سکہ جو پہلے سے بیٹھا ہوا ہے، اور مستحکم کیا جائے اور دکھایا جائے کہ علم کے اس جبل شامخ کی تحقیقات ایسی راسخ ہیں کہ سب اکٹھا ہو کر کے ہلانا چاہیں تو ہل نہ سکیں ہلانیوالے ہل جائیں۔ مزید برآں یہ امر لوگوں پر بار بار روشن ہو کہ مدت دراز گزرنے کے بعد بھی وہ علم رفیع ابھرتے ہوئے مسائل میں گم گشتگان کے لئے رہبر ورہنما ہے مگر صد افسوس! اب یہ دیکھا جارہا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے خوشہ چینوں کے خوشہ چیں تصریحات اعلیٰ حضرت سے صرف نظر کر رہے ہیں اور ان کی تحقیقات کے برخلاف اپنی نئی تحقیقیں پیش کر رہے ہیں اس کا مظاہرہ سال گزشتہ رویت واستفاضے کی بحث میں بعض مقالات میں صاف دیکھا گیا۔ جن میں فتاویٰ رضویہ کی تصریحات کو بالائے طاق رکھا گیا، اور اعلیٰ حضرت کے نام لیواؤں نے محض بے ضرورت نہ صرف تصریحات اعلیٰ حضرت کے خلاف بلکہ اصول احناف کے خلاف عدول عن المذہب کیا اور غیر مذہب حنفی میں بھی اصطخری شافعی کا قول مرجوح اختیار کیا جس کی تفصیل ہمارے اس مقالے میں ہے جو سال گزشتہ سیمینار میں سنایا گیا۔ اور اس دور میں یہ بھی دیکھا جارہا ہے کہ بعض مفتیان کرام حق ظاہر ہونے کے باوجود بھی اپنے قول مرجوح سے رجوع کرنا یا تو عار سمجھتے ہیں یا صحیح موقف والوں کی تضحیک میں مبتلا ہیں اور بے دلیل قول صحیح کی تضعیف وتزییف میں پڑے ہیں۔ اس دور کا بڑا المیہ یہ ہے کہ بعض مقامات پر نظام دین کچھ ایسے ہی لوگوں کے سپرد ہے اور وہ بہت بڑے حلقے پر اپنا اثر ونفوذ رکھتے ہیں اور بعض جگہ کی شرعی کونسل پر اور ملک کے اطراف میں منعقد ہونے والے سیمیناروں پر انہیں کی ذاتی آراء کا غلبہ نظر آتا ہے نتیجۃً شرعی کونسل اور مختلف فقہی سیمینار اپنے اصل مقصد سے برگراں ہیں، بہر حال اہل حق کو اپنی فکر لازم ہے ہم امید کرتے ہیں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہماری یہ شرعی کونسل امتیازی شان کے ساتھ شریعت کے دائرے میں اپنا کام مستقبل میں بھی انجام دیتی رہے گی اور حق گوئی اور حق پسندی اور حق پر استقامت اس کا طرۂ امتیاز رہے گا۔ اخیر میں بطور یاد دہانی گزارش ہے کہ درمیان بحث مخاطب کے حفظ مراتب کو ملحوظ خاطر رکھیں اور اظہار حق کے لئے اپنے استدلال کو بلطف ونرمی وحکمت کے ساتھ پیش کریں اور کم سے کم وقت میں بحث کو سمیٹنے کی کوشش کریں اور لفظی بحث سے احتراز کریں۔ آپ جیسے تجربہ کار افراد کی کوششوں سے میں پوری امید رکھتا ہوں کہ زیر بحث مسائل میڈیکل انشورنس، بیع قبل القبض، مساجد کی مصالح سے زائد آمدنی کا حکم، جیسے اہم مسائل میں ہم کسی اہم فیصلے تک پہونچ جائیں گے۔ وباللہ التوفیق ہمیں احساس ہے کہ آپ نے اپنے اوقات عزیز میں سے کچھ قیمتی وقت نکالا اور سفر کی تکالیف برداشت کر کے آپ شریک اجلاس ہوئے ہیں ہم "شرعی کونسل" کے تمام شرکاء کے تہ دل سے شکر گزار ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ عزوجل اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے میں آپ تمامی حضرات کو کامیابی سے ہمکنار کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

خطبہ

محدث کبیر حضرت علامہ مفتی محمد ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام علىٰ سيد الهادين وعلى اله واصحابه هداة الدين.

اما بعد:

بحمدہٖ تعالیٰ آج ہم سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے شامیانۂ علم وفتویٰ کے سایہ میں ''شرعی کونسل آف انڈیا'' بریلی شریف کے تیسرے سیمینار میں حاضر ہیں، آپ تمام علمائے ملت اسلامیہ کو ہم شکریہ پیش کرتے ہوئے مسرت محسوس کررہے ہیں کہ آپ نے اپنے قیمتی وقت کو دینی مسائل کی شرعی تحقیق کے لئے وقف فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو جزائے خیر سے نوازے۔ (آمین)

ہمیں آپ حضرات پر یہ اعتماد ہے کہ آپ حضرات نے اپنے مقالات میں پوری دیانت وتحقیق کے ساتھ اپنا موقف قلمبند کیا ہوگا اور جو حضرات مقالات ارسال نہ کرسکے ان سے ہماری یہ امیدیں وابستہ ہیں کہ وہ بحث وتحقیق کے لئے پوری تیاری کے ساتھ آئے ہوں گے ہم سب کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ ہم لوگ صرف اور صرف احقاق حق اور تحصیل حکم شرع کی غرض سے بحث وتمحیص میں حصہ لیں اس لئے اگر بحث ونظر کے بعد ہم میں سے کسی کے موقف کے خلاف حکم واضح ہوجائے تو ان کے لئے اپنی موقف سے رجوع موجب عار نہ ہوگا بلکہ باعث اعزاز بات ہوگی۔ گزشتہ سیمینار میں ہم لوگوں نے مسئلہ ہلال میں چند احکام شرع دریافت کئے تھے ان میں سے ایک فیصلہ یہ ہوا تھا۔

''قاضی اگرچہ کئی شہروں یا پورے ملک کا قاضی ہو تو اس کا اعلان صرف اسی شہر ومضافات شہر میں نافذ ہوگا جہاں اس نے فیصلہ کیا اور یہ کہ پورے ملک کا اعلان سخت محل نظر ہونے کی وجہ سے زیرغور رکھا گیا تھا''

اس سلسلے میں ہم نے فتاویٰ رضویہ کی عبارتوں اور ان کے سیاق وسباق پر بھی نظر رکھی تھی چند دیگر شواہد فقہیہ سے استفادہ کیا تھا۔ پھر دور حاضر میں مسئلہ ہلال سے متعلق ناحق کوشش کا جو طوفان اٹھ پڑتا ہے۔ اس کو بھی نظر انداز نہیں ہونے دیا تھا۔ مگر ان سب باتوں سے بے نیاز ہوکر کچھ لوگوں نے اپنے سیمینار میں یہ فیصلہ کرلیا کہ:

''قاضی پورے ملک یا پورے صوبے کا ہو تو وہ اپنے پورے حدود قضا میں اپنا اعلان کرا سکتا ہے اس کام کے لئے قاضی ریڈیو، ٹیلیفون، فیکس، ایمیل وغیرہ کا سہارا لے سکتا ہے اگرچہ ان ذرائع ابلاغ کا نظم اس کے اختیار میں نہ ہو بس اسے کسی حد تک اطمینان حاصل ہو جائے کہ کام مرضی کے مطابق ہو جائے

گا۔ان حضرات نے اپنے موقف پر کوئی فقہی جزئیہ بطور دلیل نہیں پیش کیا جب کہ ہم نے کہا تھا کہ قاضی القضاۃ یا قاضی جمیع بلاد ملک کا عہدہ آج کی ایجاد نہیں ہے بلکہ کم از کم بارہ سو سال سے زائد عرصہ سے یہ عہدہ رائج تھا۔مگر کسی فقیہ نے حکم یا شہادت کا مکتوب ارسال کرنے کے معاملے میں قاضی القضاۃ اور قاضی بلد کے مکاتیب کے درمیان شرائط کتاب القاضی کے التزام اور عدم التزام کی تفریق نہیں کی ہے،اسی طرح اعلان ہلال کا ثبوت عہد رسالت سے جاری ہے مگر کسی فقیہ نے قاضی القضاۃ کا اعلان پورے ملک کے لئے محیط نہیں رکھا۔ان حضرات نے اپنے موقف پر جو کچھ لکھا ہے سب کا جواب فتاویٰ رضویہ کی عبارتوں میں مل سکتا ہے۔لیکن ان حضرات نے قصداً ان عبارات میں بیجا تاویل یا تحریف سے کام لیا ہے۔اس لئے ہم پر لازم ہے کہ قدرے ان کا محاسبہ کریں۔اس سلسلے میں ہم نے عالمگیری سے کتاب الاقضیہ کی ایک عبارت نقل کی تھی اور اعلیٰ حضرت کا وہ فتویٰ بھی پیش کیا تھا جس میں آپ نے اپنے اعلان رویت ہلال کا پرچہ شاہدین عدل کے بغیر پیلی بھیت بھیجنے سے انکار کیا تھا۔پھر ہم نے دوران بحث بزازیہ کی دو عبارتیں بھی پیش کی تھیں، یاد دہانی کے لئے کتاب الاقضیہ کی وہ عبارت دوبارہ حاضر خدمت ہے:۔

"وذکر فی کتاب الاقضیة ان کتب الخلیفة الیٰ قضاته اذا کان الکتاب فی الحکم بشهادة شاهدین شهدا عنده بمنزلة کتاب القاضی الی القاضی لایقبل الابشرائط التی ذکرنا ها واما کتابه انه ولیٰ فلانا اوعزل فلانافیقبل عنه بدون تلك الشرائط ویعمل به المکتوب الیه اذا وقع فی قلبه انه حق ویمضی علیه وهو نظیر کتاب سائر الرعایا بشئ من المعاملات فانه یقبل بدون تلك الشرائط ویعمل به المکتوب الیه اذا وقع فی قلبه انه حق فکذا هنا۔"

(عالمگیری ص ۳۹۶،ج ۳)

ان حضرات نے کتاب الاقضیہ کی مذکورہ عبارت میں خودساختہ توجیہ یہ کی ان کتب الخلیفة الی قضاته کی جزا محذوف ہے جو تفصیل یا اسی کا ہم معنی کوئی لفظ ہے اور اذا کان الکتاب فی الحکم دوسری شرط ہے۔جس کی جزا لایقبل الابشرائط الیٰ آخرہ ہے اور یہ دوسری شرط دو قیدوں سے مقید ہے۔ فی الحکم بشهادة شاهدین شهدا عنده قید اول ہے اور بمنزلة کتاب القاضی الی القاضی قید دوم ہے تو جب تک یہ دونوں قیدیں نہ پائی جائیں شرط متحقق نہ ہو گی اور اس میں کتاب القاضی کے شرائط لازم نہ ہوں گے یعنی اگر خلیفہ کا خط بمنزلہ کتاب القاضی نہ ہو تو اس میں شرائط کتاب القاضی ضروری نہ ہوں گے۔

اقول:-یہ عبارت کی تشریح نہ ہوئی بلکہ کھینچ تان کر مطلب برآری کی راہ ہموار کی گئی ہے دراصل مذکورہ بالا عبارت میں ان کتب الخلیفة الیٰ قضاته شرط ہے۔اور بعد کی پوری عبارت خواہ جملہ شرطیہ ہو یا جملۂ عاطفہ سب ملکر اس کی جزا ہیں اور رہ گیا جزا میں اذاکان الکتاب فی الحکم بشهادة شاهدین شهدا عنده تو یہ شرط ہو یا ظرف اس کا تعلق بمنزلہ کتاب القاضی سے ہے۔تو عبارت یوں ہوئی اذاکان الکتاب فی الحکم بشهادة شاهدین شهدا عنده کان بمنزلة کتاب القاضی الخ اور اگر بمنزلة کتاب القاضی کو

اذاکان کی قید بنائیں تو صاحب توجیہ کا مطلب اس کے سوا کیا ہوسکتا ہے کہ اگر خلیفہ شاہدین کی شہادتیں بطور کتاب القاضی نہ بھیجے تو وہ بے شرائط کتاب القاضی بھی مقبول وحجت ہوں گی حالانکہ وہ خود اس کے قائل نہ ہوں گے۔ چونکہ ہماری گفتگو خلیفہ کے اس مکتوب کے بارے میں ہے جو جائز ومؤثر ہو اور طریق موجب میں شمار ہو سکے اس لئے یہ حضرات یہ جواب نہیں دے سکتے کہ مکتوب کو قاضی قبول کرلے گا بھلے اس پر عمل نہ کرے۔ حیرت یہ ہے کہ آپ کتاب الاحکام میں شرائط کتاب القاضی کا اعتبار صرف اسی صورت میں کرتے ہیں جبکہ قاضی اپنی حدود ولایت کے باہر اپنا مکتوب بھیجے تو گویا آپ کے دو دعوی ہوئے۔

(۱) قاضی اپنے حدود ولایت میں کسی قاضی کے پاس اپنا فیصلہ بھیجے تو شرائط کتاب القاضی ضروری نہیں ہیں۔

(۲) شاہدین کی شہادت بھیجے تو کتاب القاضی کے شرائط ضروری ہیں۔ ان دونوں دعوی کی تفریق پر کیا دلیل ہے اب تک معرض خفا میں ہے۔ پہلے دعویٰ کی دلیل میں ان حضرات نے فتح القدیر اور عنایہ کی دو عبارتیں نقل کی ہیں۔ لان اخبار القاضی فی غیر محل ولایتہ الخ دوسری عبارت و قول القاضی فی غیر موضع قضائه كقول واحد من الرعایا۔ ان دونوں عبارتوں سے ان حضرات نے یہ مفہوم مخالف نکالا کہ حدود ولایت میں قاضی کی خبر یا اس کا قول معتبر ہے اگرچہ اس کے حدود چند شہروں پر مشتمل ہوں۔

اقول: اولاً محل قضا اور محل ولایت کے مصداق میں ہمیں یہ تسلیم نہیں کہ وہ جتنے حلقے کا قاضی ہے کیوں نہ اس سے فیصلہ کی جگہ یا شہر مراد ہو۔ ثانیاً: اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ پورے حدود قضا مراد ہیں تو اسے ہم مفہوم مخالف کیوں مانیں کیوں نہ اسے درجۂ مسکوت عنہ میں مانا جائے۔ ثالثاً: بالفرض اگر اسے مفہوم مخالف ہی تسلیم کرلیا جائے تو شہادتیں بھیجنے اور فیصلہ ارسال کرنے میں شرائط کے التزام وعدم التزام کا فرق کیوں ہو؟ ان حضرات سے یہ امر کیوں مخفی رہ گیا کہ جس طرح فصل مقدمات کے لئے ارسال شہادات میں حزم واحتیاط لازم ہے اسی طرح فصل مقدمات کے بعد کسی دوسرے شہر میں انفاذ حکم کے لئے ارسال فیصلہ میں بھی احتیاط لازم ہے، خصوصاً امر ہلال میں کہ عوام کالانعام علماء ومفتیوں کو زبردستی بے ثبوت ہلال اعلان رویت پر مجبور کرتے ہیں اور افواہیں احکام شرع کو مٹانے کے لئے ہر سو گشت کرتی رہتی ہیں۔ اور وہابیہ نابکار اپنے بے سروپا اعلانات سے گمراہ گری میں کوشاں رہتے ہیں۔ یہ حضرات ایک طرف کتاب الاقضیہ کی عبارت میں شرط اول اور شرط دوم وغیرہ کے توجیہ کے مدعی ہیں۔ تو دوسری طرف ''فی الحکم بشهادة شاهدین کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ خلیفہ نے اپنا فیصلہ نہ لکھا بلکہ دو گواہوں کی شہادت پر فیصلہ کے بارے میں لکھا تو یہ خط خلیفہ کے کئے ہوئے فیصلہ سے متعلق نہ ہوا، مانع کے لئے اسی قدر کافی ہے'' سبحان اللہ آپ مدعی بھی ہیں اور مانع بھی۔ اگر بات وہی ہوتی جو ان حضرات نے تحریر کی تو کتاب الاقضیہ کی عبارت یوں ہوتی۔ اذاکان الکتاب فی شهادة شاهدین شهدا عنده للحكم الخ جبکہ عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ خط میں حکم یعنی فیصلہ لکھا گیا ہے جو دو گواہوں کی شہادت سے ثابت ہوا۔ یہاں میں ضروری سمجھتا ہوں کہ بزازیہ کی وہ دو عبارتیں بھی پیش کردوں جو میں نے دوران بحث پیش کی تھیں تاکہ کسی

قدر گفتگو واضح ہو جائے۔

(۱) ولوجاء المدعی من القاضی برسول ثقةٍ مامونٍ عدلٍ الی قاضٍ آخر لایقبل لانه لایزید علی ان یاتی القاضی بنفسه ویخبر وهو فی غیر ولایته کو احد من الرعایا بخلاف کتابه لانه کالخطاب من مجلس قضائه۔ ودلت التفرقة علی مسئلتین الاولیٰ بلدة فیها قاضیان حضر احد هما مجلس الاخر واخبر بحادثة لایجوزله ان یعمل بخبره وحده ولو کتب الیه بشرطه له العمل به الخ

(بزازیه برحاشیه عالمگیری ص۱۸۳،ج۵)

اس عبارت سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ قاضی خود اپنے حدود قضا میں رہ کر بھی اس خط کو دوسرے قاضی کے اجلاس میں بطور کتاب القاضی مطابق شرائط بھیجے تو مقبول اور فرستادہ کی خبر بلکہ خود اس قاضی کی خبر بھی غیر مقبول ہے۔اور یہ کہ کتاب القاضی بالشرائط اپنے اجلاس سے خطاب کرنے کے حکم میں ہے۔

تبیین الحقائق میں ہے: ذکر الکرخی فی اختلاف الفقهاء ان کتاب القاضی الی القاضی مقبول وان کانا فی مصرواحد فکانما اعتبراه بالتوکیل وفی الظاهر اعتبراه بالعجز۔(تبین ج۵،ص۱۰۳)

اس پر حاشیہ شلبیہ میں ہے:

وفی الخصاف روی عن محمد انه قال فی مصر فیه قاضیان فی کل جانب قاض یکتب احد هما الی الآخر یقبل کتابه ولواتی احدهما صاحبه و اخبره بالحادثة بنفسه لم یقبل قوله لان فی الوجه الاول کأن الاول خاطبه من موضع القضاء وفی الثانی خاطبه فی غیر محل القضاء۔ص مذکوره۔

اقول: یہ شبہ نہ ہو کہ دونوں قاضی ایک ہی جگہ کے مختلف حصوں میں الگ الگ قاضی ہیں اس لئے کہ دونوں پورے شہر کے قاضی ہیں۔مختلف نواحی وجوانب میں ان کا ہونا اہل مصر کی سہولت کی بنا پر ہے نہ کہ اختلاف حدود قضا کے سبب۔اسی لئے بیان فرق میں یہ علت ذکر کی گئی کہ شہر کے دوسرے قاضی کے پاس آنے والا قاضی فیصلہ کے محل سے اٹھ کر آیا ہے۔اس لئے اس کی بات نامقبول اور خط بھیجنے کی صورت میں گویا وہ اپنے محل قضا ومقام فیصلہ سے خطاب کررہا ہے اس لئے یہ مقبول ہے۔تبیین نے امام کرخی سے نقل کیا وہ بھی اس بات پر دلیل ہے کہ دونوں قاضی پورے ایک شہر ہی میں قاضی ہوں۔

(۲) بزازیہ کی دوسری عبارت یوں ہے:

وعن الامام الثانی قضاة امیر المؤ منین اذا خرجوا مع امیر المؤ منین لهم ان یحکموا فی ای بلدة نزل فیها الخلیفة لانهم لیسوا قضاة ارض انما هم قضاة الخلیفة وان خرجوا بدون الخلیفة لیس لهم القضاء۔

(بزازیه بر حاشیه عالمگیری ج۵،ص۱۳۹)

امیر المؤمنین اور خلیفۃ المسلمین نے جن لوگوں کو اپنا قاضی بنا کر رکھا ہے وہ مسئلہ قضا میں امیر المؤمنین اور خلیفہ کے نائب ہیں۔اس لئے جہاں جہاں خلیفہ جائے گا وہ قضاۃ وہیں فصل مقدمات کر سکتے ہیں،اس سے ثابت ہوا کہ خلیفہ اگر چہ پورے ملک کا خلیفہ وقاضی ہے لیکن وہ جہاں ہے وہیں وہ فصل مقدمات کا

بالفعل اہل ہے دوسری جگہ کے لئے مسئلہ قضا میں وہ اجنبی ہے اسی سبب سے اس کا مخصوص قاضی خلیفہ کی جائے نزول پر حق قضا رکھتا ہے۔ یہاں سے یہ امر ثابت ہوا کہ حدود قضا کا معنی فصل مقدمات کا شہر یا مجلس قضا ہے نہ کہ ہر ایک وہ شہر جہاں کا وہ قاضی مقرر ہوا۔ اسی لئے ہم نے کہا تھا کہ'' قول القاضی فی غیر موضع قضائه کقول واحد من الرعایا '' سے قاضی کی پوری حدود مراد نہیں۔ ہم نے اپنے موقف کی تائیدات کی ایک مختصر فہرست پیش کردی لیکن جو لوگ قاضی القضاۃ کا اعلان پورے ملک کے لئے کافی قرار دیتے ہیں وہ ایک عبارت بھی اپنے دعویٰ کے ثبوت میں نہ لاسکے۔ بلکہ صرف تطویل لاطائل سے کام لیتے رہے۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کی جو لایعنی توجیہ فرمائی ہے اس کا جائزہ بھی لیتے چلیں۔ اعلیٰ حضرت پورے غیر منقسم ہندوستان کے قاضی القضاۃ تھے اور حکم سلطان میں تھے وہ اپنے پرچۂ اعلان ثبوت ہلال کے بارے میں فرماتے ہیں کہ'' بعض لوگوں نے (اعلان ہلال کے پرچہ کو) پیلی بھیت کے لئے چاہا تو انہیں جواب دیا گیا کہ جب تک دو شاہد عدل لیکر نہ جائیں پرچہ کافی نہ ہوگا تو بلاد بعیدہ کو کیونکر بھیجے جاتے''۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۵۳۲)

اس کا حاصل یہ ہوا کہ قاضی کو دوسرے شہروں میں اپنا اعلان مؤثر بنانے کے لئے کسی دوسرے طریق موجب کو اختیار کرنا ہوگا۔ اب اعلیٰ حضرت کی مذکورہ عبارت کی توجیہ سنئے۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ پیلی بھیت بریلی سے کافی فاصلہ پر واقع ہے وہاں کے لوگ کیوں کر تحقیق کرسکتے تھے۔ کوئی فنکار اپنی مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسا ہی پرچہ تقسیم کرا سکتا تھا اس لئے اعلیٰ حضرت نے شاہدین کی شرط رکھی تھی، شاید مدعی صاحب نے فتویٰ کے عبارت پر غور نہیں کیا۔ ورنہ اتنی بے تکی بات نہ کہتے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنی اس عبارت میں پیلی بھیت کے مقابلہ میں جو لفظ اختیار کیا ہے وہ بلاد بعیدہ کا لفظ ہے۔ تو کیا یہاں مفہوم مخالف کی گنجائش نہ تھی جو آپ نے پیلی بھیت کو بلاد بعیدہ میں شمار کر ڈالا، معلوم ہونا چاہئے کہ پیلی بھیت اعلیٰ حضرت کے زمانے میں دو سے تین گھنٹے کے فاصلے پر تھا۔ صرف انچاس ۴۹ کلومیٹر۔ اُس دور میں بعض لوگ بریلی اور پیلی بھیت کے درمیان دن میں دو چکر لگا لیتے تھے۔ علاوہ ازیں تحقیق اعلان کے لئے کسی مختصری مدت کا تعین کس قانون احتیاط میں داخل ہے۔ ستم تو یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے زمانہ مین جعل وتزویر کی تحقیق متعذر تھی مگر اب جب کہ آوارگی فکر وعمل کے فتنے شباب پر ہیں ای میل اور فیکس پر وائرس کے فنکار اربوں کا وارا نیارا کرتے ہیں۔ ای میل اور فیکس کا کتاب القاضی سے الحاق ضروری ہوگیا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ ہمیں اعتراف ہے کہ ہم ایسی تحقیق انیق سے عاری ہیں جو ان ارباب فکر ودانش کو نصیب ہوئی۔ فالحمد لله علی ذلك.

دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ فیکس وانٹرنیٹ ٹیلیفون کے ذریعہ استفاضۂ شرعیہ کا تحقق نہیں ہوسکتا۔ ان حضرات نے فیکس اور ای میل، ٹیلیفون، موبائل کو استفاضہ کے لئے کافی قرار دیا ہے جب کہ جعل وتزویر سے محفوظ ہو۔ عرض ہے کہ دور حاضر میں ان امور کا جعل وتزویر سے محفوظ رکھنا اور وائرس کی بلاؤں سے بچانا کہاں تک ممکن ہے۔ علاوہ ازیں استفاضہ میں لوگوں کا گروہ در گروہ آنا شرط ہے۔ ٹیلیفون یا فیکس وغیرہ میں لوگوں کی آمد اور ان کے مشاہدہ ومعائنہ کی قید کیسے پوری ہوسکے

گی جب کہ قاعدۂ فقہیہ ہے۔ الخط یشبہ الخط والنغمة تشبہ النغمة اس لئے کسی کا یہ کہہ دینا کہ ان تاتي جماعات متعددون میں آنے کی قید محض اتفاقی ہے۔ ایک دعوائے مطلب برآری کے سوا کچھ نہیں۔

نیز استفاضہ کے لئے ہر ٹیلیفون یا فیکس پر ایک ایک جماعت کو کیسے جمع کریں گے۔ اس کے علاوہ آپ خود تنبیہ الغافل والوسنان اور ردالمحتار سے ناقل ہیں، الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر، اور طے شدہ امر ہے کہ عند المحققین والحنفیة تواتر میں کسی عدد کا تعین غلط ہے، تو رحمتی علیہ الرحمہ کے قول میں آپ کے اس فرمان کا کیا معنی ہے کہ "علامہ مصطفیٰ رحمتی کی تشریح کیمطابق خبر دینے والوں کی تعداد چھ سے نو ہونی چاہئے"۔ کیا یہ علامہ رحمتی پر بہتان طرازی کی جرأت نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں: "شریعت مطہرہ نے دربارۂ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ یا تواتر شرعی پر بنا فرمایا اور ان میں بھی کافی وشرعی ہونے کے لئے بہت قیود وشرائط لگائیں جس کے بغیر ہرگز ہرگز گواہی وشہرت بکار آمد نہیں"

(فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۵۲۳)

فرماتے ہیں ٹیلیفون کہ اس میں شاہد ومشہود نہیں ہوتا صرف آواز سنائی دیتی ہے۔ اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے جو آواز مسموع ہو اس پر احکام شرعیہ کی بنا نہیں ہوسکتی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۵۲۷)

اعلیٰ حضرت نے علامہ رحمتی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ردالمحتار سے نقل کرکے افادہ فرمایا جب جماعت تواتر جماعت تواتر سے ان کی رویت کی ناقل ہے تو رویت بالیقین ثابت ہوگئی اور شہادت کی حاجت نہ رہی کہ اثبات احکام میں تواتر بھی قائم مقام شہادت بلکہ اس سے اقویٰ ہے کہ شہادت برخلاف تواتر آئے تو رد کردی جائے اور نفی پر تواتر مقبول ہے اور شہادت نامسموع۔ (ص ۵۵۳ ج ۴)

سب سے زائد نقصان دہ کارنامہ ہے جو بعض حضرات نے یہ انجام دیا کہ فیکس اور ای میل کو کتاب القاضی سے ملحق قرار دے دیا اور اس کے تحفظ کے لئے جن قیود کا ذکر کیا گیا وہ سب باب شہادات میں ناکافی اور ان میں سے بعض صرف مفروض جن پر عمل مستبعد جبکہ اس باب میں دوسرے شہر کی رویت بے شہادت شرعی یا بے تواتر شرعی ناقابل قبول کما قدمنا عن الفتاوی الرضویہ۔ علاوہ ازیں فیکس اور ای میل کا تحفظ وائرس سے متعذر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر موقع دیا تو اس موضوع پر ایک تجزیاتی مضمون قلم بند کروں گا تا کہ امت ہلاکت سے محفوظ رہ سکے۔ ہم علمائے امت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم تحفظ شرع کی طرف خاص توجہ کریں۔

اخیر میں عرض ہے کہ گزشتہ سیمینار میں ہم لوگ رمی جمار کے اوقات میں حاجت شدیدہ کی وجہ سے وقت سے قبل رمی جمار کے مسئلے پر غور نہ کرسکے اس کی وجہ وقت کی قلت یا ہماری غفلت رہی ہوگی آج ہی اس پر کوئی تصفیہ وفیصلہ ہوسکے تو ہم شکرگزار ہوں گے۔ بعض دیگر عناوین کے اجزاء بھی باقی رہ گئے ہیں ان کے لئے بھی گنجائش نکلی تو ان پر بھی کوئی بحث ہوسکے گی۔ آپ حضرات کا شکریہ ادا کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ آپ نے میرے اس طویل مضمون کے لئے اپنا وقت دیا۔

☆ ☆ ☆

سیمینار کا نظام نشست

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف
کا تیسرا فقہی سیمینار

مورخہ ۱۰؍تا ۱۲؍ جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ
مطابق ۷؍تا ۹؍ جولائی ۲۰۰۶ء

﴿زیر سرپرستی﴾

گل گلزار برکاتیت حضرت سید محمد امین میاں قادری برکاتی مارہرہ شریف ☆ رفیق ملت حضرت سید محمد نجیب میاں قادری برکاتی مارہرہ شریف ☆ حضرت مولانا سید محمد اویس مصطفیٰ صاحب قادری واسطی بلگرام شریف ☆ امین شریعت حضرت علامہ سبطین رضا صاحب رضوی بریلی شریف

﴿موضوعات بحث﴾

[۱]میڈیکل انشورنس [۲]مساجد کی مصالح سے زائد آمدنی کے مصارف [۳] بیع قبل القبض

۱۰؍ جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ
مطابق ۷؍ جولائی ۲۰۰۶ء بروز جمعہ مبارکہ

نشست اوّل: بعد نماز مغرب تا ۱۰:۳۰ بجے رات تک
زیر صدارت: حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ
زیر نظامت: حضرت مولانا مفتی محمد ناظم علی صاحب
(۱) تلاوت کلام پاک (۲) نعت شریف (۳) خطبہ استقبالیہ (۴) خطبہ صدارت (۵) فیصلہ سابقہ پر ایرادات کا جائزہ (۶) وقفہ چائے نوشی

۱۱؍ جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ
مطابق ۸؍ جولائی ۲۰۰۶ء بروز ہفتہ

نشست دوم: صبح 8 بجے سے 2 بجے تک
زیر صدارت: صدر العلماء حضرت علامہ مفتی محمد تحسین رضا صاحب۔ (ان کی عدم موجودگی میں محدث کبیر نے صدارت فرمائی)
زیر نظامت: محدث کبیر حضرت علامہ مفتی محمد ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری اعظمی
(۱) تلاوت کلام پاک (۲) نعت شریف (۳) بحث ومباحثہ: میڈیکل انشورنس (۴) وقفہ چائے نوشی

نشست سوم: بعد نماز مغرب تا 10:30 بجے رات تک
زیر صدارت: محدث کبیر حضرت علامہ مفتی محمد ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری اعظمی
زیر نظامت: حضرت مولانا مفتی آل مصطفیٰ صاحب گھوسی (ان عدم موجودگی میں مفتی اختر حسین صاحب نے نظامت فرمائی)
(۱) تلاوت کلام پاک (۲) نعت شریف (۳) بحث ومباحثہ: مساجد کی مصالح سے زائد آمدنی کے مصارف (۴) وقفہ چائے نوشی۔

۱۲؍ جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ
مطابق ۹؍ جولائی ۲۰۰۶ء بروز اتوار

نشست چہارم: صبح 8 بجے سے دوپہر 2 بجے تک
زیر صدارت: حضرت علامہ مفتی محمد عاشق الرحمن صاحب حبیبی الہ آباد۔
زیر نظامت: حضرت مولانا مفتی محمود اختر صاحب ممبئی
(۱) تلاوت کلام پاک (۲) نعت شریف (۳) بحث ومباحثہ: بیع قبل القبض (۴) وقفہ چائے نوشی

نشست پنجم: بعد نماز مغرب تا 10:30 بجے رات تک
زیر صدارت: قاضی ملت حضرت علامہ مفتی قاضی محمد عبد الرحیم صاحب بستوی
زیر نظامت: حضرت مفتی محمد معراج القادری صاحب
(۱) تلاوت کلام پاک (۲) نعت شریف (۳) بحث ومباحثہ: بیع قبل القبض وقضاۃ کی تقرری (۴) وقفہ چائے نوشی۔☆

نظام الاوقات

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف
کاتیسرا فقہی سیمینار

مورخہ ۱۰؍تا ۱۲؍جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ
مطابق ۷؍تا ۹؍جولائی ۲۰۰۶ء

نظام الاوقات

۱۰؍جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ
مطابق ۷؍جولائی ۲۰۰۶ء بروز جمعہ مبارکہ

نمبر شمار	مصروفیات	وقت
۱	بعد نماز مغرب	۸تا۱۰:۳۰
۲	وقفۂ چائے نوشی	مناسب وقت پر

۱۱؍جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ
مطابق ۸؍جولائی ۲۰۰۶ء بروز ہفتہ

نمبر شمار	مصروفیات	وقت
۱	نماز فجر	5:00
۲	ناشتہ	7:30
۳	سیمینار	8:30 بجے تا دوپہر 2 بجے
۴	وقفۂ چائے نوشی	مناسب وقت پر
۵	طعام	دوپہر 2 بجے
۶	نماز ظہر	4:15
۷	نماز عصر	5:45
۸	عصرانہ	6:15
۹	نماز مغرب	7:15
۱۰	سیمینار	بعد نماز مغرب
۱۱	وقفۂ چائے نوشی	مناسب وقت پر
۱۲	طعام	10:30
۱۳	نماز عشاء	11:00

۱۲؍جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ
مطابق ۹؍جولائی ۲۰۰۶ء بروز اتوار

نمبر شمار	مصروفیات	وقت
۱	نماز فجر	5:00 بجے
۲	ناشتہ	7:30
۳	سیمینار	8:30 بجے تا دوپہر 2 بجے
۴	وقفۂ چائے نوشی	مناسب وقت پر
۵	طعام	دوپہر 2 بجے
۶	نماز ظہر	4:15
۷	نماز عصر	5:45
۸	عصرانہ	6:15
۹	نماز مغرب	7:15
۱۰	سیمینار	بعد نماز مغرب
۱۱	تأثرات	10:00 بجے تا 10:30 بجے
۱۱	وقفۂ چائے نوشی	9:00
۱۲	طعام	10:30
۱۳	نماز عشاء	11:00

☆☆☆☆☆..........☆☆☆☆☆

شرعی کونسل آف انڈیا

کا تیسرا سہ موضوعاتی دوروزہ فقہی سیمینار

حضرت علامہ مفتی محمد یونس رضا اویسی رضوی
نائب صدر المدرسین جامعۃ الرضا ورکن شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف
حضرت علامہ مفتی محمد احتشام الدین رضوی
استاذ جامعۃ الرضا ورکن شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف

امام احمد رضا ٹرسٹ کی ایک فعال اور محرک تحریک ''شرعی کونسل آف انڈیا'' ہے شرعی کونسل آف انڈیا کیا ہے؟ اس کا قیام کب ہوا اور کیوں ہوا؟ اس کو ناظم اعلیٰ شرعی کونسل آف انڈیا، شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا محمد عسجد رضا مدظلہ کے زبانی سنیں آپ ''شرعی کونسل آف انڈیا'' کے پہلے فقہی سیمینار کے خطبہ استقبالیہ میں رقمطراز ہیں:

''سیدی والد گرامی حضور تاج الشریعہ فقیہ اعظم حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا قادری ازہری دام ظلہ العالی نے عرصہ دراز سے شدت کے ساتھ ایک ایسی مجلس کے قیام کی آرزو کی تھی جس میں ماہران افتاء شریک ہوں اور قرآن وحدیث اور فقہائے احناف کے اقوال، تحقیقات وترجیحات کی روشنی میں امت کو درپیش جدید مسائل کا حل بتا کر رہنمائی کریں۔

آخر کار ۷؍جمادی الآخرہ ۱۴۲۴ھ مطابق ۸؍اگست ۲۰۰۳ء بروز جمعہ اس مجلس کا قیام عمل میں آیا اور والد گرامی تاج الشریعہ مدظلہ العالی نے اس مجلس کا نام ''شرعی کونسل آف انڈیا'' تجویز فرمایا جو گیارہ قواعد وضوابط اور سات کمیٹیوں پر مشتمل ہے''۔ یعنی یہ کہ یہ تنظیم مسلمانوں کو فقیہ علماء اور نو پید مسائل کا حل عطا کرے گی۔ جس کا منظر بھی تینوں سیمینار میں صاف صاف نظر آیا۔

پھر ۱۰؍شوال ۱۴۲۴ھ کو تین ایجنڈوں پر مشتمل میٹنگ ہوئی اور تین عنوانات ''نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال، اجارۂ تراویح، جمع بین الصلاتین'' پر مشتمل سوالات مندوبین کو ارسال کردیئے گئے، اور پہلا دوروزہ فقہی سیمینار ۱۶؍۱۷؍رجب ۱۴۲۵ھ مطابق ۲؍۳؍ستمبر کو منعقد ہوا اور تین عنوانات پر سیر حاصل بحث وتمحیص کے بعد مسائل فیصل ہوئے جو ''سنی دنیا'' جلد نمبر ۲۲؍شمارہ ۴؍ماہ نومبر ودسمبر ۲۰۰۴ء میں اور ہند وبیرون ہند کے رسائل میں شائع ہوئے۔

اس کے بعد دوسرے فقہی سیمینار کے موضوعات کے لئے تین عنوانات منتخب ہوئے۔ ''رمی جمار، رویت ہلال، انٹرنیٹ وفون سے بیع ونکاح''۔ سوالات مرتب کرکے مندوبین کے خدمات میں ارسال کردیئے گئے۔ مندوبین کرام نے عرق ریزی اور دماغ سوزی سے مبسوط مقالات تحریر فرمائے اور دوسرا دوروزہ فقہی سیمینار

۱۵/۱۶/ رجب ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۱/۲۲/ اگست ۲۰۰۵ء کو منعقد ہوا، اور تینوں عنوانات پر مباحثین نے جم کر بحث کرنے کے بعد نتیجہ پر پہنچ کر سیمینار کو کامیابی سے ہمکنار کیا، جس کی تفصیلی رپورٹ اور فیصلہ ''سنی دنیا'' جلد نمبر ۲۱/ شمارہ نمبر ۱۰/ ماہ اکتوبر ۲۰۰۵ء اور دیگر رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔

بفضلہ تعالیٰ ''شرعی کونسل آف انڈیا'' کا تیسرا سہ موضوعاتی دو روزہ فقہی سیمینار ۱۱/۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۷ھ مطابق ۸/۹ جولائی بروز شنبہ و یک شنبہ ''مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا'' کے وسیع و عریض ہال میں منعقد ہوا موضوعات کا تعین مہینوں پہلے ہی کر دیا گیا تھا۔ سیمینار گرانقدر مقالہ جات وتحقیقات انیقہ کے ساتھ پانچ نشستوں پر مشتمل تھا جس میں تقریباً ۶۰/ سے زائد علماء کرام ومفتیان عظام نے شرکت فرمائی۔

اس سیمینار کی ہر نشست کے صدر و ناظم جداگانہ تھے، جب کہ اس کی سرپرستی گل گلزار برکاتیت حضرت سید محمد امین میاں قادری برکاتی مارہرہ شریف، رفیق ملت حضرت سید محمد نجیب میاں قادری برکاتی مارہرہ شریف، حضرت علامہ مولانا سید محمد اویس مصطفیٰ صاحب قادری واسطی بلگرام شریف، امین شریعت حضرت علامہ سبطین رضا صاحب رضوی بریلی شریف نے کی۔ یکے بعد دیگرے پانچوں نشستوں کا اجمالی خاکہ قدرے تفصیل سے ھدیہ ناظرین ہے۔

پہلی نشست ﴿۱۱ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۷ھ مطابق ۷/ جولائی ۲۰۰۶ء بعد نماز مغرب﴾ کا آغاز تلاوت کلام بلاغت نظام ونعت خیر الانام سے ہوا پھر ناظم اجلاس مفتی محمد ناظم علی مبارکپوری نے خطبۂ استقبالیہ کے لئے شہزادہ تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا محمد عسجد رضا خاں کو دعوت دی، علامہ موصوف نے اپنے خطبۂ جلیلہ میں مختلف دیار وامصار کے مندوبین کو جچے تلے اچھوتے انداز میں پُر جوش لفظوں کے ساتھ خیر مقدم کیا مندوبین کی جہد مسلسل، سعی پیہم، جانفشانی وعرق ریزی کو بلیغانہ انداز میں سراہا اور شرعی کونسل کی افادیت واہمیت اور اسکی ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے اسلامی قوانین کو دنیاوی قوانین پر تفوق وبالادستی کو فلسفیانہ اسلوب منطقیانہ طرز استدلال اور ادبی پیرایہ میں پیش کیا پھر ناظم اجلاس نے خطبۂ صدارت کا اعلان کیا حضور تاج الشریعہ صدر شرعی کونسل آف انڈیا کے ایماء پر ان کی طرف سے انہی کا تحریر کردہ خطبۂ صدارت تاج الشریعہ کے خلیفہ ومجاز حضرت علامہ مفتی شعیب رضا نعیمی نے پیش کیا۔

خطبۂ صدارت بیش قیمت فقہی نکات، نوازل جدیدہ وحوادث نو پیدہ کے استخراج احکام کے شرعی طرق استنباط علل واحکام میں خود اعتمادی سے احتراز، فیصلوں کی تصدیق وتصویب کے لئے اکابر کی طرف رجوع، جیسے امور پر جامع انداز میں روشنی ڈالی گئی، جو علماء ومفتیان کرام کے لئے مشعل راہ سداد ورشاد ہے نیز خطبہ صدارت میں شرعی کونسل کے ایک دوسرے مقصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: کہ ''شرعی کونسل کا قیام سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی تحقیقات کو اجاگر کرنا اور اپنوں وغیروں کے دلوں میں ان کی علمی وجاہت کا سکہ جو پہلے سے بیٹھا ہوا ہے اسے مزید مستحکم کرنا اور بتلانا کہ علم کے اس جبل شامخ کی تحقیقات ایسی راسخ ہیں کہ سب اکٹھا ہو کر ہلانا چاہیں تو ہلا نہ سکیں بلکہ ہلانے والے خود ہی ہل جائیں'' نیز مندوبین کو اس بات کی طرف رہنمائی کی گئی کہ ظہور حق کے بعد اپنی جمی ہوئی رائے سے رجوع کرنا اور اعتراف خطا اور قبول حق باعث عار نہیں بلکہ امام اعظم اور دیگر مجتہدین کا شیوہ رہا ہے اور خطبہ کے اخیر میں یاد دہانی کراتے ہوئے مندوبین سے گزارش کی گئی کہ درمیان

بحث مخاطب کے حفظ مراتب کو ملحوظ خاطر رکھیں اور اظہار حق کے لئے اپنے استدلال بلطف ونرمی اور حکمت کے ساتھ پیش کریں۔

خطبہ صدارت میں اس دور کے ایک بڑے المیہ کو بھی معرض بیان میں لایا گیا کہ بعض شرعی کونسل کے سیمیناروں میں ایک بڑے حلقے پر اثر ونفوذ رکھنے والی شخصیات کی ذاتی آراء کا غلبہ نظر آتا ہے اور اس طرح مختلف فقہی سیمینار اپنے اصل مقاصد سے دور نکلتے جارہے ہیں اور بعض تو علی شفا جرف ھار نظر آتے ہیں۔

انشاء اللہ یہ ہماری شرعی کونسل امتیازی شان کے ساتھ شریعت کے دائرہ میں اپنا کام انجام دے رہی ہے اور مستقبل میں بھی یوں ہی انجام دیتی رہے گی اور حق گوئی وحق پسندی اور حق پر استقامت اس کا طرۂ امتیاز رہے گا

اس محققانہ خطبہ صدارت کے بعد ناظم اجلاس نے حضور محدث کبیر کو مدعو کیا، حضرت ممتاز الفقہاء علامہ ضیاء المصطفٰے صاحب قبلہ نے دوسرے فقہی سیمینار میں قضاۃ اوران کے حدود ولایت وقضا پر واقع ہونے والے ایرادات پر تجزیہ پیش کیا۔ اوراپنے تجزیاتی مقالہ میں بڑی شدومد کے ساتھ اس کا رد فرمایا کہ دربارۂ ثبوت ہلال قاضی پورے ملک یا پورے صوبے کا ہوتو اپنے پورے حدود قضا میں اپنا اعلان کرا سکتا ہے اوراس کام کے لئے قاضی موجودہ ذرائع ابلاغ مثلا ریڈیو، ٹیلیفون، فیکس ای میل کا سہارا لے سکتا ہے بلکہ قاضی خواہ پورے ملک کا کیوں نہ ہو اس کا اعلان دربارۂ ہلال پورے ملک کو کافی نہیں ہوسکتا قاضی کا اعلان صرف اپنے شہر اور مضافات شہر کے لئے معتبر ہوگا اور دوسرے شہر کے لئے شہادت کافیہ یا استفاضہ بمنزلہ خبر متواتر درکار ہوگا۔

محدث کبیر نے اس حکم شرعی کی تصدیق وتصویب میں بزازیہ وعالمگیری کے صریح جزئیات کے علاوہ سات صفحات پر مشتمل اپنے تحقیقی مقالہ میں حوالجات کثیرہ معتمدہ ومعتبرہ وفقہی استدلالات سے استناد فرمایا۔

نیز فتاویٰ رضویہ کا صریح اقتباس بھی پیش فرمایا جس میں اعلیٰ حضرت نے صاف صراحت فرمائی ہے کہ،، شریعت مطہرہ نے دربارۂ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ یا تواتر شرعی پر بنا فرمایا اوران میں بھی کافی وشرعی ہونے کے لئے بہت قیود وشرائط لگائیں جس کے بغیر ہرگز ہرگز گواہی وشہرت بکار آمد نہیں۔ (ج۴ص۵۲۳،،)

مسئلہ دائرہ میں مندوبین کے مابین سیر حاصل بحث وتمحیص بھی ہوئی باشثین کی حاضر دماغی وبیدار مغزی کے سبب بحث وتکرار کا سلسلہ دراز بھی ہوا آخرکار فیصلہ ہوا کہ قاضی کا اعلان بلا طریق موجب پورا ملک تو کجا دوسرے شہر کے لئے کافی ووافی نہ ہوگا۔ ہلال کا شرعی ثبوت ان ہی مقررہ طریقوں سے ہوگا جو کتب مذہب میں مذکور ہیں۔

یعنی (۱) شہادت علی الرؤیت (۲) شہادت علی الشھادۃ (۳) شہادت علی القضا (۴) استفاضہ (۵) کتاب القاضی علی القاضی (۶) اکمال عدت (۷) شہر وحوالی شہر کے لئے توپوں کی آواز۔

اگرچہ فیصلہ نشست اول میں ہی ہوگیا تھا مگر فیصلہ پر مندوبین کے دستخط نشست پنجم میں ہوئے اس لئے ہم فیصلہ من وعن اسی مقام پر ذکر کریں گے انشاء اللہ۔ ایرادات سابقہ پر تفصیلی جائزہ اور فیصلہ کے بعد صلوٰۃ وسلام کے ساتھ حضور تاج الشریعہ کے دعائیہ کلمات پر تقریبا ساڑھے دس بجے نشست اوّل بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوئی۔

دوسری نشست ﴿۱۱/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ مطابق ۸/ جولائی ۲۰۰۶ء﴾ کا آغاز صبح آٹھ بجے تلاوت قرآن عظیم ونعت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے ہوا۔ صدارت کے لئے صدر العلماء حضرت علامہ

تحسین رضا صاحب قبلہ محدث بریلوی منتخب تھے ان کی عدم موجودگی میں حضرت علامہ نے صدارت کے فرائض انجام دیئے جبکہ نظامت کے فرائض مفتی معراج القادری صاحب نے انجام دیئے۔

میڈیکل انشورنس کے موضوع پر مندوبین کے درمیان بحث وتمحیص وتبادلۂ خیال ہوا۔ ناظم اجلاس نے تمہید باندھتے ہوئے بیان فرمایا کہ اس میں شک نہیں کہ صحت کا تحفظ خود شرع کو مطلوب ہے اور مضر صحت چیزوں سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی ہے خطرناک مہلک امراض مریضوں کے لئے سخت تشویش ناک ہے کہ مریض ان امراض کا گرانقدر علاج نہیں کرا سکتا اس لئے میڈیکل انشورنس کمپنیاں معرض وجود میں آئیں لیکن شرعی اعتبار سے ان صحت بیمہ کمپنیوں سے استفادہ میں کئی رکاوٹیں اور پریشانیاں حائل ہیں جن کے حل کے لئے آپ جیسے محققین کی تحقیقی خدمات حاصل کی گئیں ہیں۔

میڈیکل انشورنس کے متعلق ابھرتے ہوئے سوالات میں پہلا سوال یہ ہے کہ اسکی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور بیمہ دار مریض کس طرح اس رقم سے استفادہ کر سکتا ہے؟ ابتداءً وانتہاءً اس کی شرعی حیثیت مماثل ہے یا مخالف بر تقدیر ثانی ابتدا کیا ہے؟ اور انتہاء کیا؟ نیز یہ کہ عقد شرعی کے تحت آتا ہے یا نہیں؟ تحقیقی مقالات وفقہی مذاکرات کے بعد یہ طے پایا کہ میڈیکل انشورنس کسی عقد شرعی میں داخل نہیں بلکہ از قبیل قمار ہے اور اس کا حکم مثل عقود فاسدہ کے ہے یعنی جن شرائط کے ساتھ عقود فاسدہ جائز ہوئے ہیں انہیں شرائط کے ساتھ میڈیکل انشورنس بھی جائز ہے۔

دوسرا سوال کہ کن کمپنیوں سے جائز اور کن سے ناجائز کے جواب میں بعد کثرت تفحص کے یہ فیصلہ ہوا کہ بشرط نفع مسلم کہ مظنون بظن غالب ہو تو ہر کمپنی سے جائز ہے گورنمنٹی ونجی کی کوئی تخصیص نہیں۔ ہاں غیر مسلم وغیر ذمی وغیر مستامن کمپنیوں سے جمع شدہ رقوم سے زائد بھی لے سکتے ہیں جبکہ مسلم کمپنی سے زائد رقوم لینا ناجائز وحرام۔

تیسرا سوال کہ بعض مسلم حکومتوں نے اپنے شہریوں یا غیر ملکی مسلم مسافروں پر صحت بیمہ لازم قرار دیا ہے وہاں اس انشورنس کا کیا حکم ہے؟ نیز لحوق مرض کی شکل میں جمع شدہ رقوم سے استفادہ درست ہوگا یا نہیں؟ یونہی تعلیم وتربیت کے لئے بعض دانشکدوں نے صحت بیمہ کو ضروری قرار دیا ہے ایسی یونیورسٹیوں میں حصول تعلیم کے لئے صحت بیمہ کرانا کیسا ہے؟ بعد بحث وتمحیص کے یہ فیصلہ نافذ ہوا کہ جہاں مسلم حکومتوں نے اپنے مسلم شہریوں کے لئے بیمہ لازم قرار دیا ہے بر بنائے جبر واکراہ شرعی ان کے لئے جائز ہے۔ اور رہا بیرونی مسلم مسافروں کا مسلم ممالک میں جانے کے لئے صحت بیمہ کرانا تو اگر وہ پہلے ہی سے کسی کمپنی کا بیمہ کرا چکا ہے تو ظاہر ہے کہ اب دوبارہ صحت بیمہ کی حاجت نہیں اور اگر پہلے سے نہیں کرایا اب اس مسلم ملک میں جانے ہی کے لئے صحت بیمہ کرا رہا ہے تو ایسی صورت میں اس کے سفر کے مقاصد کی طرف نظر کی جائے کہ کس لئے جا رہا ہے تبلیغ اسلام، سیر وسیاحت، تعلیم دینی ودنیوی، خرید وفروخت، اپنے حق کی وصولی، رشتہ داروں سے ملاقات وغیرہ امور میں کس کے لئے جا رہا ہے اگر حاجت شرعیہ کا تحقق ہوگا تو اسے میڈیکل انشورنس کرانے کی اجازت ہوگی ورنہ نہیں۔ نیز یہ بھی فیصلہ نافذ کیا گیا کہ مسلم حکومتوں سے کرائے جانے والے صحت بیمہ میں مرض لاحق ہونے پر علاج ومعالجہ کے لئے جمع شدہ رقوم سے زائد واپس نہیں لے سکتا کہ نفع عقود فاسدہ غیر ذمی وغیر مستامن سے جائز ہے نہ کہ مسلم سے۔

چوتھا سوال قائم کیا گیا کہ میڈیکل انشورنس کا کوئی متبادل نظام اسلام میں کیا ہو سکتا ہے؟ مندوبین کے مختلف آراء کے بعد ان دو صورتوں کو فیصلہ میں جگہ دی گئی اولاً یہ

کہ امراء کو ترغیب دلائی جائے کہ رفاہی اسپتال قائم کریں یا رفاہی فنڈ جمع کریں اور اس سے مریضوں کو کما حقہ طبی سہولیات بہم پہنچائی جائیں۔

ثانیا یہ کہ جس طرح میڈیکل انشورنس والا قسط وار بیمہ کمپنیوں میں رقم جمع کرتا ہے بینکوں میں جمع کرے اور بوقت ضرورت مرض و دیگر ضروریات میں صرف کرے

انہیں فیصلوں کے ساتھ دوسری نشست تقریبا دو بجے صلوٰۃ وسلام و دعائیہ کلمات پر اختتام پذیر ہوئی۔ یہاں ان چند مندوبین کا ذکر میں ضروری سمجھتا ہوں جن کے وسعت مطالعہ، کثرۃ تفحص و فقہی مذاکرات سے ان مسائل کے شرعی حل کو قریب سے قریب تر کر دیا وہ ہیں۔ حضرت ممتاز الفقہاء محدث کبیر و مفتی معراج القادری و مفتی ناظم علی رضوی ومفتی اختر حسین نعیمی ومفتی قاضی شہید عالم صاحب، خدائے قدیر ان کے فقہی بصیرتوں میں اضعافا مضاعفۃ اور افزوں ترقی عطا فرمائے۔ اسی نشست میں ''رمی جمار'' کا بقیہ گوشہ بھی فیصل ہوا، ہم اسے اور میڈیکل انشورنس سے متعلق تمام فیصلے کو من وعن ھدیہ ناظرین کرتے ہیں جسے مندوبین نے اپنے دستخط سے مزین کیا ہے۔

فیصلے

مورخہ ۱۱؍ جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ بروز شنبہ
مطابق ۸؍ جولائی ۲۰۰۶ء

میڈیکل انشورنس کا حکم

''شرعی کونسل آف انڈیا'' کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے تیسرے فقہی سیمینار کی دوسری نشست میں دربارۂ ''میڈیکل انشورنس'' درج ذیل فیصلے باتفاق آراء مندوبین طے پائے۔

(۱) یہ انشورنس کسی عقد شرعی کے تحت نہیں آتا بلکہ یہ قمار ہے اس کا حکم مثل عقود فاسدہ (میڈیکل انشورنس) کے ہے، لہٰذا عقود فاسدہ غیر مومن غیر ذمی غیر مستامن سے اسی صورت میں جائز ہیں جب کہ نفع مسلم مظنون بظن غالب ہو، اور یہ قید مابعد کے تمام فیصلوں میں ۴؍۵؍ نمبر کے علاوہ ملحوظ ہے۔

(۲) جواز کی مذکورہ بالا صورت صرف قابل اعتماد کمپنی کے ساتھ ہی خاص ہے خواہ حکومت کی ہو یا نجی۔

(۳) جن حکومتوں نے اپنے شہریوں پر میڈیکل انشورنس لازم قرار دیدیا ہے بوجہ جبران کے لئے میڈیکل انشورنس جائز ہے۔

(۴) جن مسلم حکومتوں نے اپنے شہریوں پر میڈیکل انشورنس لازم قرار دیدیا ہے تو وہاں کے لوگ میڈیکل انشورنس کرا سکتے ہیں، البتہ وقت علاج جمع شدہ رقوم سے زیادہ نہ لیں۔

(۵) جن مسلم حکومتوں نے بیرونی ممالک کے مسلم شہریوں پر بھی اپنے ملک میں داخلے کے لئے انشورنس لازم وضروری قرار دیدیا ہے۔ ایسی صورت میں اگر حاجت شرعیہ کا تحقق ہے تو جائز ومباح ہے البتہ وقت علاج جمع شدہ رقوم سے زائد نہ لیں۔

(۶) صحت بیمہ کے عدم جواز کی صورت میں ایک متبادل انتظام یہ ہے کہ امراء سے گزارش کی جائے کہ وہ رفاہی اسپتال یا رفاہی فنڈ قائم کرے اور وہ افراد جو اپنے مرض کا گراں علاج نہیں کرا سکتے ان کا علاج رفاہی اسپتال وغیرہ سے کرایا جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ میڈیکل انشورنس کرانے والا خود بینکوں میں سال بسال اتنی رقم فکس کرتا جائے جتنی انشورنس کمپنیوں کو سال بسال دیتا، اور پھر مرض کے علاج یا دیگر حاجات میں وہ صرف کرے۔ فقط

رمی جمار (متعلق پہلا فقہی سیمینار)

شرعی کونسل کے دوسرے سیمینار میں رمی جمار سے متعلق مندرجہ ذیل فیصلہ زیر غور رکھا گیا تھا، اس تیسرے فقہی

سیمینار کی نشست دوم میں یہ فیصلہ باتفاق مندوبین طے پایا۔

’’گیارہویں و بارہویں کی رمی کا وقت بعد زوال سے غروب تک مسنون اور غروب سے طلوع فجر تک مکروہ ہے۔ اگر مسنون وقت میں جان جانے یا زخمی ہونے کا اندیشہ صحیح ہو تو بعد غروب رمی کرنے میں کراہت نہیں۔ قبل زوال اصل مذہب کی رو سے رمی نہیں ہوسکتی مگر خاص حالت میں خاص لوگوں کو کسی خاص مجبوری کے پیش نظر ضعیف روایت پر عمل کرنے کی اجازت ہے۔ خاص لوگوں سے مراد جن کو مجبوری درپیش ہے کہ مکہ میں اپنے قیام گاہ تک پہنچنے سے معذور ہو‘‘۔ فقط

دستخط جملہ مندوبین کرام
مع ارکان فیصل بورڈ

تیسری نشست (۱۱ جمادی الاخرہ ۱۴۲۷ھ مطابق ۸ جولائی ۲۰۰۶ء بعد نماز مغرب) کا آغاز تلاوت قرآن ونعت شریف کون ومکان سے ہوا صدارت کے فرائض حضرت علامہ محدث کبیر صاحب نے انجام دیئے اور نظامت کی ذمہ داری مفتی محمد اختر حسین جمدا شاہی نے سنبھالی بعد اجمالی تمہید کے ناظم اجلاس نے مساجد کی مصالح سے زائد آمدنی کے مصارف کو عنوان بحث بنایا اور مندوبین سے فقیہانہ انداز میں خطاب کرتے ہوئے بیان کیا، کہ بعض مساجد کی آمدنی اتنی وافر وکثیر ہے کہ مسجد کے مصالح ومصارف سے بہت زائد ہوتی ہے جبکہ کچھ مسجدوں کی آمدنی اتنی قلیل ہے کہ مسجد کی ضروریات مصالح اس آمدنی سے پورے نہیں ہوتے نیز جن مساجد کی آمدنی مصالح ومصارف سے زیادہ ہوتی ہے متولیان وذمداران اس میں بے جا تصرف اور ناحق دست اندازی کرتے ہیں حتی کہ اس آمدنی کو اپنی ذاتی ضرورتوں کی تکمیل اور تجارتی ترقی وفروغ کے لئے بے دریغ استعمال کرتے ہیں تو کیا مساجد کی آمدنی مصالح سے زائد فسادات زمانہ کے پیش نظر کئی ایسی مساجد میں استعمال ہوسکتی ہے جن کی آمدنی اس کے مصارف کے لئے ناکافی ہے؟

نیز مساجد کی آمدنی وقف وغیر وقف دونوں پر مشتمل ہوتی ہے دونوں کے لئے حکم یکساں ہے یا دونوں میں عند الشرع کچھ تفاوت ہے؟ جبکہ ہمارے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اوقاف میں شرط واقف نص شارع کی طرح واجب الاتباع اور لازم العمل ہے اور سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وقف جس غرض کے لئے اس کی آمدنی ہے اگر چہ اس کے صرف سے فاضل ہو دوسرے غرض میں صرف کرنی حرام ہے وقف مسجد کی آمدنی مدرسہ میں صرف ہونی درکنار دوسری مسجد میں صرف نہیں ہوسکتی نہ ایک مدرسہ کی آمدنی مسجد یا دوسرے مدرسے میں،، اور امام ابو یوسف کی ایک روایت پر غیر آباد مسجد کے عمارتی سامان منتقل کر کے دوسری مسجد میں لگانا جائز ہے جیسا کہ درمختار میں ہے:

وعن الثانی ینتقل الی مسجد آخر باذن القاضی۔

اور درمختار میں فرمایا:

فی الاسعاف لو خرب المسجد وماحوله وتفرق الناس عنه یعود الی ملك الواقف عند ابی یوسف فیباع نقضه باذن القاضی ویصرف ثمنه الی بعض المساجد.

تو کیا امام ابو یوسف کے قول پر افتاء کے جواز کی کوئی صورت ہے؟ کیا اسباب ستہ میں سے کوئی سبب متحقق ہے جو تخفیف حکم کا مقتضی ہے؟ ان سارے سوالات پر اس پوری تیسری نشست میں بحث وتمحیص وفقہی مذاکرات ہوتے رہے مختلف نظریات سامنے آئے استاذ الفقہاء حضرت علامہ مفتی قاضی عبد الرحیم صاحب بستوی نے مساجد کے مصالح سے زائد آمدنی کے مصارف پر ایک مبسوط فتوی تحریر فرمایا تھا

جس پر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کا ایک نوٹ بھی لگا تھا اس پر بھی سیر حاصل بحث ہوئی لیکن مسئلہ دائرہ میں کوئی فیصلہ نہیں لیا گیا اور نشست سوم اختتام پذیر ہوگئی۔

پھر نشست چہارم میں مسئلہ مذکور میں مندوبین کے مابین ایک زوردار معرکۃ الاراء بحث ہوئی مندوبین نے اپنے اپنے جزئیات وشواہد اور فقہی استدلال کا پوری توانائی واخلاص سے استعمال کیا اور اخیر میں مندرجہ ذیل فیصلہ مندوبین کے اتفاق رائے سے طے پایا جسے ہم من وعن ذیل میں نقل کرتے ہیں جسے مندوبین نے اپنے دستخط سے مزین کیا ہے۔

فیصلہ

مورخہ ۱۲ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ بروز یکشنبہ
مطابق ۹ر جولائی ۲۰۰۶ء

مساجد کی مصالح سے زائد آمدنی کے مصارف کا حکم

جن مساجد کی آمدنی مسجد کے مصالح سے فاضل ہے اور اس کے ضیاع کا اندیشہ ہے تو اس کے تحفظ کی اس صورت پر فیصلہ ہوا جسے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنے الگ فتویٰ میں ارشاد فرمایا کہ "مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ ایسی صورت میں دوسرے امر خیر کے ادارہ کو فاضل آمدنی مسجد بطور قرض دے ایک سے وصول ہو تو پھر اور جس ادارہ کو ضرورت ہو اسے قرض دے جسے بھی قرض دے اس سے وصول کرے ایسا قرض نہ دے کہ قرض مرجائے، پھر جب اس مسجد کو جس کی یہ آمدنی ہے ضرورت ہو اس پر صرف کرے۔

نیز فتاویٰ ہندیہ وغیرہ کے جزئیات سے اسی کی تائید ہوتی ہے:

اما المال الموقوف علی المسجد الجامع ان لم یکن للمسجد حاجة للحال فللقاضی ان یصرف فی ذلك لاكن علی وجه القرض۔

یہ بھی فیصلہ ہوا کہ اگر فاضل آمدنی کا ضیاع متولیان یا واقفین کی دست اندازی سے ہو رہا ہے تو اولاً ایسے متولیان اور واقفین کو معزول کرنا واجب ہے، لیکن اس مسجد کی فاضل آمدنی مسجد محتاج کو بے شرط واپسی دینا یہ جائز ہے یا نہیں اس پر آئندہ سیمینار میں تیاری کے ساتھ بحث کی جائے۔ فقط

دستخط جملہ مندوبین کرام مع ارکان فیصل بورڈ

نشست چہارم ۱۲ جمادی الاخرہ ۱۴۲۷ھ مطابق ۹ر جولائی ۲۰۰۶ء بروز یکشنبہ صبح ساڑھے آٹھ بجے کا آغاز حسب دستور سابق ہوا جسکی صدارت حضرت علامہ عاشق الرحمن الہ آبادی نے فرمائی۔ مساجد کے مصالح سے زائد آمدنی کے مصارف کے فیصلہ کے بعد ناظم اجلاس مفتی محمود اختر ممبئی نے "بیع قبل القبض" کے عنوان پر مندوبین کو اپنے آراء پیش کرنے کا اعلان کیا۔ ناظم اجلاس نے تبعین اسلام کے لئے تجارتی میدان میں درپیش مشکلات سے روشناس کراتے ہوئے بیان کیا کہ آج کل خرید وفروخت کے نت نئے زاویے سامنے آرہے ہیں تجارت میں مغربی طرز معیشت کا غلبہ اور غیروں کے ساتھ اختلاط نے مسلمانوں کے لئے نئی الجھنیں پیدا کردی ہیں سر دست بیع قبل القبض کا مسئلہ توجہ طلب ہے۔

جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ یہ ناجائز ہے اور حدیث پاک میں اس کے متعلق نہی وارد ہے۔

لہٰذا اس مسئلہ بیع قبل القبض کے حل کے لئے سب سے پہلے چند بنیادی سوالات مندوبین کی خدمت میں پیش ہیں جس کے بعد ممکن ہے آپ کے لئے کوئی صحیح حل نکالنا آسان ہوجائے اولاً قبضہ کی حقیقت کیا ہے؟ قبضۂ حقیقی وحکمی میں کیا فرق ہے؟ تخلیہ وتخلی کا مفہوم حقیقی کیا ہے اور اسکے شرائط کیا ہیں؟ مختلف العنوان مبالغ مثلا مکیلات

،موزونات ،مزروعات، معدودات ، متقاربہ ومتفاوتہ ،منقولات وغیر منقولات پر قبضہ حقیقی وحکمی کس طرح محقق ہوتا ہے نیز قبضہ میں عرف ورواج کا دخل ہے یا نہیں؟

کثرۃ تفحص وبحث وتمحیص مندوبین کے مابین ہوتی رہی اسی درمیان حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ نے کچھ اس طرح ان سوالات پر سیر حاصل بحث کی کہ تمام مندوبین متفق ہو گئے ۔ بعد ازاں مبیع مشتریٰ منقول کے جواز وعدم جواز پر بحث ہوئی مندوبین کا اتفاق عدم جواز پر ہوا بعد ازاں عدم جواز کی نوعیت کی تعیین میں ایک طویل مباحثہ کے بعد طے ہوا کہ مبیع مشتریٰ منقول کی بیع قبل القبض باطل نہیں فاسد ہے پھر اس بیع کے جواز کے حیلوں پر کامل غور وخوض کیا گیا مختلف مندوبین نے مختلف جائز آراء سے نوازا جن میں سے چند فیصلے میں مذکور ہیں ہم اس فیصلے کو بلفظہ بلاکم وکاست اخیر میں ہدیہ نظر کرتے ہیں۔

نشست پنجم کا آغاز مذکورہ تاریخ میں بعد نماز مغرب حسب دستور سابق ہوا، جس کی صدارت استاذ الفقہاء علامہ مفتی قاضی محمد عبد الرحیم بستوی نے فرمائی اور نظامت مفتی محمد معراج القادری نے سنبھالی اس نشست میں کچھ دیر بیع قبل القبض پر بحث ہوتی رہی اس کے بعد قاضیوں کی تقرری اور اعلان رویت ہلال کے مسئلے پر مباحثین نے جم کر بحث کی گفتگو کا سلسلہ کافی دراز ہوتا جا رہا تھا، مگر علامہ محدث کبیر نے تمام شکوک وشبہات کا بحسن وخوبی ازالہ فرما کر مباحثین کو مطمئن فرمایا اور یہ مسئلہ بھی باتفاق آرائے مندوبین فیصل ہو گیا۔ اور مندوبین نے اپنے دستخطوں سے مزین کیا یہ فیصلہ بھی من وعن ہدیہ قارئین ہے۔

فیصلے

مورخہ ۱۲؍جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ بروز یکشنبہ
مطابق ۹؍جولائی ۲۰۰۶ء

بیع قبل القبض کا حکم

(۱) اصل حکم یہ ہے کہ منقولات کی بیع، مبیع پر قبضہ کیے بغیر ناجائز وفاسد ہے، اور جائداد غیر منقول کی بیع قبل قبضہ غیر بائع کے ہاتھ جائز ہے مگر جس سے مول لی تھی اس کے ہاتھ قبضہ سے پہلے اشیاء غیر منقولہ کی بیع بھی جائز نہیں بلکہ قبضہ لازم ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۷، ص ۲۴۳، قبیل باب الاستصناع)

(۲) عالمی تجارتوں میں قبضہ سے پہلے جو مبیع کی بیع در بیع ہوتی ہے وہ اصل حکم کی رو سے فاسد ہے مگر جس مشتری نے ایسے بائع سے خریدا جسے قبضہ حاصل ہو گیا تھا بیع صحیح ہے۔

(ہدایہ مع فتح القدیر ج ۶ ص ۲۴۷ پور بندر، درمختار مع ردالمحتار ج ۴، ص ۱۴۵)

(۳) بیع در بیع جو عدم قبضہ کے سبب فاسد ہے اس کے جواز کی وہ صورتیں اختیار کی جائیں جو "فتاویٰ رضویہ" اور "بہار شریعت" میں مذکور ہیں مثلاً مشتری نے مبیع کو ہبہ کیا، بائع کو ہبہ کرنے یا کسی کے پاس ودیعت رکھنے کو یا سپرد کرنے کو کہا یا اپنے کسی ظرف میں رکھنے کو کہا پھر موہوب لہ نے قبضہ کر لیا یا بائع نے ودیعت رکھ دی، سپرد کر دیا، ظرف میں رکھ دیا جس سے قبضہ مشتری کہلائے تو اب مشتری کا قبضہ ہو گیا اور اگر بائع سے بیچنے کو کہا تو بائع کے بیچنے سے قبضہ نہ ہوگا وکیل بالقبض کا بھی قبضہ، قبضہ مشتری ہے تو مسلم تاجروں کو اسی طرح کی کوئی تدبیر قبضہ اختیار کرنی ضروری ہے تاکہ بیع فساد سے محفوظ ہو اور جائز ہو جائے کہ اب بیع قبل قبضہ نہیں۔ فقط

فیصلہ

دربارۂ اعلان رویت ہلال

(متعلق دوسرا فقہی سیمینار)

جو گزشتہ دوسرے سیمینار ۱۴۲۶ھ میں زیر غور تھا اور آج کے تیسرے فقہی سیمینار ۱۱؍۱۲؍جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ

مطابق ۸/۹ رجولائی ۲۰۰۶ء میں اس کا فیصلہ ہوا۔

ایک قاضی کا اعلان رویت ہلال اگر چہ وہ قاضی پورے ملک یا چند شہروں کا ہو صرف اسی شہر اور مضافات شہر کے لئے کافی ووافی ہوگا جہاں اس نے فیصلۂ رویت صادر کیا ہے۔ اس رویت سے دوسرے شہروں کے لئے ثبوت رویت طرق موجبہ میں سے کسی ایک طریقے سے ہی ہوگا۔ مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

''شریعت مطہرہ نے دربارۂ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ وتواتر شرعی پر بنا فرمایا اور ان میں بھی کافی شرعی ہونے کے لئے بہت قیود وشرائط لگائیں جن کے بغیر ہرگز ہرگز گواہی وشہرت بکار آمد نہیں''۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۵۲۳، رضا اکیڈمی ممبئی)

(۲) یہیں سے ثابت ہوا کہ ٹیلیفون کی خبر اگر چہ کسی کی ہو اور کتنی ہی تعداد میں کہیں سے ہو اس سے استفاضہ وتواتر بلکہ شہادت کا تحقق نہیں ہوسکتا۔ فقط

دستخط جملہ مندوبین کرام مع ارکان فیصل بورڈ

نشست پنجم ہی میں حضور تاج الشریعہ کے لئے پورے ہندوستان کے ''قاضی القضاۃ'' ہونے کا تجدید اعلان ہوا۔ تمام مندوبین نے بسر وچشم تسلیم کرنے کے ساتھ ان کی خدمات دینیہ کا اعتراف کیا اور ان کے بے لوث خلوص وللّٰہیت سے لبریز مذہبی خدمات جلیلہ کے سبب اہلسنّت کے مقتدا وپیشوا تسلیم کیا۔

اس نشست میں مندوبین کو اپنے تاثرات سے نوازنے کی گزارش کی گئی بعض مندوبین نے گرانقدر تاثرات سے نوازا اور شرعی کونسل آف انڈیا کے حسن انتظام وخاطر مدارت کی دل کھول کر داد دی بعض حضرات نے جامعہ کے اساتذہ وتلامذہ کے پرخلوص خدمات کی بے پناہ مدح سرائی کی بعض نے طلبہ سے کئے گئے مذاکرات کو تحریر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''کہ طلبہ کا حسن ادب ان کی استعداد ولیاقت نے ہمیں کافی متاثر کیا اور ہم جامعۃ الرضا کا مستقبل نہایت تابناک دیکھتے ہیں ماشاء اللہ تعلیمی معیار کافی بلند اور امید افزا پاتے ہیں''۔ دعاؤں سے نوازتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ جامعۃ الرضا اور اسکے طلبہ واساتذہ کو دن دونی ترقیوں سے ہمکنار فرمائے''۔ بعض مندوبین نے اپنے تاثرات میں سیمینار میں کی گئی بحثوں اور فقہی مذاکرات اور درمیان بحث حفظ مراتب کے ملحوظ خاطر ہونے کا صراحۃً ذکر کیا اور اس سے اپنی قلبی مسرت کا اظہار فرمایا بعض مندوبین نے شرعی کونسل کو حضور تاج الشریعہ کے توسل سے اعلیٰ حضرت کا روحانی فیوض وبرکات کا مخزن وعلمی سرچشمہ تحریر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مندوبین کے علم وعمل میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے۔

انشاء اللہ العزیز امید ہے کہ افراط وتفریط سے مکمل صیانت کے ساتھ شرعی کونسل نو پید مسائل کا حل پیش کرتا رہے گا۔ یاد رکھنا چاہئے کہ شرعی کونسل کا قیام اکابرین فقہاء کی تحقیق کے خلاف اپنی الگ تحقیق پیش کرنا نہیں بلکہ اپنوں اور بیگانوں سب پر ان اساطین فقہ ودین کی علمی وجاہت وفقہی بصیرت کا سکہ جمانا ہے۔

استاذ گرامی حضور تاج الشریعہ خطبۂ صدارت میں فرماتے ہیں:

''کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہماری یہ شرعی کونسل امتیازی شان کے ساتھ شریعت کے دائرے میں اپنا کام مستقبل میں بھی انجام دیتی رہے گی اور حق گوئی اور حق پسندی اور حق پر استقامت اس کا طرۂ امتیاز رہے گا۔ فقط

☆☆☆☆☆=====☆☆☆☆☆

//////////////////////////////////////

تاج الشریعہ ہندوستان کے ''قاضی القضاۃ'' ہیں

مسلمانوں کے بہت سے امور دینیہ مثلاً جمعہ وعیدین میں امام وخطیب کی تقرری، یتیم بلاولی کے وصی کا تقرر، فسخ نکاح تفریق زوجین کی متعدد صورتیں اور یوں ہی خصومات متعلقہ بقضاء کے لئے قاضی کی تقرری از حد ناگزیر ہوتی ہے۔ لہٰذا معاملات مسلمین کے تصفیہ وحل کے لئے ہر شہر وضلع ہر ریاست وملک کا قاضی ہونا چاہئے۔

جہاں اسلامی سلطنت ہوتی ہے سلطان اسلام کے مقرر کرنے سے قاضی کا تقرر ہوتا ہے اور جہاں اسلامی سلطنت نہیں ہوتی وہاں امامت عامہ اور امور قضا پر من جانب اللہ اعلم علماء دین فائز ہوتا ہے اور وہ منتخب بانتخاب الٰہی ہوتا ہے وہی حاکم شرع والی دین اسلام قاضی ذی اختیار شرعی ہوتا ہے اور مسلمانوں پر واجب ہوتا ہے کہ اپنے دینی امور میں معاملات کے تصفیہ وحل کے لئے اس کی طرف رجوع کریں۔

سلطان اسلام کے نہ ہونے کی صورت میں شہر کے علماء وارباب حل وعقد کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اعلم علماء بلد کو اپنا قاضی مقرر کریں اور ایک ضلع کے علماء وارباب حل وعقد اعلم علماء ضلع کو اپنا قاضی مقرر کریں اور ریاست کے علماء وارباب حل وعقد پورے ریاست کا قاضی اور ملک کے علماء وارباب حل وعقد پورے ملک کا قاضی القضاۃ مقرر کریں علماء وارباب حل وعقد کے تساہلی کی صورت میں عوام المسلمین باہمی مشورہ وتراضی سے فصل مقدمات کے لئے اپنا قاضی مقرر کر سکتے ہیں اور اگر عوام وخواص ہر دو تساہلی کے شکار ہو جائیں تو اعلم علماء دین بامر الٰہی ان کا قاضی ہوگا جس کی طرف امور دینیہ میں رجوع لازم وضروری ہوگا۔ اعلیٰ

حضرت فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: ''مسلمانوں کے معاملات اور اطفال مسلمین کے ولایت میں قاضی کا مسلمان ہونا شرط ہے غرض اسلامی ریاستوں میں قاضیان ذی اختیار شرعی کا موجود ہونا واضح اور جہاں اسلامی ریاست اصلاً نہیں وہاں اگر مسلمانوں نے باہمی مشورہ سے کسی مسلمان کو اپنے فصل مقدمات کے لئے مقرر کر لیا تو قاضی شرع ہے۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے کاموں میں اس کی طرف رجوع کریں اور اس کے حکم پر چلیں یتیمان بلاولی پر وصی اس کے مقرر کروائیں نابالغان بے وصی کا نکاح اس کی رائے پر رکھیں''۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۳۲۸)

نیز فرماتے ہیں: ''اپنی ان دینی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اپنے تراضی سے ان امور کا قاضی مقرر اور نصب امام وخطیب جمعہ وعیدین وتفریق لعان وعنین وتزویج قاصر وقاصرات بلاولی وفسخ نکاح بخیار بلوغ وامثال ذالک امور جن میں کوئی مزاحمت قانونی نہیں اس کے ذمہ رکھنا بلا شبہ میسر ہے۔ گورنمنٹ نے بھی کبھی اس سے ممانعت نہ کی، جن قوموں نے اپنی جماعتیں مقرر کر لیں، اور اپنے معاملات مالی ودینی قسم اول بھی باہم طے کر لیتے ہیں گورنمنٹ کو ان سے بھی کچھ تعرض نہیں ہوتا''۔

اعلم علماء بلد اپنے شہر کا قاضی ہوتا ہے اس کا اپنا شہر مع قرب وجوار ومضافات کے اس کا دائرہ ولایت وعمل وحدود قضا ہے اور اعلم علماء ضلع کا دائرہ ولایت وعمل اس کا اپنا ضلع ہے اور اعلم علماء ریاست کا پوری ریاست جبکہ اعلم علماء بلد کا دائرہ ولایت وعمل مختلف شہروں، ضلعوں وریاستوں کے علماء وارباب حل وعقد کی اتفاق رائے سے مختلف شہروں ضلعوں

ریاستوں بلکہ پورے ملک کومتجاوز ہوجاتا ہے۔

مندرجہ بالاتفصیل کے بعدعرض ہے کہ عوام المسلمین و خواص المسلمین سبھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ اہل سنت کا مرکز ''بریلی شریف'' ہے جہاں سے تقریباً پونے دوسو سال سے مسلسل اسلامیان ہند کی ملی ودینی قیادت ورہنمائی کا فریضہ انجام دیا جاتا رہا ہے۔ بریلی شریف کے اس قائدانہ وقاضیانہ فرائض کی انجام دہی کا ہی ثمرہ ونتیجہ ہے جو پوری اہلسنت وجماعت نے بریلی شریف کومرکز اہلسنت تسلیم کیا ہے۔ چودہویں صدی ہجری کے مجدداعظم امام اہلسنت کی شخصیت محتاج تعارف نہیں یہ نابغہ روزگار منفرد المثال یکتائے زمانہ شخصیت فقہ حنفی کے سلطان اوراعلم علماء ملک تھے اعلیٰحضرت اپنی جلالت علمی وتبحر فقہی کے سبب پورے غیر منقسم ہندوستان کے قاضی القضاۃ کے منصب جلیلہ پر منتخب بانتخاب الٰہی تھے پورے ملک ہند میں مرجع عوام و خواص ومرجع فتاویٰ تھے پھر امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت نے اپنے تلمیذ رشید مفتی اعظم عالم اسلام حضرت علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا قادری قدست اسرارھم اور تلمیذ وخلیفہ صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی رضوی زادت علینا فیوضھم کو پورے ہندوستان کا قاضی القضاۃ مقرر فرمایا جیسا کہ شرعی کونسل آف انڈیا کے دوسرے فقہی سیمینار میں رؤیت ہلال کے موضوع سے متعلق موصولہ کئی ایک مقالات میں مقالہ نگاروں نے اس امر کی طرف صراحۃً واشارۃً رہنمائی کی ہے۔ پھر مفتی اعظم ہند نے اپنے تمام امور دینی وروحانی مثلاً فتویٰ وقضا میں سلطان الفقہاء تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا القادری دامت برکاتھم القدسیہ والعالیہ کواپنا خلف صادق وجانشین مقرر فرمایا گویا کہ حضورتاج الشریعہ اسی وقت سے پورے ملک ہند کے قاضی القضاۃ ہیں چنانچہ بریلی شریف اوراس کے مضافات میں نصب امام جمعہ وعیدین کے امام وخطیب کی تقرری، اعلان رؤیت ہلال اوردیگر امور قضاوفتویٰ میں عوام وخواص آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں اورآپ فتاوی وقضا کے فرائض انجام دیتے ہیں اوراپنے تبحر علمی وفقہی کے سبب امامت عامہ وفصل مقدمات کے لئے منتخب بانتخاب الٰہی ہیں اورقضا کے متعلق تمام امور بھی آپ انجام دے رہے ہیں پورا ملک ہند بلانکیر آپ کومرجع فتاوی وقضا تسلیم کرتا ہے۔ امسال عرس رضوی کے لاکھوں زائرین اورسینکڑوں جید علماء دین اورقدآور دینی شخصیتوں کی موجودگی میں حضور محدث کبیر نے حضورتاج الشریعہ کے مفوض من اللہ قاضی القضاۃ ہونے کا اعلان فرمایا اوران کے اعلان پرتمام علماء وعوام نے سرتسلیم خم کیا۔

عرس رضوی کے اسٹیج پرآپ کے قاضی القضاۃ کے اعلان کے وقت بیرون ہند مثلاً پاکستان، بنگلہ دیش، لنکا، آفریقہ، زنبابوے، ہالینڈ ولندن کے علماء وفضلاء اورہند کے متعدد خانقاہوں کے سجادہ نشین، مختلف مدارس دینیہ کے ذی صلاحیت اساتذہ، صدر المدرسین وشیخ الحدیث ومفتیان کرام وارباب حل عقد جلوہ فگن تھے جن میں بعض قابل ذکر شخصیتوں کے اسماء گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) صدر العلماء حضرت علامہ مفتی تحسین رضا خاں مدظلہ جوکہ استاذ زمن علامہ حسن کے نبیرہ ہیں اورمحدث بریلوی سے مشہور ومعروف ہیں اس وقت آپ جامعۃ الرضا میں صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز ہیں۔

(۲) جانشین فاتح بلگرام رئیس الاتقیاء حضرت علامہ حافظ قاری سید اویس مصطفیٰ واسطی قادری بلگرامی مدظلہ، مرکز مارہرہ وبریلی ومسولی، مدینۃ الاولیاء ''بلگرام شریف'' کی بڑی گدی یعنی جداعلیٰ سادات بلگرام مارہرہ، مسولی، مجمع البحرین امام الاولیاء فاتح بلگرام سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ مرید وخلیفہ خواجۂ ثانی خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ میں خانقاہ قادریہ چشتیہ رزاقیہ برکاتیہ کے سجادہ نشین ہیں آپ قاضی القضاۃ کا اعلان سننے کے بعد فرماتے

ہیں: نظام عالم کا قوام چند ہستیوں سے مربوط ہوتا ہے اس صدی میں جن سے نظام عالم کا قوام ہے حضرت تاج الشریعہ کی ذات معلوم ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ایسی ذات صدیوں میں پیدا فرماتا ہے آپ ''قاضی القضاۃ'' اور ''مفتی اعظم'' کے منصب جلیلہ کے صحیح مصداق ہیں اور یہ عہدۂ عظیمہ آپ ہی کے شایان شان ہے۔

(۳) بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی آپ ایک کہنہ مشق مدرس ومفتی ہیں اس وقت شمس العلوم گھوسی میں صدر شعبۂ افتاء ہیں پھر خود حضور تاج الشریعہ نے ممتاز الفقہاء حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ القادری کو نائب قاضی القضاۃ مقرر فرمایا اور اعلان بھی کیا۔ اس سلسلہ میں مزید توضیح وتشریح کے لئے حضور تاج الشریعہ نے مولانا محمد شعیب رضا صاحب کو حکم فرمایا انہوں نے مفتی معراج القادری صاحب کو اس کے لئے مائک پر پیش کیا۔ پھر شرعی کونسل آف انڈیا کے تیسرے فقہی سیمینار میں جب مختلف بلاد وامصار کے ۶۰ رسے زائد علماء وفضلاء موجود تھے حضور محدث کبیر کے تجدید اعلان پر حضور تاج الشریعہ کو بلانکیر پورے ملک کا قاضی القضاۃ تسلیم کیا گیا اور سبھوں نے اپنی مہر تسلیم ثبت کی۔ لہٰذا حضور تاج الشریعہ منتخب بانتخاب الٰہی ہونے کے ساتھ ساتھ اب پورے ملک کے علماء وارباب حل وعقد کی اتفاق رائے سے بھی قاضی القضاۃ کے منصب عظیم پر فائز ہیں۔ مندوبین میں چند قابل ذکر ہستیاں درج ذیل ہیں۔

(۱) ممتاز الفقہاء حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ (۲) استاذ الفقہاء حضرت علامہ مفتی قاضی عبدالرحیم بستوی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف (۳) حاوی اصول وفروع حضرت علامہ مفتی عاشق الرحمٰن صاحب صدر المدرسین جامعہ حبیبیہ الہ آباد (۴) جامع معقولات ومنقولات حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب صدر المدرسین وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ روناہی (۵) معمار قوم وملت حضرت علامہ شبیہ القادری صاحب قبلہ (۶) حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ایوب صاحب نعیمی صدر المدرسین جامعہ نعیمیہ مرادآباد (۷) شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت علامہ بہاؤ المصطفیٰ صاحب استاذ جامعہ منظر اسلام بریلی شریف (۸) شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت علامہ فداء المصطفیٰ صاحب استاذ جامعہ شمس العلوم گھوسی (۹) حضرت علامہ مولانا سید شاہد میاں صاحب قبلہ رامپور (۱۰) حضرت علامہ مولانا سلمان رضا خان صاحب قبلہ (۱۱) حضرت علامہ مولانا مفتی معراج القادری استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور (۱۲) حضرت علامہ مولاانا مفتی ناظم صاحب قبلہ استاذ جامعہ اشرفیہ (۱۳) حضرت علامہ مفتی شعیب رضا صاحب دہلی (۱۴) حضرت علامہ مولانا صغیر احمد جوکھن پوری ناظم اعلیٰ الجامعۃ القادریہ رچھا (۱۵) حضرت علامہ مفتی قاضی شہید عالم صاحب قبلہ (۱۶) حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ناظم علی مرکزی دارالافتاء (۱۷) حضرت علامہ مولانا مفتی حبیب اللہ خاں نعیمی استاذ فضل رحمانیہ بلرامپور (۱۸) حضرت علامہ مفتی اختر حسین صاحب استاذ جامعہ علیمیہ جمدا شاہی (۱۹) حضرت علامہ مولانا مفتی عزیز احسن صاحب قبلہ صدر المدرسین تدریس الاسلام بسڈیلہ (۲۰) حضرت علامہ مولانا مفتی فضل احمد صاحب بنارس۔ (۲۱) نقیب اہلسنت حضرت علامہ مولانا علی احمد صاحب سیوانی۔

ہم اہل سنت کے لئے یہ امر نہایت مسرت افزا ہے کہ خانوادۂ رضویہ قضا کے عظیم دینی منصب کو انجام دیتا آرہا ہے خدائے کریم حضور تاج الشریعہ کا سایہ عاطفت ہم اہلسنت وجماعت پر تادیر قائم ودائم رکھے اور ان کی قضا میں ہمیں بحسن وخوبی امور دینیہ کی بجا آوری کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

☆......☆......☆......☆......☆

☆ قاضی القضاۃ کا مختصر تعارف ☆

نام: پیدائشی نام محمد/محمد اسماعیل رضا عرف محمد اختر رضا۔

نسب پدری: علامہ محمد اختر رضا بن مفسر اعظم علامہ محمد ابراہیم رضا بن حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا بن مجدد اعظم امام احمد رضا بن عمدۃ المحققین علامہ نقی علی بن مجاہد جنگ آزادی علامہ رضا علی قدست اسرارہم۔

نسب مادری: محمد اختر رضا بن شہزادیٔ حضور مفتی اعظم علامہ محمد مصطفیٰ رضا بن اعلیٰ حضرت علیہم الرحمہ۔

پیدائش: ۱۹۴۲ء میں بمقام سوداگران بریلی شریف۔

بسم اللہ خوانی: ۴ر سال ۴ر ماہ ۴ر دن کی عمر میں، رائج دستور کے مطابق۔

تعلیم: جامعہ منظر اسلام، جامعہ ازہر مصر۔

سن فراغت: ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء ازمصر۔

عقد مسنون: ۱۳۸۸ھ مطابق ۳ر نومبر ۱۹۶۸ء۔

تعلیمی لیاقت: قاری، عالم، فاضل، مفتی، محدث، ادیب، شاعر، فقیہ، مفسر، اصولی، نحوی، معقولی، مصنف، خطیب، صوفی۔

لسانیات: اردو، عربی، انگریزی، فارسی، ہندی، موخر الذکر کے سوا تمام زبانوں میں ادبی شہ پارے موجود ہیں۔

اساتذہ: حضور مفسر اعظم، حضور مفتی اعظم، مفتی محمد افضل حسین، علامہ محمد محمد سماحی مصر، محمود عبد الغفار مصر۔

ارادت و بیعت: حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ۔

خلافت: حضور مفتی اعظم، حضور برہان ملت، حضور احسن العلماء، حضور سید العلماء علیہم الرحمہ۔

حج و زیارت: پہلا حج ۱۴۰۳ھ مطابق ۴ر ستمبر ۱۹۸۳ء، دوسرا حج ۱۴۰۵ھ تیسرا حج ۱۴۰۶ھ اور اسکے علاوہ متعدد عمرہ کا شرف حاصل ہوا۔

فتاویٰ نویسی اور امور قضا کا آغاز: ۱۹۶۷ء میں۔

تدریسی و تحریری خدمات: صدر المدرسین منظر اسلام، صدر مفتی مرکزی دار الافتاء، شیخ الحدیث جامعۃ الرضا۔

تصانیف: مختلف علوم وفنون و مختلف زبانوں میں تقریباً ۲۵ر تصانیف، مثلاً حاشیہ بخاری، مرأۃ النجدیہ، الحق المبین، آثار قیامت، ۵ر جلد فتاویٰ، تعریب فقہ شہنشاہ واہلاک الوہابین وغیرہ۔

القاب: تاج الشریعہ، تاج الفقہا، سلطان الفقہا، مفتی اعظم، مرشد اعظم، استاذ العلماء، وارث علوم امام احمد رضا، امیر الہند، شیخ الہند، شیخ کامل، فقیہ اعظم، شیخ المحدثین، فقیہ اسلام، تاج الاسلام، سند المفتین، مرجع العلماء والعلماء۔

تنظیمی خدمات: آپ مرکزی دار الافتاء، مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، شرعی کونسل آف انڈیا، کے بانی ہیں۔

عہدہ: جانشین مفتی اعظم عالم، صدر جمیعۃ العلماء، سرپرست آل انڈیا جماعت رضائے مصطفےٰ، اور ہندو بیرون ملک کے سیکڑوں مشہور ومعروف مدارس ومساجد وتنظیم کے سرپرست ہیں۔

مذہبی و مشربی خدمات: ہندو بیرون ہند میں سیکڑوں کی تعداد میں خلفاء اور کروڑوں کی تعداد میں مریدین و متوسلین، ہزاروں کی تعداد میں تلامذہ جو مختلف مقامات پر مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں مصروف ہیں۔

تبلیغی دورے: براعظم مثلاً یوروپ، امریکہ، افریقہ، ایشیا، وغیرہا کے اکثر ممالک وصوبے، ہندوستان کے تقریباً تمام صوبے اور اضلاع۔

ہدیۂ تشکر

از: حضرت علامہ مفتی محمد شعیب رضا نعیمی رکن شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الجواد الوهاب المراد والصلاة والسلام علىٰ خير العباد والآل الامجاد والصحب الاسياد والفقهاء الذين سلكوا سبيل الرشاد وسددوا وقاربوا وقاموا بنصرة الدين وقعدوا بالمرصاد لاهل الزيغ والالحاد الذين طغوا فی البلاد فاكثروا فيها الفساد.

امّا بعد

خدائے ذوالمنن کا بے کراں احسان ہے کہ آج شرعی کونسل کا تیسرا سہ موضوعاتی سیمینار بحسن وخوبی با مقصد اختتام کو پہنچا، اسی سیمینار میں سال گزشتہ کے سیمینار میں شامل ''رمی جمار'' کی ایک موقوفہ صورت کا بھی فیصلہ ہوا یہ ہماری مشترکہ خوش نصیبی ہے کہ شرعی کونسل کے اب تک کے تمام اجلاس کامیاب ہوئے اور کامل غور وفکر کے بعد فیصلہ جات بھی ہوئے جو آپ حضرات کو دستیاب ہو چکے ہوں گے۔

البتہ دوران بحث ومباحثہ کچھ ایسی شقیں سامنے آئیں جن کا کوئی فی الفور حل نہ مل سکا یا اس حل پر اتفاق نہ ہو سکا اور اس کو آئندہ سیمینار تک کے لئے موقوف رکھا گیا، یہ آپ حضرات کی شرعی امانت داری اور دیانتداری کا کامل ثبوت ہے کہ آپ جذبۂ مسابقت کو بھی شرعی اصولوں کے تحت ہی رکھنا چاہتے ہیں کسی فیصلہ میں جلد بازی سے کام نہیں لیتے۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ شرعی کونسل کے تینوں اجلاس میں سارے موضوعات پر فیصلہ ہوئے البتہ کچھ شقیں باقی ہیں۔

ہم تمام ہی شرکاء حضرات کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں کہ آپ نے اپنا قیمتی وقت رضائے الٰہی کے لئے صرف کیا والاجر عند الله.

ایک بات عرض کرتا چلوں کہ بعض حضرات سیمینار کی ایک یا دو نشست میں حاضر رہتے ہیں ان سے التماس ہے کہ کونسل کی تمام نشستوں میں موجود رہیں اور بحثوں میں حصہ لیتے ہوئے پوائنٹس (Points) کو نوٹ کر کے جلد از جلد حل کی طرف متوجہ ہوں۔

ہم یہ بھی چاہیں گے کہ آپ حضرات سوالات موصول ہوتے ہی مقررہ اوقات تک جوابات ارسال فرما دیا کریں تا کہ سب ہی مقالہ نگار حضرات کے مقالات کا مجموعہ آپ حضرات کی خدمت میں ارسال کر دیں تا کہ وہ اپنے و دوسرے صاحبان کے مقالات کو بطور تقابلی جائزہ پڑھ لیں اور پھر مکمل تیاری کر لیں اس سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ دوران بحث حوالہ جات کی تلاش وجستجو میں جو وقت صرف ہوتا ہے وہ بچ جائے گا اور بحث میں بھی بہار آ جائے گی۔ فقط

ماہنامہ سنی دنیا کے ممبر خود بنیں اور دوسروں کو بنائیں اور مرکز اہل سنت کے جام سے سیراب ہوں

سوالات مع مقالاجات

باسمہٖ تعالیٰ و حمدہٖ

سوالنامہ

تیسرا فقہی سیمینار، شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف

﴿میڈیکل انشورنس﴾

انسانی زندگی میں صحت ومرض کا عارض ولاحق ہونا، ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ صحت اللہ عزوجل کی ایک بڑی نعمت ہے۔ اس کے بغیر دینی ودنیوی کسی طرح کے کام کو صحیح ڈھنگ سے انجام نہیں دیا جاسکتا۔ صحت کا تحفظ خود شرع کو مطلوب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مضر صحت چیزوں سے بچنے کی شریعت نے تاکید بھی فرمائی ہے۔

لیکن آج صحت ومرض کا تجزیہ کیا جائے اور صحت مند ومریض کے اعداد وشمار کو جمع کیا جائے تو اکثریت ایسے افراد کی ملے گی جو کسی نہ کسی مرض میں ضرور مبتلا ہیں۔ خواہ اس کی وجہ فضائی آلودگی ہو یا غذائی اجناس میں کیمیکل کھاد وغیرہ کی آمیزش یا دیگر طبی وجوہات، اور ایسے ایسے خطرناک امراض پیدا ہو رہے ہیں۔ کہ اگر ان کے علاج کی طرف فوری توجہ نہ مبذول کی گئی، اور میڈیکل سائنس یا طبی خدمات حاصل نہ کی گئیں، تو وہ امراض مہلک بھی بن جاتے ہیں، یا پھر وہ بے چارہ مریض زندگی بھر کیلئے مفلوج وبے کار اور گھر والوں پر مسلسل بوجھ بن کر رہ جاتا ہے۔

سماج میں متمول طبقہ تو کم ہے زیادہ تر غریب یا متوسط حیثیت کے لوگ ہیں جو جدید طریقۂ علاج کے گراں ہونے کی وجہ سے علاج نہیں کراپاتے پھر یہ کہ طبی اخلاقیات کی گراوٹ اور طبی خدمات کے عملاً تجارت بن جانے کی وجہ سے علاج کافی مہنگا ہو چکا ہے۔

میڈیکل انشورنس درحقیقت اس صورت حال کی پیداوار ہے۔ میڈیکل انشورنس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ آدمی لاحق ہونے والے ممکنہ مرض کے گراں علاج کی خاطر اپنے اختیار سے انشورنس کراتا ہے جو گورنمنٹی یا نجی کمپنی والے سال میں ایک متعینہ رقم جمع کراتے ہیں۔ اس کی بنیاد پر اگر سال بھر کے اندر بیمہ دار کو کوئی بڑا مرض لاحق ہوتا ہے، تو اس کے علاج کے لئے بڑی رقم کمپنی دیتی ہے۔

واضح رہے کہ کمپنی زیادہ سے زیادہ کتنی رقم دے گی، یہ صحت بیمہ پالیسی کے وقت طے ہوجاتا ہے۔ اگر بیمہ دار سال بھر کے اندر بیمار نہ ہوا تو اس کی جمع کی ہوئی رقم واپس نہیں ملتی ہے۔ بلفظ دیگر وہ رقم لیپس ہوجاتی ہے۔ پھر جب وہ آئندہ سال کے لئے رقم جمع کرے گا تو متعلقہ سال میں مرض لاحق ہونے پر اسے بیمہ کا فائدہ ملے گا۔ علیٰ ہذا القیاس۔

یہ انشورنس انفرادی وشخصی بھی ہوتا ہے اور خاندانی یا ادارہ کے لئے بھی بعض حکومتوں نے اپنے ملک کے شہریوں کے لئے انشورنس کو لازم قرار دیا ہے یوں ہی ان غیر ملکیوں پر بھی جو ان ممالک کا سفر کرتے ہیں۔ جو لوگ میڈیکل انشورنس سے واقف ہیں ان کا کہنا ہے کہ اس انشورنس سے بیمہ داروں کا خاطر خواہ فائدہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میڈیکل انشورنس کمپنیاں گھاٹے میں چل رہی ہیں۔

اس تعلق سے آپ کی خدمت میں چند ابھرتے

ہوئے سوالات حاضر ہیں۔

(۱) میڈیکل انشورنس کرانے کا شرعی حکم کیا ہے؟ کیا مرض لاحق ہونے کی صورت میں مریض اس رقم سے استفادہ کرسکتا ہے؟

(۲) کیا گورنمنٹی اور نجی کمپنیوں میں انشورنس کرانے کے حکم میں فرق ہوگا؟

(۳) جن حکومتوں نے اپنے شہریوں یا غیر ملکی مسافروں پر صحت بیمہ لازم قرار دیا ہے وہاں اس انشورنس کا کیا حکم ہوگا؟ اور مرض لاحق ہونے کی صورت میں انشورنس رقم سے فائدہ اٹھانا درست ہوگا؟

(۴) صحت بیمہ کے عدم جواز کی صورت میں کیا اس کی جائز متبادل صورت بھی آپ کے ذہن میں ہے جس سے غریب اور متوسط مریضوں کو فائدہ پہونچایا جا سکے؟

امید کہ جواب سے شادکام فرمائیں گے۔ والسلام

مقالہ

حضرت علامہ محمد عاشق الرحمٰن صاحب جامعہ حبیبیہ الہ آباد

طبی بیمہ (میڈیکل انشورنس)

(۱) سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے ایک ایسی بیمہ کمپنی سے متعلق سوال کیا گیا تھا جس کے مالک ومختار سب کے سب نصرانی المذہب تھے، استفتاء میں یہ مذکور تھا کہ "کوئی شخص مذکورہ بالا صورتوں کا بیمہ لینے کے بعد چند سال بیمہ کی فیس دیتا رہا اس کے بعد دینا نہ چاہئے یا دے نہ سکا تو کمپنی سے روپیہ بھرا ہے واپس چاہتا ہے تو فقط نصف رقم فیس ادا کردہ اس کو ملے گی مثلاً دس سال تک دیتا رہا انداز جملہ چار سو ہوا یا زیادہ ہوا یا کم ہوا اب وہ کمپنی سے اپنا معاہدہ منسوخ کرا کر جو روپیہ بھرا ہے واپس چاہتا ہے تو فقط نصف رقم چار سو کی دو سو ملے گی" آپ نے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ "یہ بالکل قمار ہے اور محض باطل کہ کسی عقد شرعی کے تحت میں داخل نہیں ایسی جگہ عقود فاسدہ بغیر عذر کے جو اجازت دی گئی وہ اس صورت سے مقید ہے کہ ہر طرح اپنا نفع ہو اور یہ ایسی کمپنیوں میں کسی طرح متوقع نہیں لہٰذا اجازت نہیں کما حقق المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر" (فتاویٰ رضویہ نشر کردہ سنی دارالاشاعت، مبارک، جلد ہفتم ص ۱۱۳)

فتح القدیر میں ہے: "لا یخفی انہ انما یقتضی حل مباشرۃ العقد اذا کانت الزیادۃ ینالها المسلم" اسی مقام پر آگے ہے "فالظاهر ان الاباحة تفيد نيل المسلم الزيادة." (فتح القدیر شائع کردہ مکتبہ تجاریہ کبریٰ، ج ۵، ص ۳۰۱)

میڈیکل انشورنس کمپنی کے مالکوں (حصہ داروں) میں سے اگر کوئی صحیح العقیدہ مسلمان نہ ہوتا اور بیمہ دار کی کوئی رقم لیپس نہ ہوتی، تو بغیر عذر کے عقود فاسدہ کے ذریعہ سے میڈیکل انشورنس کمپنی سے ملنے والی بڑی رقم کو لینے کی اجازت ہوتی۔

لیکن اس کے باوجود ضرورت کے موقع پر ایسا میڈیکل انشورنس کرانے کی اجازت دی جاسکتی ہے، جس طرح مواضع ضرورت میں بقدر ضرورت سودی روپیہ قرض لینے کی اجازت دی جاتی ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے "ہاں اگر محض مجبوری شرعی کے لئے سودی روپیہ بقدر ضرورت قرض لے تو وہ اس سے مستثنیٰ ہے کہ مواضع ضرورت شرع نے خود استثناء فرمادیئے ہیں۔"

(ج ۷، ص ۱۰۲)

اب یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ واقعی ضرورت متحقق ہوتی ہے یا نہیں، سال بھر کے اندر بیمہ دار کو کسی بڑے مرض کے لاحق ہونے کی صورت میں طے شدہ امور کے مطابق کمپنی علاج کے لئے بڑی رقم دیتی ہے۔ بیمہ داری کی منظوری سے پہلے کمپنی اپنے مخصوص ڈاکٹر کے ذریعہ

سے بیمہ داری کے امیدوار کی طبی جانچ ضرور کرواتی ہوگی اوراس بات پر اطمینان ضرور حاصل کرتی ہوگی کہ اس کے جسم میں ایسے جراثیم کہیں ہیں جن کی بناء پر اس امر کا غالب گمان ہو کہ اسے سال بھر کے اندر فلاں خطرناک مرض لاحق ہو جائے گا۔

اگر چہ بیمہ داری کی منظوری اور بیمہ دار کے متعین رقم کو جمع کرنے پر سال بھر کے اندر اسے کسی شدید مرض کے لاحق ہونے کی صورت میں کمپنی اسے علاج کے لئے ایک بڑی رقم دیگی، پھر بھی یہ بات معقول نہیں ہے کہ کمپنی کے مقرر کردہ ڈاکٹر کے جانچ کر کے اس نتیجے پر پہنچنے کے بعد کہ بیمہ داری کے اس امیدوار کو سال بھر کے اندر فلاں بھیانک مرض لاحق ہو جائے گا، کمپنی اس کی بیمہ داری کو منظور کر لے۔

اگر چہ یہ صحیح ہے کہ اکثر افراد کسی نہ کسی مرض میں مبتلا ہیں، بڑے بڑے خطرناک مرض پیدا ہو رہے ہیں جن کا علاج فوراً شروع نہ کرنے سے مریض مفلوج بھی ہو سکتا ہے، اس کا مرض مہلک بھی بن سکتا ہے۔ اور غریب لوگوں کی تعداد زیادہ ہے جو مناسب طور پر علاج نہیں کرا پاتے ہیں، پھر بھی سطور متذکرہ بالا کے پیش نظر کسی فرد خاص کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اسے سال بھر کے اندر فلاں خطرناک مرض کے لاحق ہو جانے کا ہمیں ظن غالب حاصل ہے، پھر جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا، اس بات کا علم رکھتے ہوئے کہ فلاں شخص کو سال بھر کے اندر فلاں خطرناک مرض لاحق ہونے والا ہے، کمپنی کا اس کی بیمہ داری کو منظور کر لینا معقول نہیں ہے۔ ایسے میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ضرورت متحقق ہے؟

ایسے مواقع پر فقہاء فرماتے ہیں: فعلق الاباحة بوجود الضرورة، صورت مذکورہ میں ضرورت کو کس طرح موجود مانا جائیگا؟

اس طرح میڈیکل انشورنس کی مذکورہ صورت میں اس کے جواز کا حکم کرنا قابل غور ہے۔

(۲) بھارت کی موجوہ حکومت کا جمہوری ہونا اور اس کی پالیسی کا سیکولر ہونا محض کاغذ پر ہے، یہاں در حقیقت حربیوں کی حکومت چل رہی ہے، اگر مالکوں (حصہ داروں) میں سے کوئی صحیح العقیدہ مسلمان نہیں ہے، تو ان دونوں قسموں کی کمپنیوں میں انشورنس کرانے کا ایک ہی حکم ہونا چاہئے۔

(۳) جن ملکوں کی حکومتوں نے اپنے شہریوں کے لئے طبی بیمہ (میڈیکل انشورنس) کو لازم قرار دیا ہے، وہاں کے باشندوں کا اپنے ان ملکوں کو چھوڑ کر دوسرے ملکوں کی طرف منتقل ہو جانا بہت مشکل کام ہے۔ نتیجے میں ان کو اس کی پابندی کرنا پڑے گی، جب وہ رقم جمع کرنے پر مجبور ہوں گے، اور سال بھر کے اندر سخت بیماری کے لاحق نہ ہونے کی صورت میں ان کی جمع کی ہوئی رقم لیپس ہو جائے گی، تو پھر مرض کے لاحق ہونے کی صورت میں اس انشورنس کے ذریعہ ملنے والی رقم سے ان کا فائدہ اٹھانا بھی درست ہوگا۔ ایسے ملکوں میں غیر ملکیوں کا سفر کرنا اگر ضرورت کے تحت آئے گا، تو حسب بالا ان کے لئے ایسے انشورنس کی اجازت دی جا سکتی ہے۔

(۴) ایسے متعدد بینکوں میں، جن کے مالکوں (حصہ داروں) میں سے کوئی صحیح العقیدہ مسلمانوں میں سے نہ ہو، ایک ایک سال کے لئے رقمیں فکسڈ ڈپوزٹ کے طور پر جمع کرنے سے کچھ آسانی ہو سکتی ہے۔

☆☆☆

مقالہ

حضرت مفتی آل مصطفیٰ مصباحی جامعہ امجدیہ گھوسی

میڈیکل انشورنس کا مختصر تعارف اور اس کا شرعی حکم

میڈیکل انشورنس انفرادی بھی ہوتا ہے

خاندان یا ادارے کے لئے اجتماعی طور پر بھی، جسے گروپ انشورنس کہتے ہیں۔ گروپ انشورنس میں پوری فیملی کا انشورنس یا ادارے کے تمام ملازمین کا انشورنس کردیا جاتا ہے گروپ انشورنس میں پریمیم کی صرف ایک رقم دی جاتی ہے۔ اور اس میں انشورنس جتنی مقدار کا ہے۔ اسی تناسب سے ایک یا چند افراد کا علاج ہوتا ہے۔ گروپ انشورنس میں دو فائدے ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ پریمیم میں بہت حد تک تخفیف ہو جاتی ہے۔

دوسرا یہ کہ بعض مرض موجود کا علاج بھی شامل انشورنس کرلیا جاتا ہے۔

میڈیکل انشورنس کرنے والے ادارے یہاں کی گورنمنٹ کے ماتحت بھی چلتے ہیں، اور نجی بھی ہوتے ہیں۔ جو زیادہ تر بیرونی ہوتے ہیں۔ اور اندرون ملک کچھ پرائیویٹ کمپنیاں بھی اس میدان میں ہیں جیسے ٹاٹا کی (A.IG) کمپنی (I.C.I.C.I) بینک (H.D.F.C) جیسی کمپنیاں صحت بیمہ پالیسیاں کررہی ہیں۔ ان پرائیویٹ کمپنیوں کے شرائط نسبۃً سخت ہوتے ہیں لیکن بنیادی ضابطوں میں تو کمپنی ادارۂ صحت بیمہ سے زیادہ فرق نہیں ہوتا۔ پرائیویٹ کمپنیوں میں 60% فیصد شیئرز غیر ملکی کمپنیوں کے ہوتے ہیں۔ لیکن گورنمنٹ کمپنیوں کا سارا سرمایہ اپنا ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کمپنیاں آئندہ نفع کی امید پر کاروبار کرتی ہیں، ورنہ فی الحال وہ خسارے میں چل رہی ہیں۔

میڈیکل انشورنس میں آدمی اپنے اختیار سے طے شدہ رقم سال بھر کے لئے جمع کرتا ہے وہ اگر سال بھر کے اندر کسی مہلک یا پیچیدہ بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اسے موٹی رقم کمپنی سے ملتی ہے، یہ رقم زیادہ سے زیادہ کتنی ہوگی؟ انشورنس کرتے وقت کمپنی کی طرف سے بتادی جاتی ہے۔ اور اگر وہ شخص سال بھر کے اندر بیمار نہ ہوا تو جمع شدہ رقم لیس (less) ہو جاتی ہے اور اس کا کوئی حصہ واپس نہیں ملتا ہے۔

ہندوستان میں گورنمنٹ کے ماتحت جو ادارے صحت بیمہ پالیسی چلا رہا ہے۔ اس کا نام جنرل انشورنس کارپوریشن آف انڈیا (General insurance corporatino of India) ہے اس میں دیگر سامانوں کی طرح میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کا بھی شعبہ ہے۔ جنرل انشورنس کارپوریشن کے زیر نگرانی مندرجہ ذیل چار ذیلی ادارے چلتے ہیں:

(۱) یونائیٹیڈ انڈیا انشورنس کمپنی لمیٹیڈ (United India Insurance compani ltd.)

(۲) اورینٹل انشورنس کمپنی لمیٹیڈ (Oriental insurance compani ltd.)

(۳) نیشنل انشورنس کمپنی لمیٹیڈ (National insurance compani ltd.)

(۴) نیو انڈیا انشورنس کمپنی لمیٹیڈ (New India insurance compani ltd.)

کیوں کہ یہ چاروں ذیلی ادارے ایک ہی جنرل انشورنس کارپوریشن قوانین وضوابط کے پابند ہیں۔ اس لئے ان میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ انشورنس کی پریمیم سال بھر کے لئے ہوتی ہے۔ اگر اس ایک سال کے اندر بیماری انشورنس کی زیادہ سے زیادہ رقم کی حد تک (جو معاملے کے وقت متعین ہو جاتی ہے) علاج کا خرچ انشورنس کمپنی دیتی ہے۔ سال گزرنے پر یہ پالیسی ختم ہوجاتی ہے، بیمار نہ ہونے کی صورت میں پریمیم کی جمع شدہ رقم واپس نہیں ملتی۔

صحت بیمہ پریمیم بھی مختلف عمر کے افراد کے لئے مختلف ہوتی ہے۔ ماہرین یہ بتادیتے ہیں کہ 35 سال کی

عمر تک کے افراد اگر ایک لاکھ =/100000 انشورنس کرائیں تو ایک سال کے لئے تیرہ سو دس روپے =/1310 جمع کرنے پڑیں گے۔اور دولاکھ =/200000 کے انشورنس کے لئے =/2469 دوہزار چارسوانہتر روپے جمع کرنے پڑیں گے۔علیٰ ہذا القیاس۔

انشورنس کی علاحدہ رقموں کے لئے پریمیم کی پوری فہرست صحت بیمہ ادارہ نے متعین کر رکھی ہے 35 سال سے عمر زیادہ ہوتو عمر کے لحاظ سے پریمیم کی رقم بھی تھوڑی بہت بڑھ جاتی ہے اگر 45 سال سے زیادہ ہوتو انشورنس کے وقت کچھ خاص طبی جانچ کرانا ضروری ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ ایسی بیماریوں کا علاج انشورنس ادارہٗ کے ذمہ ہوتا ہے اور اسی بیماری کا خرچ انشورنس کمپنی دیتی ہے، جب مریض کو داخل اسپتال ہونا پڑے۔نہ تو اسپتال کے علاوہ علاج ومعالجہ کا خرچ کمپنی دیتی ہے، نہ ہی معمولی بیماریوں کا جیسے سردی، زکام، کھانسی، بخار، وغیرہ جو بیماریاں پہلے سے موجود ہوں۔تو انشورنس کراتے وقت کمپنی اسے شامل ذمہ نہیں کرتی، صرف بعض حالات میں کچھ اضافی رقم پریمیم میں لیکر بعض خاص مرض موجود کو انشورنس کے تحت داخل کرلیتی ہے۔

☆☆☆

باسمہٖ تعالیٰ و حمدہٖ

سوالنامہ

تیسرا فقہی سیمینار، شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف

﴿مساجد کی مصالح سے زائد آمدنی کے مصارف﴾

مذہب اسلام میں دیگر شعائر کی طرح مساجد کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے اس لئے کہ وہ اللہ عزوجل کے لئے خاص ہیں قرآن عظیم کا ارشاد ہے: "وأن المساجد لله" نیز وارد ہے "إنما يعمر مساجد الله من آمن بالله واليوم الآخر و أقام الصلاة وآتى الزكاة ولم يخش إلا الله" یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ صرف پاک و ہند ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں مساجد کا ایک عظیم الشان سلسلہ قائم ہے جب ہم ان مساجد کی طرف نظر کرتے ہیں تو یہ انکشاف ہوتا ہے کہ ان میں بعض مسجدیں ایسی ہیں جن کی آمدنی اتنی وافر اور کثیر ہے کہ مسجد کے ضروریات اور اس کے مصالح ومصارف سے بہت زائد ہوتی ہے جبکہ کچھ ایسی بھی مسجدیں ہیں جن کی آمدنی اس قدر قلیل ہے کہ مسجد کے ضروریات اور اس کے مصالح اس آمدنی سے پورے نہیں ہوتے۔

پھر ان مساجد کی آمدنی بھی دوطرح پر ہوتی ہے ایک وہ جو وقف نہیں جیسا کہ روپیہ وپیسہ وغیرہ جو چندہ وغیرہ کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے کہ یہ وقف نہیں کہ وقف کے لئے ضروری ہے کہ اصل حبس کر کے اس کے منافع اس کام میں صرف کئے جائیں جس کے لئے وقف ہو نہ یہ کہ خود اصل ہی کو خرچ کردیا جائے۔دوسرے اوقاف کی آمدنی ہوتی ہے مثلاً کسی نے اپنی زمین یا مکان یا دوکان وغیرہ مسجد پر وقف کردی۔

وقف کے مال میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وقف کرنے والے یہ شرط بھی ذکر کردیتے ہیں کہ اس مال وقف کی آمدنی فلاں ضروریات ومصالح پر صرف کی جائے اور کبھی شرط ذکر نہیں کرتے اور کسی خاص مصرف کی تعیین نہیں کرتے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اوقاف کافی پرانے ہوتے ہیں ان کے مصارف وشرائط کا پتہ نہیں چلتا۔

جن مساجد کی آمدنی ان کے ضروریات ومصالح سے زائد ہوتی ہے ان میں یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ اس آمدنی کے مالک ذمہ داران مسجد اس میں بے جا تصرف اور ناحق دست اندازی کرتے ہیں اس سے اپنی ضرورتوں کی تکمیل کرتے

ہیں اپنی تجارتوں کو فروغ دیتے ہیں اور کچھ تو اپنا پیدائشی حق سمجھ کر بالکل ہڑپ کر جاتے ہیں جبکہ فقہائے کرام فرماتے ہیں اوقاف میں شرط واقف نص شارع کی طرح واجب الاتباع اور لازم العمل ہوتی ہے وقف جس غرض کے لئے ہے اس کی آمدنی اگر چہ اس کے مصارف سے فاضل ہو۔

دوسری غرض میں صرف کرنی حرام ہے کہ حقوق مسجد پر تعدی ہے سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ''وقف جس غرض کے لئے ہے اس کی آمدنی اگر چہ اس کے صرف سے فاضل ہو دوسری غرض میں صرف کرنی حرام ہے وقف مسجد کی آمدنی مدرسہ میں صرف ہونی درکنار دوسری مسجد میں بھی صرف نہیں ہوسکتی نہ ایک مدرسہ کی آمدنی مسجد یا دوسرے مدرسہ میں''۔ [فتاویٰ رضویہ مصارف وقف ۳۶۸/۶، رضا اکیڈمی ممبئی]

فقیہ اعظم حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''یہ چندے جس خاص غرض کے لئے کئے گئے ہیں اس کے غیر میں صرف نہیں کئے جاسکتے اگر وہ غرض پوری ہو چکی ہو تو جس نے دیئے ہیں اس کو واپس کئے جائیں یا اس کی اجازت سے دوسرے کام میں خرچ کریں بغیر اجازت خرچ کرنا ناجائز ہے۔

[فتاویٰ امجدیہ ۳۹/۳ دائرہ المعارف الامجدیہ گھوسی]

اسی کے ساتھ ایک دوسرے مقام پر حضرت فقیہ اعظم صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فتاویٰ امجدیہ میں مسجد اور اس کے اسباب کے متعلق فرماتے ہیں:

''امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کا یہ مذہب ہے کہ جب لوگوں نے مسجدیں بنالیں تو اب وہ تا قیام قیامت مساجد ہوگئیں اس کے اسباب دوسری مسجد میں نقل کرنا کسی طرح سے درست نہیں ہوگا "لایجوز نقله و نقل ماله الی مسجد آخر سواء کانوا یصلون فیه اولا یصلون و علیه الفتوی کذافی الحاوی القدسی" درمختار میں ہے ''ولو خرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجدا عند الامام والثاني أبداً إلى قيام الساعة وعليه الفتوى"۔

[فتاویٰ امجدیہ ۱۴۹/۳، دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی]

اس کے بعد آپ فرماتے ہیں: ''یہ حکم اس زمانہ کے لئے تھا جب کہ مساجد کی اشیاء لینے اور ان میں تصرف کرنے کو لوگ برا جانتے تھے اور اب یہ زمانہ فساد کا زمانہ ہے کہ لوگ حرام و حلال میں امتیاز نہیں رکھتے مسجد کی چیزوں میں بھی بطور تغلب تصرف کرنے سے باز نہیں رہتے اس زمانہ میں بہت ممکن ہے کہ جب ان مساجد کا کوئی نگراں نہیں تو ان کے عمارتی سامان لوگ اپنے تصرف میں لائیں گے اور مسجدوں کو نیست و نابود کر ڈالیں گے۔

اسی طرح یہ بھی خطرہ اور اندیشہ ہے کہ کفار و مشرکین موقع پا کر اس کا سارا سامان رفتہ رفتہ اٹھا لے جائیں گے۔ پس ایسی صورت میں امام ابو یوسف سے جو دوسری روایت ہے اس پر عمل کر کے اس کا عمارتی سامان منتقل کر کے دوسری مسجد میں لگا دیا جائے اور اس زمین کو چبوترہ کی شکل میں باقی رکھیں جس سے معلوم ہو سکے کہ یہ مسجد ہے اور مسلمان اس کا احترام کریں درمختار میں ہے:

"وعن الثانی ينتقل الى مسجد آخر باذن القاضی"

ردالمحتار میں فرمایا:

"فی الاسعاف لو خرب المسجد وما حوله وتفرق الناس عنه لايعود إلى ملك الواقف عند أبي يوسف فيباع نقضه باذن القاضي ويصرف ثمنه إلى بعض المساجد انتهى مختصراً ۔پھر فرمایا: والذی ينبغی متابعة المشائخ المذكورين فی جواز النقل بلا فرق بين مسجد أوحوض كما أفتى به

الامام أبوشجاع والامام الحلوانی وکفی بهما قدوة ولا سیمافی زماننا فان المسجد أوغیره من رباط أوحوض إذا لم ینتقل یأخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون کما هو مشاهد وکذلك أوقافه یاکلها النظار أوغیرهم ویلزم من عدم النقل خراب المسجد الآخر المحتاج إلی النقل إلیه وقد وقعت حادثة سئلت عنها فی امیر أراد أن ینتقل بعض احجار مسجد خراب فی سفح قاسیون بدمشق لیبلط بها صحن الجامع الاموی فافتیت بعدم الجواز متابعة للشرنبلالی ثم بلغنی أن بعض المتغلبین أخذ تلك الاحجار لنفسه فندمت علی ما افتیت به ثم رأیت الآن فی الذخیرة قال وفی فتاویٰ النسفی سئل شیخ الاسلام عن أهل قریة رحلوا وتداعی مسجدها إلی الخراب و بعض المتغلبة یستولون علی خشبه وینقلونه إلی دورهم هل لواحد لاهل المحلة أن یبیع الخشب بأمرالقاضی ویمسك الثمن لیصرفه إلی بعض المساجد أوإلی هذا المسجد قال نعم و حکی أنه وقع مثله فی زمن سیدنا الامام الاجل فی رباط فی بعض الطرق خرب ولاینتفع المارة به وله أوقاف عامرة فسئل هل یجوز نقلها إلی رباط آخر ینتفع الناس به قال نعم لان الواقف غرضه انتفاع المارة ویحصل ذلك بالثانی۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

[فتاویٰ امجدیہ۳/۱۴۹-۱۵۰، دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی]

ہمارے فقہائے کرام نے اپنے زمانہ کے فسادات کے اعتبار سے یہ حکم فرمایا اوراصل مذہب سے عدول فرماکر سیدنا امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ کی دوسری روایت پر افتاء فرمایا اور مسجد کے اسباب کو دوسری مسجد کی طرف منتقل کرنے کی اجازت دی آج جب کہ حالات کافی بدل چکے ہیں، زمانہ میں فسادات رونما ہو چکے ہیں، لوگوں میں خدا ناترسی اور احکام شرع سے بے پرواہی عام ہو چکی ہے اور مسجد کے مصالح سے زائد آمدنی کے ساتھ ناحق دست اندازی ہو رہی ہے اور مسجد کے حقوق کے ساتھ تعدی جاری ہے حقوق مسجد کے صرف ضیاع کا اندیشہ ہی نہیں بلکہ ضیاع واقع اور رونما ہے تو اس قضیہ کا شرعی حل خاص توجہ کا طالب ہے اس مسئلہ پر غور وخوض کے لئے درج ذیل سوالات ارسال خدمت ہیں۔

(۱) کیا فسادات زمانہ کے پیش نظر مسجد کے مصالح سے زائد آمدنی کا کسی ایسی مسجد میں استعمال جائز ہے جس کی آمدنی اس کے مصارف کے لئے ناکافی ہے یا اب بھی ناجائز ہی ہے؟

(۲) مساجد کی آمدنی مال وقف اور غیر وقف دونوں پر مشتمل ہوتی ہے اور کبھی خاص مقصد کے لئے ہوا کرتی ہے اور کبھی متولیوں کی صواب دید پر موقوف ہوا کرتی ہے تو کیا استعمال کے جائز وناجائز ہونے میں سب کا یکساں حکم ہے یا احکام میں فرق ہے؟

(۳) ہمارے فقہائے کرام نے جن وجوہ کی بنا پر امام اعظم وامام ابومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے مذہب سے عدول فرماکر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ کی روایت پر افتا فرمایا کیا وہ وجوہ یہاں متحقق ہیں یا ان کے علاوہ اسباب ستہ میں سے کوئی اور سبب متحقق ہے جو تخفیف حکم کا مقتضی ہے؟

(۴) اس دور میں عموماً متولیان و منتظمین جس مسجد کے انتظام سے متعلق ہوتے ہیں اس مسجد کے علاوہ دوسری مسجد پر فاضل آمدنی دینے پر راضی نہیں ہوتے تاوقتیکہ دوسری مسجد

بھی انہیں کے انتظام میں نہ دیدی جائے تو ایسی صورت میں کونسی راہ اختیار کرنا شرعاً جائز ہو یا واجب ہو؟

امید کہ اپنے قیمتی اوقات کا کچھ حصہ نکال کر اس قضیہ کا شرعی حل پیش فرمائیں جس سے مسجد کے حقوق کے ساتھ ناحق دست اندازی نہ ہو اور ان مساجد کے مصالح کی بھی تکمیل ہو جن کی آمدنی ان کے مصالح کے لئے ناکافی ہے۔

مقالہ

حضرت علامہ محمد عاشق الرحمٰن صاحب جامعہ حبیبیہ الہ آباد

مساجد کی آمدنی کے مصارف

(١) سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے یہ سوال گیا تھا کہ ''کسی ایسے ہندو یا انگریز حاکم کا روپیہ جو اسلام کی طرف قلبی توجہ رکھتا ہو مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں۔'' آپ نے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ ''ایسی ضرورت کی حالت میں جیسی اوپر مذکور ہوئی کہ مسجد شہید ہو جائے گی اور مسلمانوں میں طاقت نہیں جائز ہے، لان الضرورات تبیح المحظورات''۔ (فتاویٰ رضویہ نشر کردہ سنی دار الاشاعت، مبارکپور، ج ٦، ص ٤٤٩)

اگر کسی مسجد کی آمدنی اس کے مصالح سے زائد ہو، اور اس کی زائد آمدنی کو کسی ایسی دوسری مسجد میں استعمال کرنے کی اجازت دے دی جائے جس کی آمدنی اس کے مصارف کے واقعی ناکافی ہو، تو بالفرض اگر اس دوسری مسجد کے متولیان خدا ناترس ہوں تو وہ اس کے حقوق کو پائمال کر ڈالیں گے۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ جب مسلمانوں میں یہ طاقت ہو کہ وہ لوگ اس دوسری مسجد کی آمدنی کو بڑھا سکیں، پہلی مسجد کی زائد آمدنی کو اس کے لئے دینے پر اس کے متولیان کو راضی کر پانا بہت مشکل ہوگا۔

ایسی صورت میں جب مسلمانوں میں اس دوسری مسجد کی آمدنی کو بڑھانے کی طاقت نہ ہو، اور اس کے متولیان خدا ترس ہوں، اس پہلی مسجد کی زائد آمدنی کو اس دوسری مسجد میں استعمال کرنے کی اجازت ضرورت کی بناء پر دینا چاہئے۔

لیکن فتاویٰ امجدیہ میں ردّ المحتار سے نقل کی ہوئی عبارت میں وارد الفاظ: وکذالک او قافہ یا کلھا النظار او غیرھم کا تقاضا یہ ہے کہ اگر اس پہلی مسجد کے متولیان اس کے حقوق کو پائمال کرتے ہوں، تو مسلمانوں میں اس دوسری مسجد کی آمدنی کو بڑھانے کی طاقت کے ہونے کی صورت میں بھی اس پہلی مسجد کی زائد آمدنی کو اس میں استعمال کرنے کی اجازت دینا چاہئے اگر اس دوسری مسجد کے متولیان خدا ترس ہوں۔

(٢) صورت مذکورہ میں وقف کی آمدنی اور چندہ وغیرہ دونوں کے استعمال کی اجازت ہونا چاہئے۔ لیکن آمدنی کے ایک مسجد کے مصارف میں سے کسی خاص مقصد کے لئے ہونے کی صورت میں دوسری مسجد میں اس کے استعمال کی اجازت اسی وقت دی جائے جبکہ اس پہلی مسجد کے متولیان خدا ناترس ہوں۔

(٣) ان وجوہ میں سے کسی وجہ کو مطلقاً متحقق کہنا مشکل ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اکل نظار متحقق ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کہیں ضرورت متحقق ہو۔

(٤) اگر مذکورہ بالا صورت متحقق ہو، اور اس پہلی مسجد کے متولیان خدا ترس ہوں یعنی حقوق مسجد کو پائمال نہ کرتے ہوں، لیکن اس کے باوجود اس پر مصر ہوں کہ وہ اس پہلی مسجد کی زائد آمدنی کو اس دوسری مسجد میں اسی وقت استعمال کرنے دیں گے جب اسے بھی انہیں کے انتظام میں دے دیا جائے، تو ضرورت کی بناء پر اسے ان کے انتظام میں دے دیا جائے، لیکن اگر پہلی مسجد کے متولیان سمجھانے کے باوجود اس مسجد کی زائد آمدنی کو اس دوسری مسجد میں استعمال کے لئے دینے پر راضی نہ ہوں یا اس قسم کے استعمال کے لئے وہ لوگ خدا ناترس ہونے کی حالت میں یہ شرط لگاتے ہوں کہ اس دوسری مسجد کو بھی انہیں کے انتظام

میں دے دیا جائے، تو ایسے استعمال کے جواز کا حکم تو کیا جاسکتا ہے لیکن موجودہ زمانے کے بھارت میں انہیں مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں، ان سے قطع تعلق کرنے کی راہ ہی دکھائی دیتی ہے۔

☆☆☆

باسمہٖ تعالیٰ و حمدہٖ

سوالنامہ

تیسرا فقہی سیمینار، شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف

﴿بابت بیع قبل القبض﴾

آج دنیا میں مغربی طرز معیشت کے حاوی ہونے کی وجہ سے معاشی وتجارتی میدان میں بھی اسلام کے ماننے والوں کے لئے مشکلات پیدا ہورہی ہیں۔ لین دین کے نت نئے زاویئے سامنے آرہے ہیں۔ اور تجارت میں غیروں کے ساتھ اختلاط نے شرعی اعتبار سے مسلمانوں کے لئے الجھنیں پیدا کردی ہے۔

سردست ''بیع قبل القبض'' کا مسئلہ توجہ اور حل کا طالب ہے۔ بڑے کاروباری بلکہ کچھ متوسط حیثیت کے تاجر بھی مبیع پر قبضہ کئے بغیر دوسرے کے ہاتھوں فروخت کردیتے ہیں۔ بڑے تاجروں میں اس قسم کی تجارت کا رواج بڑھتا جارہا ہے۔ کیوں کہ اس صورت بیع وشراء میں ان کے لئے زیادہ سہولت ہے، مگر شرعی نقطۂ نگاہ سے اس میں پیچیدگی یہ پیدا ہورہی ہے کہ بیع قبل القبض کے تعلق سے جمہور فقہا کا مسلک یہ ہے کہ یہ ناجائز ہے۔ اور حدیث پاک میں اس سے متعلق نہی وارد ہے۔

اس لئے چند بنیادی سوالات آپ کی خدمت میں پیش ہیں۔

(۱) قبضہ کی حقیقت کیا ہے؟ کیا شریعت نے اس کی کوئی خاص ہیئت ایسی بیان کی ہے کہ وہی قبضہ کہلائے؟ یا اسے لوگوں کے عرف ورواج پر چھوڑ دیا ہے؟

(۲) اشیائے منقولہ اور غیر منقولہ میں قبضہ کی حقیقت شرعاً الگ الگ ہے؟ یا ایک؟

(۳) بیع قبل القبض کا حکم کیا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز نہیں ہے تو یہ عدم جواز بیع کی کس قسم میں داخل ہے؟ بیع باطل ہوگی یا فاسد یا کچھ اور؟

(۴) اگر یہ بیع ناجائز ہو تو کیا آج کل کے رواج و عرف کی بنا پر اس کے جواز کا حکم دیا جاسکتا ہے؟ یا جواز بیع کا کوئی حیلہ یہاں ممکن ہے؟

(۵) بین الاقوامی تجارت میں جو صورتیں اختیار کی جاتی ہیں شرعاً ان کی حیثیت کیا ہے؟ اور وہ جائز ہیں یا نہیں؟

امید کہ تشفی بخش جواب سے نوازیں گے۔ والسلام

مقالہ

حضرت علامہ محمد عاشق الرحمٰن صاحب جامعہ حبیبیہ الہ آباد

بیع قبل القبض

(۱) حضرت امام اعظم اور حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک عقار میں بیع قبل القبض کے جائز ہونے اور منقول میں جائز نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ عقار کا ہلاک ہوجانا نادر ہے برخلاف منقول کے، بحر رائق جزء سادس میں ہے: "لان الهلاك فى العقار نادر بخلاف المنقول، (ص ۱۹۳)

پھر عقار میں بیع قبل القبض اسی صورت میں جائز ہے جبکہ اس کے ہلاک ہونے سے امن حاصل ہو، بحر ہی میں ہے: "وهو مقيد بما اذا كان لايخشى اهلاكه اما فى موضع لايؤمن عليه ذلك فلا يجز بيعه كا لمنقول ذكره المحبو بى .(ج ٦، ص ١٩٣).

اسی میں آگے بنایہ سے منقول ہے: "اذا كان فى موضع لايؤمن ان يصير بحرا او تغلب عليه الرمال لم يجز، (ص ۱۹۳) سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے بھی فرمایا ہے: جائز ہے تنویر الابصار میں ہے: صح

بیع عقار لا یخشی ھلاکه قبل قبضه (فتاویٰ رضویه ج ھفتم، نشر کردۂ سنّی دار الاشاعت مبارکپور، (ج۷ ص۲۳)

حضرات فقہاء کرام کی ان عبارات پر غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ قبضہ میں ہونا مبیع کی ایک ایسی حالت ہے جس کے متحقق ہونے سے اس کے ہلاک ہونے کا خوف نہ رہ جائے بلکہ اس سے امن حاصل ہو، مراد یہ ہے کہ شئ کے قبضے میں ہونے کے معنی اس کے مقدور التسلیم ہونے کے ہیں، اگر چہ وہ صرف حکماً مقدور التسلیم ہو۔

(۲) اشیاء منقولہ وغیر منقولہ دونوں کے قبضے میں ہونے سے مراد وہی متذکرہ بالا صفت یعنی حالت ہے لیکن ان دونوں میں اس کے پائے جانے کی علتیں الگ الگ ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک مبیع منقول کو عقد بیع کے منعقد ہو جانے کے بعد مشتری کے اپنے ہاتھ میں لے لینے سے یا اسے اٹھوا کر اپنے مکان میں لے جا کر رکھوانے سے اس شئ منقول میں یہ حالت پیدا ہو جاتی ہے۔

لیکن کبھی قبضہ حکماً ہوا کرتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: کبوتر ہلے ہوئے کہ صبح اڑائے جائے اور شام کو گھر پلٹ آتے ہیں ان کی غیبت میں بیچے بیع صحیح ہے کہ رجوع مرجوع ہے تو قدرۃ علی التسلیم حکماً حاصل ہے۔''

(ج ۷، ص ۲)

شئ غیر منقول کو گھیر کر رکھنے، اس میں رہنے یا کسی اور طرح سے اس میں تصرف کرنے سے متذکرہ بالا حالت اس میں متحقق ہو جاتی ہے۔ لیکن اس میں بھی کبھی حکماً قبضہ ہوا کرتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ ہی میں ہے:

''عمرو نے جس وقت خالد کے ہاتھ بیع کی اگر عمرو اس وقت گواہان عادل شرعی اس امر پر رکھتا تھا کہ یہ مکان میری ملک ہے بکر و بائع بکر غاصب ہیں جب تو بیع عمرو بدست خالد صحیح و تام و نافذ واقع ہوئی مکان ملک خالد ہو گیا خالد کا دعویٰ صحیح ہے بوجہ وجود بیّنہ عادلہ عمرو کو حکماً قدرت علی التسلیم حاصل تھی۔'' (ج ۷، ص ۲)

(۳) اگر بیع قبل القبض سے مراد ایسی شئ کی بیع ہے جو نہ تو حقیقۃً مقدور التسلیم ہے نہ حکماً تو وہ جائز نہیں ہے۔ بعض فقہاء نے قدرۃ علی التسلیم کو شرط انعقاد مانا ہے، اس بناء پر جو شئ مقدور التسلیم نہیں ہے، ان کے نزدیک اس کی بیع باطل ہے، اور بعض فقہاء نے قدرۃ علی التسلیم کو شرط صحت بیع مانا ہے، اس بناء پر جو شئ مقدور التسلیم نہیں ہے، ان کے نزدیک اس کی بیع فاسد ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ''قدرۃ تسلیم میں ہمارے ائمہ کے دو قول ہیں دونوں باقوۃ، اول یہ کہ وہ شرط انعقاد ہے کہ بے اس کے بیع باطل محض ہے دوم شرط صحت بیع ہے کہ بے اس کے بیع فاسد ہے۔'' (ج ۷، ص ۲)

اسی میں رد المحتار سے منقول ہے کہ صاحب فتح القدیر نے قدرۃ علی التسلیم کے عدم کو مفسد مانا ہے، فرمایا ہے:

والوجه عندی ان عدم القدرة علی التسلیم مفسد لا مبطل (فتاویٰ رضویه ج۷، ص۳)

لیکن اگر بیع قبل القبض سے مراد ایسی شئ کی بیع ہے جو فی الحال حقیقۃً مقدور التسلیم نہ ہو لیکن حکماً مقدور التسلیم ہو تو اس کی بیع ناجائز نہ ہو جائے گی، جیسا کہ اس سے پہلے گزرا۔ فتاویٰ رضویہ ہی میں ہے: حقیقۃً مقدور التسلیم فی الحال ہونا کسی کے نزدیک ضرور نہیں۔'' (ج ۷، ص ۲)

(۴) اگر شئ پر حکماً قبضہ ہو یعنی وہ حکماً مقدور التسلیم ہو تو اس کی بیع کے جواز کا حکم کیا جانا چاہئے، جیسا کہ اوپر ظاہر ہو چکا ہے۔ اسی طرح اگر عموم بلویٰ کا تحقق تسلیم ہو تو ایسی بیع کے جواز کا حکم ہونا چاہئے، فتاویٰ رضویہ میں عموم بلویٰ سے متعلق ہے۔ ''باعث تخفیف حتی فی موضع النص القطعی'' (فتاویٰ رضویہ نشر کردۂ مکتبہ نعیمیہ، سنبھل۔ (ج ۲، ص ۴۵)

☆====☆====☆

شرعی کونسل آف انڈیا کا متفقہ فیصلہ

باسمہ تعالیٰ و تقدس

تیسرے فقہی سیمینار کی مجلس دوم کا فیصلہ

بمقام

مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا

مورخہ ۱۱؍جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ بروز شنبہ

مطابق ۸؍جولائی ۲۰۰۶ء

''شرعی کونسل آف انڈیا'' کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے تیسرے فقہی سیمینار کی دوسری نشست میں دربارۂ ''میڈیکل انشورنس'' درج ذیل فیصلے باتفاق آراء مندوبین طے پائے۔

(۱) یہ انشورنس کسی عقد شرعی کے تحت نہیں آتا بلکہ یہ قمار ہے اس کا حکم مثل عقود فاسدہ کے ہے، لہٰذا عقود فاسدہ غیر مومن غیر ذمی غیر مستامن سے اسی صورت میں جائز ہیں جب کہ نفع مسلم مظنون بظن غالب ہو، اور یہ قید مابعد کے تمام فیصلوں میں ۴؍۵؍نمبر کے علاوہ ملحوظ ہے۔

(۲) جواز کی مذکورہ بالا صورت صرف قابل اعتماد کمپنی کے ساتھ ہی خاص ہے خواہ حکومت کی ہو یا نجی۔

(۳) جن حکومتوں نے اپنے شہریوں پر میڈیکل انشورنس لازم قرار دیدیا ہے بوجہ جبران کے لئے میڈیکل انشورنس جائز ہے۔

(۴) جن مسلم حکومتوں نے اپنے شہریوں پر میڈیکل انشورنس لازم قرار دیدیا ہے تو وہاں کے لوگ میڈیکل انشورنس کراسکتے ہیں، البتہ وقت علاج جمع شدہ رقوم سے زیادہ نہ لیں۔

(۵) جن مسلم حکومتوں نے بیرونی ممالک کے مسلم شہریوں پر بھی اپنے ملک میں داخلے کے لئے انشورنس لازم وضروری قرار دیدیا ہے۔ ایسی صورت میں اگر حاجت شرعیہ کا تحقق ہے تو جائز ومباح ہے البتہ وقت علاج جمع شدہ رقوم سے زائد نہ لیں۔

(۶) صحت بیمہ کے عدم جواز کی صورت میں ایک متبادل انتظام یہ ہے کہ امراء سے گزارش کی جائے کہ وہ رفاہی اسپتال یا رفاہی فنڈ قائم کرے اور وہ افراد جو اپنے مرض کا گراں علاج نہیں کراسکتے ان کا علاج رفاہی اسپتال وغیرہ سے کرایا جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ میڈیکل انشورنس کرانے والا خود بینکوں میں سال بسال اتنی رقم فکس کرتا جائے جتنی انشورنس کمپنیوں کو سال بسال دیتا، اور پھر مرض کے علاج یا دیگر حاجات میں وہ صرف کرے۔ فقط

تیسرے فقہی سیمینار کی مجلس دوم کا فیصلہ

بمقام

مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا

مورخہ ۱۱؍جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ بروز شنبہ

مطابق ۸؍جولائی ۲۰۰۶ء

شرعی کونسل کے دوسرے سیمینار میں ''رمی جمار'' سے متعلق مندرجہ ذیل فیصلہ زیر غور کر رکھا گیا تھا، اس تیسرے فقہی سیمینار کی نشست دوم میں یہ فیصلہ باتفاق مندوبین طے پایا۔

''گیارہویں وبارہویں کی رمی کا وقت بعد زوال سے غروب تک مسنون اور غروب سے طلوع فجر تک مکروہ ہے۔ اگر مسنون وقت میں جان جانے یا زخمی ہونے کا اندیشہ صحیح

ہوتو بعد غروب رمی کرنے میں کراہت نہیں۔قبل زوال اصل مذہب کی رو سے رمی نہیں ہوسکتی مگر خاص حالت میں خاص لوگوں کو کسی خاص مجبوری کے پیش نظر ضعیف روایت پر عمل کرنے کی اجازت ہے۔خاص لوگوں سے مراد جن کو مجبوری درپیش ہے۔کہ مکہ میں اپنے قیام گاہ تک پہنچنے سے معذور ہو''۔فقط

تیسرے فقہی سیمینار کی مجلس چہارم کا فیصلہ

بمقام

مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا

مورخہ ۱۲؍جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ بروز یکشنبہ

مطابق ۹؍جولائی ۲۰۰۶ء

جن مساجد کی آمدنی مسجد کے مصالح سے فاضل ہے اوراس کے ضیاع کا اندیشہ ہے تو اس کے تحفظ کی اس صورت پر فیصلہ ہوا جسے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنے الگ فتوی میں ارشاد فرمایا کہ ''مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ ایسی صورت میں دوسرے امرخیر کے ادارہ کو فاضل آمدنی مسجد بطور قرض دے ایک سے وصول ہوتو پھر اور جس ادارہ کو ضرورت ہو اسے قرض دے جسے بھی قرض دے اس سے وصول کرے ایسا قرض نہ دے کہ قرض مرجائے، پھر جب اس مسجد کو جس کی یہ آمدنی ہے ضرورت ہو اس پر صرف کرے۔

نیز فتاوی ہندیہ وغیرہ کے جزئیات سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔اما المال الموقوف علی المسجد الجامع ان لم یکن للمسجد حاجۃ للحال فللقاضی ان یصرف فی ذلک لاکن علی وجہ القرض۔

یہ بھی فیصلہ ہوا کہ اگر فاضل آمدنی کا ضیاع متولیان یا واقفین کی دست اندازی سے ہورہا ہے تو اولا ایسے متولیان اور واقفین کو معزول کرنا واجب ہے، لیکن اس مسجد کی فاضل آمدنی مسجد محتاج کو بے شرط واپسی دینا یہ جائز ہے یا نہیں اس پر آئندہ سیمینار میں تیاری کے ساتھ بحث کی جائے۔ فقط

تیسرے فقہی سیمینار کی مجلس پنجم کا فیصلہ

بمقام

مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا

مورخہ ۱۲؍جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ بروز یکشنبہ

مطابق ۹؍جولائی ۲۰۰۶ء

(۱) اصل حکم یہ ہے کہ منقولات کی بیع، مبیع پر قبضہ کیئے بغیر ناجائز وفاسد ہے، اور جائداد غیر منقول کی بیع قبل قبضہ غیر بائع کے ہاتھ جائز ہے مگر جس سے مول لی تھی اس کے ہاتھ قبضہ سے پہلے اشیاء غیر منقولہ کی بیع بھی جائز نہیں بلکہ قبضہ لازم ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۷، ص ۲۴۳، قبیل باب الاستصناع)

(۲) عالمی تجارتوں میں قبضہ سے پہلے جو مبیع کی بیع در بیع ہوتی ہے وہ اصل حکم کی رو سے فاسد ہے مگر جس مشتری نے ایسے بائع سے خریدا جسے قبضہ حاصل ہوگیا تھا بیع صحیح ہے۔ (ہدایہ مع فتح القدیر ج ۶، ص ۲۴۷ پوربندر، درمختار مع ردالمحتار ج ۴، ص ۱۴۵)

(۳) بیع در بیع جو عدم قبضہ کے سبب فاسد ہے اس کے جواز کی وہ صورتیں اختیار کی جائیں جو ''فتاوی رضویہ'' اور ''بہار شریعت'' میں مذکور ہیں مثلاً مشتری نے مبیع کو ہبہ کیا، بائع کو ہبہ کرنے یا کسی کے پاس ودیعت رکھنے کو یا سپرد کرنے کو کہا یا اپنے کسی ظرف میں رکھنے کو کہا پھر موہوب لہ نے قبضہ کرلیا یا بائع نے ودیعت رکھ دی، سپرد کردیا، ظرف میں رکھ دیا جس سے قبضہ مشتری کہلائے تو اب مشتری کا قبضہ ہوگیا اور اگر بائع سے بیچنے کو کہا تو بائع کے بیچنے سے قبضہ نہ ہوگا وکیل بالقبض کا بھی قبضہ۔

قبضہ مشتری ہے تو مسلم تاجروں کو اسی طرح کی کوئی تدبیر قبضہ اختیار کرنی ضروری ہے تاکہ بیع فساد سے محفوظ ہو اور جائز ہو جائے کہ اب بیع قبل قبضہ نہیں۔ فقط

تیسرے فقہی سیمینار کی مجلس پنجم کا فیصلہ

دربارۂ اعلان رویت ہلال

بمقام

مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا

مورخہ ۱۲ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ بروز یکشنبہ

مطابق ۹ر جولائی ۲۰۰۶ء

جو گزشتہ دوسرے سیمینار ۱۴۲۶ھ میں زیر غور تھا اور آج کے تیسرے فقہی سیمینار ۱۱/۱۲ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ مطابق ۹/۸ر جولائی ۲۰۰۶ء میں اس کا فیصلہ ہوا۔

ایک قاضی کا اعلان رویت ہلال اگرچہ وہ قاضی پورے ملک یا چند شہروں کا ہو صرف اسی شہر اور مضافات شہر کے لئے کافی و وافی ہوگا جہاں اس نے فیصلۂ رویت صادر کیا ہے۔ اس رویت سے دوسرے شہروں کے لئے ثبوت رویت طرق موجبہ میں سے کسی ایک طریقے سے ہی ہوگا۔

مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ”شریعت مطہرہ نے دربارۂ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ و تواتر شرعی پر بنا فرمایا اور ان میں بھی کافی شرعی ہونے کے لئے بہت قیود و شرائط لگائیں جن کے بغیر ہرگز ہرگز گواہی و شہرت بکار آمد نہیں“۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۵۲۳، رضا اکیڈمی ممبئی)

(۲) یہیں سے ثابت ہوا کہ ٹیلیفون کی خبر اگرچہ کسی کی ہو اور کتنی ہی تعداد میں کہیں سے ہو اس سے استفاضہ و تواتر بلکہ شہادت کا تحقق نہیں ہو سکتا۔ فقط

×××××××××××××××××××××××××

×××××××××××××××

برادران اہل سنت کو مرکز اہل سنت کی جانب سے ماہ رمضان

مبارک ہو

رمضان مقدس مہینہ ہے اس ماہ کی قرآن و احادیث میں بڑی فضیلتیں آئیں ہیں، اس میں ہر کار ثواب کا ثواب دونا ہو جاتا ہے اس لئے اس ماہ میں حتی المقدور ہر عبادت کے بجالانے کی عادت جاری و ساری ہے۔

مرکز اہل سنت کا عظیم دینی قلعہ ”جامعۃ الرضا“ سنیت کی شان ہے، اس کی ترقی دنیائے سنیت کی ترقی ہے، اس لئے اسے ہر موڑ پر یاد رکھیں۔ تفصیل رسالہ اخیر میں ملاحظہ فرمائیں۔ جامعہ الرضا کا دیدہ زیب شاندار کلنڈر، پوسٹر، ادارہ ”سنی دنیا“ اور جامعۃ الرضا کے دفتر سے حاصل کریں۔

ایک اہم فیصلہ

مذہب اسلام میں معاملات مسلمین کے تصفیہ وشرعی حل کے لئے ''قاضی ذی اختیار شرعی'' کا ہونا از حد ضروری ہے جو نصب امام وخطیب جمعہ وامام عیدین، فسخ نکاح بخیار بلوغ وتفریق لعان عنین ،یتیم بلاولی کے وصی کا تقرر، تزویج قاصرین وقاصرات ودیگر خصومات متعلقہ بقضا جیسے امور دینیہ کو اسلامی دستور وآئین کی روشنی میں حل کرتا ہے، قاضی کو سنی صحیح العقیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ کثیر فروع فقہیہ کا حامل ہونا اور درپیش مسائل کے احکام صحیحہ رجیحہ ومفتی بہا کو کتب معتمدہ سے نکالنے کی صلاحیت رکھنا شرط ہے۔ وہ سنی صحیح العقیدہ فقیہ جو اپنے علاقے کے فقہاء میں سب سے زیادہ احکام شرعیہ فرعیہ، مفتی بہا کا عالم اور مرجع فتاوی ہو وہ اعلم علمائے بلد اپنے شہر کا قاضی ہوتا ہے اور اس کا دائرۂ ولایت وعمل اس کا اپنا شہر اور قرب وجوار کے مضافات ہوتے ہیں۔ ضلع کا قاضی اعلم علمائے ضلع ہوتا ہے اور اس کا دائرۂ ولایت وعمل پورا ضلع ہوتا ہے اور ریاست کا قاضی اعلم علمائے ریاست ہوتا ہے اور اس کی ولایت وعمل کے دائرۂ میں پوری ریاست داخل ہوتی ہے۔ اسی طرح پورے ملک کا قاضی القضاۃ اعلم علمائے ملک ہوتا ہے اس کے دائرۂ ولایت وعمل میں پورا ملک ہوتا ہے اور یہ قاضی القضاۃ پورے ملک کے خصومات ومعاملات بین المسلمین ودیگر امور دینیہ وغیرہ کے فصل مقدمات کے اہم فریضہ کو انجام دیتا ہے۔ جہاں اسلامی سلطنت ہوتی ہے وہاں سلطان اسلام کے مقرر کرنے سے قاضی ہوتا ہے اور جہاں سلطنت اسلامیہ نہیں وہاں امور قضا وامامت عامہ کے لئے قاضی کی تقرری علماء وارباب حل وعقد کی ذمہ داری ہوتی ہے بلکہ اولاً انھیں کا حق ہے ورنہ عام مسلمین کو باہمی مشورے سے بتراضی اپنا قاضی مقرر کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے اور اگر عوام وخواص کی طرف سے تساہلی واقع ہو تو امور قضا وامامت عامہ موقوف نہیں ہوتی بلکہ من جانب اللہ اعلم علمائے بلد اس خدمت پر مامور کردیا جاتا ہے۔ وہی حاکم شرع، والی دین اسلام، قاضی ذی اختیار شرعی ہوتا ہے لہٰذا مسلمانوں پر اپنے امور قضا میں اس کی طرف رجوع لازم ہے۔ مرکز الدراسات الاسلامیۃ جامعۃ الرضا میں شرعی کونسل آف انڈیا کے تیسرے فقہی سیمینار کے موقعہ پر جس میں مختلف بلاد وامصار واضلاع اور متعدد صوبہ جات ہند کے جید علمائے کرام ومفتیان عظام اور ارباب حل وعقد شریک تھے، حضرت ممتاز الفقہا محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفےٰ صاحب قبلہ نے قضا کی اہمیت وافادیت اور اس کی ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے قاضی القضاۃ کے منصب کے لئے حضور تاج الشریعہ کا نام پیش کیا اس وقت کانفرنس ہال میں موجود بھی علماء وارباب حل وعقد نے اپنی رضا وخوشی کا اظہار کیا اور بیک زبان سلطان الفقہاء حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری برکاتی ازہری بریلوی مدظلہ العالی کو پورے ہندوستان کا ''قاضی القضاۃ'' تسلیم کیا۔ حضور تاج الشریعہ اپنی جلالت علمی اور تبحر فقہی کے سبب یوں تو پہلے ہی سے اس منصب جلیلہ پر مفوض من اللہ اور منتخب بانتخاب الٰہی تھے کہ پورے ملک ہندوستان میں مرجع عوام وخواص اور مرجع فتاوی ہیں اور اب بحمد اللہ تعالیٰ مفوض من اللہ ہونے کے ساتھ ہی علما وارباب حل وعقد کے اتفاق رائے سے بھی قاضی القضاۃ تسلیم کر لئے گئے۔ یقیناً علمائے کرام ومفتیان عظام اور ارباب حل وعقد کا یہ ایک تاریخی فیصلہ ہے کیوں کہ ازیں پیشتر اس منصب جلیلہ پر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مفوض من اللہ تھے پھر آپ نے اپنے بعد حضور مفتی اعظم ہند اور حضور صدر الشریعہ علیہما الرحمہ کو ہندوستان کا قاضی القضاۃ مقرر فرمایا لیکن ہماری شومیٔ قسمت کہ حضور مفتی اعظم ہند اور حضور صدر الشریعہ کے بعد ہم نے اس اہم دینی منصب کی طرف توجہ نہیں کی اور ایک لمبے عرصے تک اس سلسلے میں ہم پر جمود طاری رہا بالآخر ۱۲/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ مطابق ۹/ جولائی ۲۰۰۶ء بروز یکشنبہ ارباب حل وعقد نے باتفاق رائے اس منصب جلیلہ کو حضور تاج الشریعہ سے زینت بخشی۔ مولائے لم یزل ولم یزال حضور تاج الشریعہ کا سایۂ ہمایوں تادیر ہم مسلمانوں پر قائم ودائم رکھے اور ان امامت عامہ میں امور دینیہ متعلق بقضا کے امتثال اوامر واجتناب نواہی کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے! آمین بجاہ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

☆☆☆

ایک انقلاب آفریں اسلامی دانش کدہ
"مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا"
احوال واقعی

منظور ہے گزارش احوال واقعی
اپنا بیان حسن طبیعت نہیں میری

شہر بریلی اہل سنت کا وہی دینی، علمی اور روحانی مرکز ہے جہاں امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ نے ٹوٹی چٹائی پر بیٹھ کر علم وفن، عشق وعرفان اور شعور و آگہی کی ایسی انقلاب آفریں تحریک چلائی کہ دنیائے سنیت کا نقشہ ہی بدل گیا، آج جس قدر بھی عشق وایمان نظر آرہا ہے اُسی تحریک کا عطیہ ہے اور آج بھی اس تحریک کی باگ ڈور آپ کے سچے علمی وارث وجانشین "حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر خاں قادری برکاتی ازہری بریلوی مدظلہ العالی" قاضی القضاۃ فی الہند نے سنبھال رکھی ہے۔

ان سب کے باوجود مرکز اہل سنت میں ایک ایسی مرکزی کروفر کی حامل درس گاہ کی کمی عرصۂ دراز سے محسوس کی جارہی تھی جو ہمہ جہت ہونے کے ساتھ ساتھ مرکز کے شایان شان بھی ہو، اور اعلیٰ ومعیاری تعلیم کی آماجگاہ بھی ہو، جس میں فرزندان توحید ورسالت کی تعلیم وتربیت اس انداز فکر سے ہو کہ ایک طرف وہ اسلامی شعور وآگہی سے بہرہ ور ہوں تو دوسری طرف دنیاوی پیچ وخم کو شرعی نقطۂ نظر سے سلجھانے کی صلاحیت کے بھی حامل ہوں، اس عظیم منصوبے کی تکمیل کے لئے حضور مفتیٔ اعظم ہند کے وصال کے بعد اہل سنت کی پرامید نگاہیں "حضور تاج الشریعہ" کی ذات بابرکات کی طرف مرکوز ہوگئیں، چنانچہ احباب کے پیہم اصرار اور مرکز کی ضرورتوں کے پیش نظر اس عظیم ذمہ داری کی انجام دہی کے لئے آپ مردانہ وار اٹھ کھڑے ہوئے اور شب وروز اس کے لئے کوشاں رہے۔

۲۴ رصفر المظفر ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۹ رمئی ۲۰۰۰ء کی تاریخ، پیر کا مبارک ومسعود، دن، عرس رضوی کا پر بہار موقع اور سہ پہر دن کی سعادت مند ساعت تھی جب آبروئے مرکز حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی دام ظلہ العالی نے اپنے دست حق پرست سے ملک کے نامور علمائے کرام ومشائخ عظام کے زیر سایہ اور ہزاروں عقیدت مندان ومحبان مرکز کی موجودگی میں "گنبد رضا" محلہ سوداگران سے تقریباً ۷ ر کلو میٹر دور مرکز نگر، نزد بی گنج بریلی شریف میں "مرکز الدراسات الاسلامیۃ جامعۃ الرضا" کا سنگ بنیاد رکھا اور دیکھتے ہی دیکھتے سرزمین بریلی شریف پر دین وسنیت کا ایک پرشکوہ تعلیمی قلعہ معرض وجود میں آگیا جس کے ذریعہ مستقبل قریب میں آنے والے تعلیمی انقلاب کی دھمک آج ہی سے محسوس کی جانے لگی ہے۔

مرکز الدراسات الاسلامیۃ جامعۃ الرضا نہایت ہی قلیل مدت میں اپنے منفرد نظام، عصری تقاضوں سے لیس جامع نصاب تعلیم اور ٹھوس طریقۂ تعلیم کی بنا پر عوام وخواص کی توجہ کا مرکز بن گیا ہے اور اپنی چھیڑی

ہوئی تعلیمی انقلاب کی مہم میں کامیابی وکامرانی کی طرف رواں دواں ہے اوران شاء اللہ الرحمٰن وہ دن دور نہیں جب جامعہ اپنی اس مہم میں مکمل کامیاب وکامران نظر آئے گا۔

☆ جامعہ کی خصوصیات میں ماہرفن جواں ہمت اساتذہ کرام کی ٹیم۔ ☆ ششماہی اورسالانہ کے علاوہ ہرماہ باقاعدہ تقریری وتحریری ٹیسٹ کاالتزام۔ ☆ جدید تقاضوں سے مزین کشادہ کمپیوٹرلیب کی سہولت۔ ☆ ماہانہ ٹیسٹ رزلٹ اورحاضری کی انٹرنیٹ پرفراہمی اورعصری تقاضوں سے ہم آہنگ جدیدطریقۂ تعلیم وغیرہ شامل ہیں جواسے دیگرتعلیمی اداروں سے ممتاز کرتے ہیں۔

جامعۃ الرضا اس وقت حضورتاج الشریعہ کی بافیض سرپرستی وسربراہی اورشہزادۂ گرامی وقارحضرت مولانا محمدعسجدرضاخان قادری بریلوی مدظلہما العالی کی عمدہ نظامت میں اپنے کامیاب تعلیمی سفرکا تیسراسال مکمل کرنے کے بعد اب چوتھے سال کا آغاز کرنے جارہا ہے، فی الوقت اس سرچشمۂ علم وحکمت میں شعبۂ تحفیظ وتجوید، شعبۂ درس نظامی از اعدادیہ تاخامسہ اور تخصص فی الفقہ کے تقریباً ۳۰۰ رتین سوتشنگان علوم نبویہ بادۂ علم وحکمت کے جام سے اپنی تشنگی بجھارہے ہیں جن کی عمدہ تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ معقول قیام وطعام کا بھی اعلیٰ نظم ونسق ہے۔

بحمداللہ تعالیٰ ''امام احمدرضاٹرسٹ'' کے زیراہتمام جامعۃ الرضا اپنی تعمیری اورتعلیمی منزلیں نہایت ہی سرعت اورکامیابی کے ساتھ طے کررہا ہے، اس وقت ایک سواٹھائیس کمروں پرمشتمل جامعہ کا چارمنزلہ دارالاقامہ بنام ''علامہ نقی علی ہاسٹل'' زیرتعمیرہے، ان شاء اللہ العزیز نئے تعلیمی سال کے آغاز سے پہلے اس کی پہلی اوردوسری منزل مکمل ہوجائے گی جس میں طلبہ قیام کرسکیں گے۔

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

اعلان داخلہ

جامعۃ الرضا کے شعبۂ درس نظامی میں ازاعدادیہ تاخامسہ داخلہ کے خواہش مندطلبہ جامعہ کے دفترسے قواعدوضوابط پرمشتمل ''پراسپکٹس'' حاصل کراس میں موجود ''امتحان داخلہ فارم'' پُرکریں اور ۷رشوال المکرم تک دفترمیں جمع کرکے ''اجازت نامہ'' حاصل کرلیں تاکہ امتحان داخلہ میں شرکت کے مجاز ہوسکیں، امتحان داخلہ ۱۱رشوال المکرم کومنعقدہوگا اور ۱۴رشوال المکرم تک داخلے مکمل کرلئے جائیں گے۔ ۱۵رشوال المکرم کوجامعہ میں تعلیم کا آغاز ہوجاتا ہے۔

امتحان داخلہ فارم بذریعہ ڈاک بھی منگایاجاسکتا ہے جس کے لئے امیدوارکو 175 روپے کاڈیمانڈ ڈرافٹ بنام IMAM AHMAD RAZA TRUST جامعہ کو بھیجنا ہوگا۔ واضح ہوکہ ٹیسٹ فارم بہرحال ۷رشوال المکرم تک جامعہ کومل جانا چاہئے ورنہ اس کے بعدموصول ہونے والے فارم ہرگزقبول نہیں ہوں گے۔

نوٹ: شعبۂ حفظ میں نئے داخلے کی بالکل گنجائش نہیں ہے لہٰذا ہرگز ہرگزکوئی امیدواراس شعبہ میں داخلہ کا فارم نہ بھرے۔

مرکز کے شعبے اورمنصوبے

شعبۂ کمپیوٹر سائنس ☆ شعبۂ علوم عصریہ ☆ غزالی دارالتصنیف ☆ مرکزی دارالافتاء ☆ مرکزی دارالقضاء ☆ مرکزی رویت ہلال کمیٹی ☆ شرعی کونسل آف انڈیا ☆ شعبۂ تبلیغ واصلاح ☆ شعبۂ نشرواشاعت ☆ شعبۂ مذہبی صحافت ☆ امام احمدرضاریسرچ اینڈ ٹریننگ سینٹر ☆ البرکات آفسیٹ پریس ☆ علامہ نقی علی ہاسٹل ☆ علامہ حسن کانفرنس ہال ☆ رضاہیلتھ کیئرسینٹر ☆ حامدی مسجد

☆مفتیٔ اعظم آئی ٹی سیل ☆جیلانی گیسٹ ہاؤس ☆تاج الشریعہ لائبریری ☆مفسر اعظم لائبریری متعلقہ بزم ازہری ☆تاج الشریعہ کمرشیل کامپلیکس ☆نوری اسٹاف کالونی ☆ریلوے مراعات ☆ڈائننگ ہال ☆اولڈ اسٹوڈینٹ آرگنائزیشن وغیرہ۔

ایک ضروری اعلان

جملہ برادران اہل سنت کو اطلاع دی جاتی ہے کہ "امام احمد رضا ٹرسٹ" نے گزشتہ تین سالوں سے جامعۃ الرضا کے لئے اپنے سفیر بھیجنے بند کردیئے ہیں، جامعہ کا اب کوئی بھی سفیر نہیں لہذا جامعہ کے نام پر اگر کوئی شخص چندہ کے لئے آپ کے پاس پہنچتا ہے تو اس کی رسید ضبط کرکے فون نمبر 0581-2458543, 3291453,09359103545 پر ذمہ داران جامعہ کو اس کی اطلاع دیں، جامعہ سے متعلق اپنی امدادی رقوم ٹرسٹ کے علاقائی نمائندوں کو دے کر رسید حاصل کرلیں یا براہ راست ناظم جامعہ کو ارسال فرمائیں/ذمہ داران جامعہ کو دے کر رسید حاصل کرلیں۔

رابطہ کے پتے

تعاون سے متعلق جملہ امور کے لئے:

امام احمد رضا ٹرسٹ، ۸۲، سوداگران، رضا نگر بریلی شریف، یوپی، پن کوڈ ۲۴۳۰۰۳، فون نمبر
0581-2458543,09359103545

تعلیم سے متعلق جملہ امور کے لئے

پرنسپل مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، مرکز نگر، سی بی گنج، بریلی شریف، یوپی، پن کوڈ ۲۴۳۵۰۲، فون نمبر 0581-3291453

=======☆=☆=☆=======

FOR DONATION

IMAM AHMAD RAZA TRUST (ATG No. 3042000002340)
82, Saudagaran, Raza Nagar,
Bareilly Sharif U.P. Pin No. 243003
Ph.No.0581-2458543,09359103545

FOR ADMISSION

PRINCIPAL, CIS JAMIATUR RAZA
Markaz Nagar, Mathurapur, CB Ganj
Bareilly Sharif, U.P. Pin No. 243502
Phones:Off. 0581-3291453,
Hostel 2561562, Fax No. 2472166
E-mail: jamiaturraza@rediffmail.com
E-mail:cis_jamiaturraza@rediffmail.com
Web Site: www.hazrat.org

انتقال پر ملال

سرکار سیدنا حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے مرید وخلیفہ حضرت علامہ مفتی شاہجہاں صاحب رضوی علیہ الرحمہ اپنے وطن میں ۹/اگست ۲۰۰۶ء بروز بدھ انتقال فرماگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، بروز جمعرات تجہیز وتکفین ہوئی، نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں لوگ شریک تھے، موصوف خانقاہ شہبازیہ میں مدفون ہوئے۔

سلطان الفقہاء قاضی القضاۃ تاج الشریعہ مدظلہ اور ادارہ سنی دنیا نے ان کے لئے دعائے مغفرت کی۔ آپ حضرات بھی ان کے لئے ایصال ثواب کریں، اور مغفرت کی دعا کریں۔ حضرت مفتی صاحب شہر بھاگل پور کے رہنے والے تھے، اور رضویت کے علمبردار اور مسلک اعلیٰ حضرت کے ناشر اور پیروکار تھے۔ ان میں تصلب فی الدین اور اپنوں سے اخوت ومحبت نمایاں تھیں اور غیروں کے لئے شمشیر براں تھے، انہوں نے لمبی عمر پائی اور اسلام کی خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمت دینی کو قبول فرمائے اور بہتر سے بہتر جزاء عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

☆☆☆

The Monthly Sunni Dunia Bareilly
Regd. No. 17(82) Vol-1 Annual Subscription
Rs.(100) Per Copy Regd. PO. No. BR/211/2006

دُنیائے سُنّیت کی عظیم درسگاہ

مرکز الدراسات الاسلامیۃ
جامعۃ الرضا



باہتمام

امام احمد رضا ٹرسٹ، ۸۲، سوداگران، بریلی شریف (یوپی)

Under Mzanagement

Imam Ahmad Raza Trust

82, Saudagaran, Bareilly Shareef (U.P.)